دفتر سوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دفتر سوم

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ
کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸۔
فون: ۶۶۸۴۷۹۰
www.zawwaracademy.org
E-mail:zawwaracademy@hotmail.com

فہرستِ مضامین

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ العلی العلام ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وحبیبہ سید الانام و علیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام اما بعد اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے کہ ان ایام فرخندہ فرجام میں کتاب مستطاب مکتوبات عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی مجددی سرہندی قدس سرہ کے دفتر سوم کا ترجمہ بھی دفتر اول ودوم کے ترجمہ کی طرح سہل وسلیس اردو زبان میں ادارۂ مجددیہ کی جانب سے طبع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہے۔ اس دفتر کے ترجمہ میں بھی پہلے دونوں دفتروں کے ترجمہ کی طرح زبان کی سلاست عمدگی اور تسہیل کا اہتمام قائم رہا ہے اور مطبوعہ امرتسری فارسی نسخہ کے صفحات بھی حسب سابق حاشیہ پر دیدیئے گئے ہیں تاکہ مطابقت کے لئے فارسی نسخہ سے رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ ان مکتوبات میں آئی ہوئی آیاتِ مبارکہ کا سورت وآیت نمبر بھی حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے، نیز جن احادیث شریفہ کا حوالہ مل سکا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے، اسی طرح مکتوباتِ امامِ ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز سے ان مکتوباتِ معصومیہ میں جہاں کہیں عبارتیں مذکور ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ آیات واشعار کا ترجمہ متن ہی میں آسان وسلیس اردو نثر میں لکھ دیا گیا ہے غرضیکہ جن محاسن کا پہلے اور دوسرے دفتر کے ترجمے میں اہتمام کیا گیا تھا ان سب کا دفترِ سوم کے ترجمہ میں بھی پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اس طرح اب حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کے کامل ہر سہ دفتر کا ترجمہ پہلی مرتبہ طبع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہے۔ امید ہے کہ جس طرح عوام وخواص نے ترجمۂ دفترِ اول ودوم کو پسند فرمایا اور مترجم وناشر کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی ترجمۂ دفترِ سوم کو بھی اسی طرح حُسنِ قبول سے سرفراز فرمائیں گے۔ دفتر اول ودوم کی طرح دفتر سوم بھی بے شمار مسائلِ شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت اور پند ونصائح کا ایک بے بہا خزانہ اور ادب وانشا کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔

اس دفتر کو مخدوم ومخدوم زادہ ارجمند حضرت خواجہ محمد نقشبند صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کے ارشاد کے مطابق جناب حاجی محمد عاشور بن حاجی محمد البخاری قدس سرہٗ خلیفہ مجاز حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے سنِ ہجری ایک ہزار تہتر (۱۰۷۳ھ) میں جمع کرنا شروع کیا شکر اللہ تعالیٰ سعیہم مشکوراً "مکاتباتِ قطب زماں" سے دفترِ سوم کے جمع کی تاریخ نکلتی ہے

جیسا کہ جامع مکتوبات کے فارسی دیباچہ سے ظاہر ہے، اور تاریخ تکمیل مکاتیبات زقطب زماں ہے
اس دفتر کو حتی الامکان لفظی ترجمہ کے قریب رکھتے ہوئے سلیس و بامحاورہ اردو زبان میں
ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نہایت غوض و خوض کے ساتھ صحیح مفہوم تک پہنچنے اور دوسروں
کو بھی صحیح مفہوم ذہن نشین کرانے کی سعی کرتے ہوئے خطوطِ وحدانی میں بعض الفاظ کا اضافہ کرکے
مطلب کو واضح کر دیا گیا ہے۔ فارسی نسخہ میں کتابت کی غلطیوں اور نقل میں تصحیف و تسامح کے
باعث اس دفتر کے ترجمہ میں بھی دقت کا سامنا رہا ہے تاہم حتی الوسع ان کو حل کرنے میں کافی حد تک
کامیاب کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود بعض کتابت کی غلطیوں کے حل نہ ہو سکنے اور کچھ اپنی
کم علمی، کم فہمی اور بے بضاعتی کے باعث غلطیوں اور خامیوں کا رہ جانا ایک فطری امر ہے یہ عاجز
قارئینِ کرام سے معذرت خواہ اور رب کریم سے عفو و کرم کا امیدوار ہے اور ناظرین سے درخواست ہے
کہ جہاں کہیں غلطی پائیں اس عاجز کی کم علمی و بے بضاعتی پر محمول فرماتے ہوئے صفحہ و سطر وغیرہ کے
ساتھ اس کی تصحیح کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے، یہ عاجز
ممنون اور وہ حضرات ثوابِ دارین کے مستحق ہوں گے

آخر میں یہ عاجز معاونین حضرات کا بے حد ممنون ہے کہ انھوں نے اپنے قیمتی وقت اور
قیمتی مشوروں سے اس عاجز کی رہنمائی و امداد فرمائی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب
حضرات کو جزائے خیر فی الدارین سے نوازے اور اس عاجز اور ادارۂ مجددیہ کی ان ناچیز مساعی کو
شرفِ قبولیت عطا فرما کر سب مسلمانانِ عالم کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز
کی تعلیمات سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ
واصحابہ المتقین علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات والبرکات العلےٰ۔
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم ط سبحان ربک
رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین ه

الراجی الی عفو ربہ الکریم

احقر العباد خاکسار سید زوار حسین عفا اللہ عنہ وغفرلہ ولوالدیہ

جمعۃ یکم محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۷۹ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ
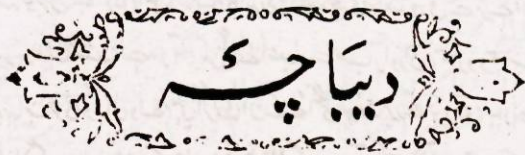
سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، ایسی تعریف جو ہر لحاظ سے اکمل ہے اور سید المرسلین وخاتم النبیین پر اتم واکمل صلوٰۃ وسلام ہو جتنک کہ ذکر کرنے والے اس (تعالیٰ شانہٗ) کا ذکر کرتے رہیں اور جب بھی غافل لوگ اس کے ذکر سے غفلت کریں، اے اللہ! اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل اور تمام انبیاء اور ان سب کی آل اور تمام صالحین پر ایسی رحمت بھیج جو کہ سوال کرنے والوں کے سوال کرنے کی انتہائی حد تک ہو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے ضعیف بندہ حاجی محمد عاشور بن حاجی مرزا محمد بخاری حسینی اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عاقبت بہت اچھی کرے، عرض کرتا ہے کہ یہ متفرق موتی ہیں جو کہ فضل وکرم کے ابر سے سچائی کے باطن کے سیپ میں ٹپک کر جمع ہوئے ہیں اور منتشر جواہر ہیں جو کہ حکمت و ہدایت کے سمندر کی تہ سے گویائی کے ساحل پر آپڑے ہیں نظم

(۱) بنامِ ایزد چہ خرّم نوبہارے ست	کز و باغِ اِرم را خار خارے ست
(۲) ہزاراں تازہ گل دروے شگفتہ	دوصد نرگس بخوابِ ناز خفتہ
(۳) خطِ مشکینِ او بر لوحِ کافور	چو در پائے درختاں سایۂ نور
(۴) ہر آں حرفے کہ دروے چشم وارست	زمعنی موج زن صد چشمہ سارست
(۵) درونش ہمچو غنچہ از ورق پُر	بقیمت ہر ورق زاں یک طبق دُر
(۶) زیک رنگی ہمہ ہم روئے وہم پُشت	گرا یشاں را نہد کس بر لب انگشت
(۷) بتقریرِ لطافت لب کشایند	ہزاراں گوہرِ معنی نمایند
(۸) گہے اسرارِ قرآں باز گویند	گہ از قولِ پیمبر راز گویند
(۹) گہے باشند چوں صافی درونان	با نوارِ حقائق رہنمو نان
(۱۰) گہے آرند در طےّ عبارت	زرحمتہائے ربانی بشارت

[(۱) اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کی قسم کہ (یہ متفرق موتی و منتشر جواہرات یعنی مکتوبات معصومیہ) کیسے عمدہ و نوبہار ہیں کہ ارم (شداد کی جنت) کا باغ سوچ اور فکر میں ہے۔ (۲) اس (کتاب) میں تازہ پھول کھلے ہوئے ہیں، دو سو (گل) نرگس خوابِ ناز میں سوئے ہوئے ہیں۔ (۳) کافور کی تختی پر اس کا مشکین خط ایسا ہے جیسا کہ درختوں کے

نیچے نور کا سایہ ہو۔ (۴) ہر حرف جو کہ اس (کتاب) میں ہے وہ آنکھ کی مانند ہے اور معنی (کے اعتبار) سے سینکڑوں چشموں کی مانند موجزن ہے۔ (۵) اس (کتاب) کا اندرونی حصہ غنچہ کی مانند ورق سے پُر ہے، اس (کتاب) کا ہر ورق قیمت میں موتیوں کا ایک طشت ہے۔ (۶) یکرنگی کے اعتبار سے سب (اوراق) ہم رُو وہم پشت (یکساں چہرے اور پیٹھ والے یعنی نہایت خوبی و کمال والے) ہیں اگر کوئی ان کے لئے انگلی ہونٹ پر رکھے تو (۷) یہ (اوراق) پاکیزہ تقریر کے ساتھ لب کشائی کریں (اور) معنی کے ہزاروں موتی ظاہر کریں، (۸) کبھی قرآن (مجید) کے اسرار سنائیں اور کبھی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث کا راز بیان کریں (۹) کبھی صاف باطن لوگوں کی مانند حقائق کے انوار کی طرف رہنمائی کرنے والے ہوں (اور) کبھی مختصر عبارت میں پروردگار کی رحمتوں کی بشارت لائیں۔]

یہ (موتی و جواہرات) امامِ بزرگ، ہادئ مخلوق، قبلۂ ابدال و اوتاد، مرجعِ اقطاب و افراد، سلطانِ عارفین، سندِ محققین، تمام جہانوں کی جائے پناہ، برگزیدۂ عابدین، برہانِ ملّت و دین، قدوۂ علمائے راسخین، واقفِ اسرارِ متشابہات، مُظہرِ رموزِ مقطعات، نسباً فاروقی، حسباً محمدی، شیخ الاسلام والمسلمین ہمارے شیخ و امام **شیخ محمد معصوم**، اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کا سایہ تمام جہانوں کے سروں پر دراز فرمائے اور ان کی برکات کے سمندروں سے قیامت تک مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ قطعہ

(۱) بخت نشانے زسرا فگندگی	تاجِ سرش خاکِ درِ بندگی
(۲) جیبِ دلش مشرقِ انوارِ غیب	نور بکف کردہ چو موسیٰؑ زجیب
(۳) زندگیِ دل چو مسیح از دمش	سبزۂ جان چوں خضر از مقدمش
(۴) طلعتِ او نورِ سعادت فشاں	خلعتِ او دامنِ دولت کشاں
(۵) صحبتش اکسیرِ مسِ ہر وجود	ہمتش ایثار کنِ بحرِ جود

[(۱) وہ ایک ایسا خوش نصیبی کے نشان والا ہے کہ بندگی کے دروازے کی خاک جس کے سر کا تاج ہے۔ (۲) اس کے دل کا گریبان انوارِ غیب کے طلوع ہونے کی جگہ ہے، وہ گریبان سے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ہتھیلی میں نور لئے ہوئے ہے۔ (۳) اس کی پھونک سے مسیح (علیہ السلام) کی مانند دل کی زندگی ہے خضر (علیہ السلام) کی مانند اس کے قدم رکھنے کی جگہ سے جان کا سبزہ ہے (۴) اس کے چہرے کا دیکھنا سعادت کا نور بکھیرنے والا ہے، اس کا خلعت دولت کشوں کا دامن ہے۔ (۵) اس کی صحبت ہر وجود کیلئے تانبے کو سونا بنانے والی اکسیر ہے اور اس کی ہمت (توجہ) سخاوت کے سمندر کی (طرح) ایثار کرنے والی ہے]

آپ امام ربانی مجدد الفِ ثانی کاشفِ اسرارِ سبعِ مثانی، ہدایت کے خزانوں کے خزانچی، رحمت کی کان کے تقسیم کرنے والے، معراجِ وصول، منہاجِ قبول، اسرارِ محبت و محبوبیتِ ذاتیہ سے متصف،

خلافت و قیومیت کے مناصب سے سعادتمند ہوئے سردار و قبلہ شیخ احمد بن شیخ عبد الاحد قدس اللہ تعالیٰ سرہما و افاض علینا و علی العالمین برکاتہما کے فرزند ہیں۔ قطعہ

(۱) رُخ او مطلع صبح صباحت — لب او گوہر کان ملاحت
(۲) جمال نیکواں در پیش او گم — چناں کز پرتو خورشید انجم
(۳) مہے بود از سپہر آشنائی — دز د کون و مکان را روشنائی
(۴) نہ مہ ہیہات روشن آفتابے — کہ از وے بر فلک افتادہ تابے
(۵) چہ می گویم چہ جائے آفتاب ست — کہ رخشاں چشمۂ اش آنجا سراب ست
(۶) مقدس نورے از قیدِ چہ و چوں — سر از جلبابِ چون آوردہ بیروں

[اُن (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کا چہرہ صباحت (حسن و جمال) کی صبح کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اور ان کے لب ملاحت (خوبصورتی) کی کان کے موتی ہیں، حسینوں کے جمال ان کے سامنے گم ہیں جس طرح سورج کے سایہ سے ستارے گم ہوجاتے ہیں (۳) وہ آشنائی کے آسمان کا چاند تھے اور اُن سے دونوں جہان کی نورانیت ہے۔
(۴) حیرت ہے کہ وہ چاند نہیں بلکہ ایک روشن آفتاب ہیں کہ جن سے آسمان پر روشنی پڑتی ہے۔
(۵) میں کیا کہہ رہا ہوں آفتاب کہنے کا بھی کیا موقع ہے کیونکہ آفتاب کا چمکتا ہوا چشمہ بھی وہاں سراب ہے۔
(۶) کیا اور کیوں (کمیت و کیفیت) کی قید سے پاک ایک نور ہے انھوں نے چوں (کیفیت) کی چادر سے سر باہر نکالا ہے]

اگرچہ اس ذرۂ احقر کو اس خورشید انور کے انوار کو جمع کرنے کی قابلیت نہیں تھی لیکن اس انتہائی کرم و عنایت کے باعث جو کہ وہ قبلۂ دوجہاں اس غریب کے بارے میں فرماتے تھے اور اکثر ان آیاتِ ظاہرہ و منورہ کی نقل سے کہ ان میں سے ہر ایک دریائے ہویت کا موتی ہے سرفراز فرماتے تھے، رباعی

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

[میں تیرے بغیر ذرا دیر بھی قرار نہیں پا سکتا ہوں اور تیرے احسان کو شمار نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے تو میں تیرے شکر کا ہزارواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔]

دیگر مخدوم زادہ و صاحبزادۂ جہاں منبع بحرِ عرفاں، نورِ حدیقۂ انس و جان، مظہر آیاتِ رحمٰن، من عرف اللہ طال لسانہ کے مقام کے واصل، اسرارِ مقطعاتِ قرآن کے واقف، جنت میں داخل ہونے کی شفاعت کرنے والے مخدوم و مخدوم زادۂ ارجمند حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہٗ قطعہ

اے قدِ تو سروِ چمنِ دل جوئی — از سر تا بقدم لطافت و نیکوئی
از رشتۂ جان دوختہ استادِ ازل — بر سرو قدِ تو جامۂ نیکوئی

[اے وہ ذات کہ جس کا قد دلجوئی کے چمن کا سرو ہے اور جو سر سے قدم تک خوبصورتی و خوبروئی ہے، استادِ ازل (حق تعالیٰ) نے تیرے سرو قد پر جان کے دھاگے سے خوبصورتی کا لباس سی دیا ہے]

اُن کے ارشاد کے مطابق سنہ ایک ہزار بہتر جو کہ "مکاتباتِ قطب زماں" کے لفظ سے ظاہر و نمایاں ہے

ان کو جمع کرنے کے درپے ہوا۔ بیت

زہے خجستہ کتابے کزاں سپہر ہُدا | بسالک رہِ حق نجم رہنما آمد
کتاب نے کہ زلالے زلطفِ سبحانی | چو آبِ خضر بقا بخش و جانفزا آمد
چو خواستم زدلِ خود حسابِ تاریخش | "مکاتباتِ قطبِ زماں" ندا آمد[1]
۱۰۷۳

[یہ ایک مبارک کتاب ہے جو اس آسمانِ ہدایت کی جانب سے راہِ حق کے سالک کیلئے راستہ بتانے والا اشارہ بن کر آئی ہے۔ یہ ایک کتاب ہی نہیں بلکہ حق سبحانہٗ کی مہربانی سے بقا بخشنے اور زندگی بڑھانے والے آبِ خضر (آبِ حیات) کی مانند صاف و شیریں پانی بن گیا ہے۔ جب میں نے اپنے دل سے اس کی تاریخ کا حساب چاہا تو "مکاتباتِ قطبِ زماں" کی آواز آئی۔] بیت

اگر ہر موئے من گردد زبانے | زنو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہرِ شکرِ تو سفتن | سرِ موئے زاحسانِ تو گفتن

[اگر میرا ہر بال ایک زبان ہو جائے تو میں تجھ کو ہر ایک سے کوئی داستان بیان کروں۔ میں تیرے شکر کے موتی میں سوراخ نہیں کر سکتا (اور) تیرے احسان کا ایک بال کی برابر بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔]

شاید کہ واحدِ بے مثل (اللہ) جلّ و علا کی عنایت سے یہ فائدہ کامل اور خوانِ نعمتِ عام اہلِ دل حضرات کے منظورِ نظر اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے مقبولِ خاطر ہو جائے اور یہ حضرات اچھے وقت میں جامع کے حق میں دعا فرمائیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نبی امی اور ان کی آلِ امجاد علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات العلیٰ کے طفیل طالبانِ صادق کو ان فوائد کے دسترخوانوں سے بہرہ مند فرمائے اور اس حقیر کو اس جلیل القدر خدمت کے وسیلے سے سعادت مند بنائے (آمین)

[1] اس مصرع کا وزن صحیح نہیں ہے جیسا کہ فارسی نسخہ کے حاشیہ میں بھی لکھا ہوا ہے، شاید کہ یہ سن تکمیل کے لحاظ سے یوں ہو "مکاتبات زقطبِ زماں ندا آمد" (مترجم)
۱۰۸۰ھ

اپنے برادرِ بزرگ، پیشوائے کاملین، امامِ عارفین، زبدۂ علمائے راسخین، وارثِ کامل، متبعِ اکمل، مظہرِ اسرارِ ربِ حمید حضرت شیخ محمد سعید قدس اللہ سرہ الاقدس کے نام حدیث شریف[علہ] مَن اَحَبَّ اَخاہُ فَلیُعلِمہُ اِیَّاہُ [جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے محبت کرتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اسے بتا دے] کے بموجب شوق و محبت کے لوازم اور حقیقتِ وصل کی طرف اجمالی اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ [شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے] ع

آمد ازاں جناب صحیفہ بسوئے من [اس بارگاہ سے میری جانب مکتوب آیا]

الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا] مراسمِ عقیدت و نیازمندی کی ادائیگی کے بعد عرض ہے کہ عنایت نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی جو کہ آپ نے نہایت لطف و مہربانی سے ملا طاہر کے ہمراہ اس مسکین بے تسکین کے نام ارسال فرمایا تھا اس کے موصول ہونے سے سعادت مند ہوا، جس میں مہربانی و بندہ پروری کے باعث شوق آمیز واردات اور عشق انگیز فقرے درج تھے اس کے مطالعہ نے اہلِ اشتیاق کی آگ کو دوچند اور اُن کے شعلۂ شوق کو سر بلند کیا۔ ع

آب آتش را مدد شد ہمچو نفط [پانی روغنِ نفط (ایک قسم کا تیل) کی مانند آگ کا مددگار ہو گیا]

بیشک لطفِ محبوب اس کی بے نیازی کی طرح عشق افزا اور آتش انگیز ہے، مشتاقوں کی حالتِ سوختہ کو یہ ہندی مصرع واضح کرتا ہے، ع

چونے کی سی کانکری جب چھڑکوں تب آگ [یعنی عاشق بن تجھے چونے کی کنکری کی مانند ہے کہ جب اس پر پانی چھڑکا جائے اسی وقت آگ کی طرح ہو جاتا ہے]

عاشقِ مسکین کو نہ ناراضگی کی تاب ہے، نہ عنایت کی طاقت اور نہ غصے کی برداشت ہے، نہ مہربانی کا حوصلہ، ع

کہ وصل از ہجر باشد جان ستان تر [کیونکہ وصل ہجر سے زیادہ جان لیوا ہے]

علہ مشکوۃ شریف میں ابوداؤد و ترمذی سے اس طرح روایت ہے عن المقدام بن معدیکرب عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا احب الرجل اخاہ فلیخبرہ انہ یحبہ، اور حصن حصین میں اس طرح ہے و اذا احب اخاہ فلیعلمہ ذالک۔

حدیث شریف علیہ السلام کو کَشَفَہٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْہِہٖ مَا انْتَہٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ [اگر وہ اس پردہ کو کھول دے تو اس کی مخلوق میں جہاں تک اس تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ بصر پہنچے اس کی ہر چیز کو جلا دے] اس معنی کی شاہد ہے۔

شعر
گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ وطاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ دل میں یار خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ وطاقت کس کو ہے]

بیشک لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ [بادشاہ کی بخششوں کو اس کی باربردار سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں] عاشق کی ہستی جبتک درمیان میں ہے سینکڑوں آزمائشوں کی مورد ہے، اس کی بھلائی نیست ہونے میں ہے اور اس کی کامیابی ہستی کو ترک کرنے میں ہے، ممکن سے زیادہ بے مراد معلوم نہیں کہ کوئی ہو، کمال کی نفی کرنا اس کے حق میں کمال ہے اور اچھائی کی نفی کرنے میں اس کی اچھائی ہے، جس شخص کا کمال (اپنے) کمال کی نفی کرنے میں ہو اور اس کی بھلائی (اس کی) نیستی میں ہو وہ اپنے مولا (جلّ شانہ) کے کمال کی کیا خبر رکھتا ہوگا اور اس تعالیٰ شانہٗ کی ہستی کے جمال کو کس طرح معلوم کرے گا مگر وہ شخص جو کہ (اپنی) نیستی کے جال میں (اس کی) ہستی کا شکار کرے اور وجودِ موہوب کے ساتھ موجود ہو جائے پس (اس اعتبار سے) عارف ہی معروف ہوگا اور واجد ہی موجود ہوگا۔ بات طویل ہوگئی ع

بندہ باید کہ حدِّ خود داند [بندہ کو چاہئے کہ اپنی حد کو پہچانے]

آپ نے اس مسکین کی آمد کا انتظار ظاہر فرمایا ہے ع

از دوست یک اشارہ از ما بسر دویدن [دوست کا ایک اشارہ ہمارے لئے سر کے بل دوڑنے کا باعث ہے]

فقیر کیلئے سعادت ہے کہ (آپ کی) خدمت میں پہنچے اور بیحد فرحت وشادمانی والی صحبت کی برکات سے مستفید وسعادتمند ہو سکے۔

مکتوب ۲

مخدوم زادہ گرامی شیخ عبدالاحد کے نام اس بارے میں کہ افضلیت عالمِ خلق وعالمِ امر کے درمیان دائر ہے (پھرتی رہتی ہے) لیکن کُلّی فضیلت عالمِ خلق کے لئے ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت کی شرح میں جو ایک مکتوب میں آئی ہے کہ تکمیل ودعوت میں آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جلّ وعلا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے اور اس بارے میں کہ یہ جو حضرت خواجۂ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ سیر وسلوک سے مقصود یہ ہے کہ (ایمانِ) استدلالی کشفی

۱؎ یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اسی ٹکڑے سے پہلے حجابہ النور ہے۔

ہوجائے اور اجمالی تفصیلی بن جائے (یہ) اربابِ جہل کی نسبت کس طرح درست ہوگا اور اس بیان میں کہ حقیقتِ محمدی کا اپنے مقام سے عروج، اس کا حقیقتِ احمدی تک پہنچنا کس معنی میں ہے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ عافیت و استقامت کے ساتھ رکھے اور اس کے احسان و کمالِ کرم سے کامیابیوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الفِ ثانی (رضی اللہ عنہ) کے مکتوبات میں آیا ہے کہ عالمِ خلق عالمِ امر سے افضل ہے، اور کسی دوسری جگہ لکھا ہے کہ ولایتِ احمدی ولایتِ محمدی سے اوپر ہے کیونکہ اسمِ احمد میں عبدیت کا ایک طوق ہے اور اسمِ محمد میں دو طوق ہیں، پس اوّل (یعنی اسمِ احمدی دوسرے یعنی اسمِ محمدی سے فضیلت میں) حضرت اطلاق (ذات جلّ وعلا) سے ایک قدم زیادہ نزدیک ہے اور نیز مکتوبات شریف میں آیا ہے کہ ولایتِ احمدی عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے اور ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے، یہاں سے عالمِ امر کی عالمِ خلق پر فوقیت مفہوم ہوتی ہے (ان دونوں اقوال میں) تطبیق کی کیا صورت ہے؟

ص ۹

اے سعادت آثار! تفوق افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے اور جائز ہے کہ کسی ایک شخص کا مکانِ طبیعی کسی دوسرے شخص سے اوپر ہو اور وہ دوسرا شخص اپنے مکانِ طبیعی کے نیچا ہونے کے باوجود افضل ہو جیسا کہ فرشتہ جو کہ مکانِ طبیعی کے اعتبار سے انسان سے اوپر ہے۔ (انسان) زمین پر ہے اور وہ (فرشتہ) آسمان پر، یہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ میں ہے اور وہ ولایتِ علیا میں، اس کے باوجود افضلیت انسان کو ہے۔ پس (حضرت مجددؒ کے ہر دو اقوال میں) کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقتِ معاملہ یہ ہے کہ عالمِ امر کو عالمِ خلق پر فوقیت ہے اور وہ بالذات عالمِ قدس کے زیادہ قریب ہے، اور عالمِ خلق جب تزکّی و مُطہّر ہو جاتا ہے اور اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو عالمِ امر سے اوپر چلا جاتا ہے اور اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ عالمِ امر کا عروج بھی وہاں نہیں پہنچتا، پس حال اور مکانِ طبیعی کے اعتبار سے فوقیت عالمِ امر ہی کے لئے ہے اور عروج و انجام کے اعتبار سے افضلیت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے، ان دونوں اعتبارات کے لحاظ سے تفوق و افضلیت کا حکم ان ہر دو عالم کے درمیان کسی تضاد و ٹکراؤ کے بغیر دائر ہوتا ہے (اور ان سے باہر نہیں جاتا) لیکن کُلّی فضیلت عالمِ خلق کے لئے ہے کیونکہ فضیلت کا مدار قُرب پر ہے اور جو قُرب کہ عالمِ خلق کو کمال (حاصل ہونے) کے بعد ہے وہ عالمِ امر کو نہیں ہے اگرچہ وہ (عالمِ امر) اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عالمِ امر کی مُربّی (تربیت کرنے والی) ولایتِ احمدی ہے اور اس ولایت کو ولایتِ محمدی پر فضیلت ہے جو کہ آنحضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے عالمِ خلق کی مربی ہے کیونکہ اس کو تفوق اور حضرتِ ذات تعالیٰ کے ساتھ اقربیت ہے پس مُربّی کی فضیلت کے اعتبار سے عالمِ امر کو فضیلت ہوئی۔

(اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ تفوق افضلیت کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور اسے تسلیم کر لینے کی صورت میں جو فضیلت کہ مُربّی کے واسطے سے ہوئی ہے اس سے فضیلتِ کلی لازم نہیں آتی، بعض وجوہ سے فضیلت ہونے کے لئے بھی کافی ہے اور شک نہیں ہے کہ عالمِ امر کو کئی وجوہ سے عالمِ خلق پر فضیلت ہے اگرچہ فضلِ کلی کا معاملہ برعکس ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ (مکتوباتِ مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی) جلد اول کے مکتوبات میں سے ایک مکتوب میں آیا ہے کہ تکمیل و دعوت (کے مرتبہ) میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جل وعلا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے، یہ کس معنی میں ہے؟ (جواب) آپ جان لیں کہ یہ بات اُس بات کی مانند ہے جو حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) نے رسالہ مبدأ و معاد میں لکھی ہے اور انھوں نے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے غلبہ کی خبر دی ہے کہ "میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے" اور انھوں نے اس کا حل اسی جگہ فرمایا ہے آپ اس رسالہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ انھوں (حضرت مجدد علیہ الرحمہ) نے (اس رسالہ میں) لکھا ہے کہ محبت و معرفت مرتبہ صفات میں ہے اور بس، مرتبۂ ذات تعالیٰ میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے الخ اگر کہا جائے کہ مغلوبیت اصلِ محبت کا تقاضا کرتی ہے اور مرتبۂ ذات میں جو کہ نسبتوں اور اعتبارات کے ساقط ہونے کا مرتبہ ہے جس وقت محبت کی نسبت ساقط ہو جائے گی تو چاہئے کہ مغلوب محبت بھی نہ ہو، (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ عروج کے وقت میں جو کہ استہلاک (فنائیت) کا وقت ہے محبت کی نسبت دیگر تمام نسبتوں کی مانند ساقط ہے لیکن نزول کے وقت جو کہ شعور کا زمانہ ہے اور (سالک) رُو بخلق ہے اگر نسبتِ محبت کسی تعلق کے واسطے سے پیدا ہو جائے تو گنجائش ہے جیسا کہ مثلاً اس تعلق سے کہ (حق سبحانہٗ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے وغیرہ۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) نے لکھا ہے اور حضرت خواجۂ بزرگ (بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ) سے بھی منقول ہے کہ سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ استدلالی (ایمان) کشفی اور اجمالی (ایمان) تفصیلی ہو جائے، یہ قول اہلِ کشف اور اربابِ علم کے حق میں درست ہے لیکن اربابِ جہل جو کہ تفصیلی کشف و فہم سے بہرہ ور نہیں ہیں اُن کے بارے میں کس طرح درست ہوگا اور یہ لوگ کیا چیز طلب کریں گے۔ (جواب) آپ جان لیں کہ یہ قول سب کے بارے میں درست اور حقیقت کے مطابق ہے لیکن اگر کوئی شخص مفہوم تک نہ پہنچے تو قول کا کیا قصور ہے، یا یہ کہ ہم کہتے ہیں یہ حکم لگانا کہ اربابِ جہل مطلق طور پر کشف و تفصیل سے بہرہ ور نہیں ہیں ناقابلِ تسلیم ہے کیونکہ ان میں سے جو شخص کمال کو پہنچ گیا اس کا باطن حجابات سے

م ۱۱ نکل چکا ہے اور اُس نے حجاب اتحاد پا اور ادراکِ بسیط حاصل کرلیا ہے کیونکہ وہ غیراللہ کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہے اور فنا و بقا کو پہنچ گیا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جبتک نہ پائے رہائی نہیں پاتا اور یافت (پالینا) عین کشف و شہود ہے اور وہ استدلالی و اجمال کی تنگی سے نکل چکا ہے اور اس بات کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ کشف وشہود معرفت اور یافت (پانا) سے ماوراء ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ قول حصر (تحدید) کا موجب نہیں ہے کہ سیر و سلوک سے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سیر و سلوک کا اعلیٰ مقصد ہے اور جو کچھ اس قول (قولِ مجدد و نقشبند قدس سرہما) میں مذکور ہے وہ بھی مقاصد میں سے ہے بعض کو حاصل ہوتا ہے اور بعض کو نہیں لیکن معرفت کا حصول سب کے لئے ضروری ہے کیونکہ ولایتِ خاصہ اس کے بغیر واقع نہیں ہوتی اور اس تقدیر پر اگر ہم حصر کہیں تو وہ اس چیز کی نسبت سے حصرِ اضافی ہوگا جو کہ عوام کے ذہنوں میں منقش ہو گئی ہے کہ طریقۂ صوفیہ کے سیر و سلوک سے مقصود غیبی الوان و انوار کا مشاہدہ اور مخلوقات کے احوال کا کشف اور خوارق و کرامات کا ظہور ہے، اسی بنا پر فرمایا ہے کہ اس سے مقصود ایمان کی تکمیل ہے نہ کہ غیبی صورتوں کی سیر کرنا جو کہ عبث میں داخل ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

کراماتِ تو اندر حق پرستی ست   جز ایں کبر و ریا و عُجب و ہستی ست

[تیری کرامت حق تعالیٰ کی عبادت میں ہے، اس کے سوا تکبر و ریا و خود بینی اور ہستی (اپنا وجود سمجھنا) ہے]

یعنی کشف و خوارقِ عادات میں سے جس چیز کو تو نے کرامت خیال کیا ہے وہ کرامت نہیں ہے کرامتِ حقیقی اس پر موقوف ہے کہ تو حق پرست بنے اور شرک کے دقائق سے باہر ہو جائے اور معرفت کی طرف راستہ پالے اور فنا و نیستی حاصل کرے کہ انسان کا کمال اس میں منحصر ہے اور جب تو یہ چاہے کہ کرامت و خرقِ عادت کا اظہار کرے اور مخلوق کو اپنا معتقد بنائے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے ممتاز ہو جائے تو لازماً تکبر و ریا و عُجب و ہستی ظاہر ہوگا اور قُرب سے بُعد کے سوا (اور کچھ) اضافہ نہ ہوگا اور معرفت سے بے نصیبی حاصل ہوگی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا [ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ قول تینوں گروہوں کی نسبت سے ہے یا خاص مبتدی و متوسط کی نسبت سے ہے"۔ اے سعادت اطوار! یہ قول منتہی کی نسبت سے ہے استدلالی (ایمان) کا کشفی اور اجمالی (ایمان) کا تفصیلی ہو جانا منتہی کا معاملہ ہے مبتدی و متوسط اس کمال سے دور ہیں ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ جب م ۱۲ حقیقتِ محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقتِ احمدی کے ساتھ متحد ہو گئی اور وہ مقام (حقیقتِ محمدی کا مقام) خالی رہ گیا تو چاہیے کہ ان ایام میں قیامت کے دن تک حقیقتِ محمدی کے (اپنے مقام میں) معدوم ہونے کی وجہ سے

اُس تک پہنچنا محال ہو اور حقیقتِ موسوی جو کہ محبیت صرف ہے اور حقیقتِ احمدی جو کہ محبوبیتِ محض ہے کا حائل کوئی مقام نہیں ہوگا (کیونکہ حقیقتِ محمدی حائل تھی اور وہ معدوم و منتقل ہو چکی ہے) اور محبیتِ خالص و محبوبیتِ خالص کے سوا نہیں ہے اور چاہیئے کہ دائرہ کے بغیر مرکز موجود ہو اور یہ باعتبارِ ظاہر محال ہے (اس لئے کہ مرکز دائرے کے عین وسط کے نقطہ کو کہتے ہیں) اور چاہیئے کہ محمدی المشرب دنیا میں پیدا نہ ہو کیونکہ ولایتِ محمدی موجود نہیں ہے کہ اُس تک پہنچا جا سکے۔ (جواب) آپ جان لیں کہ حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے جلد اول کے مکتوب ۲۰۹ میں وضاحت فرمائی ہے کہ اس جگہ حقیقتِ احمدی و حقیقتِ محمدی سے مراد آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے عالمِ خلق و عالمِ امر کا تعین امکانی ہے نہ کہ تعینِ وجوبی کہ آپ کا تعینِ امکانی جس کا ظل ہے کیونکہ تعینِ وجوبی کے عروج کے کوئی معنی نہیں ہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے تم کلامہ (آپ کا کلام ختم ہوا)۔ اس صورت میں تمام شبہات نیست و نابود ہو جاتے ہیں کیونکہ شبہات کی جائے پیدائش تعینِ وجوبی کا عروج اور اس کے ساتھ متحد ہونا ہے جیسا کہ (اہلِ عقل پر) پوشیدہ نہیں ہے، اور جب ایسا نہیں ہے تو ویسا[1] بھی نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ آپ نے (حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے) بعض کلام کا مطالعہ کیا ہے اور بعض کلام کو نہ دیکھتے ہوئے شبہات وارد کئے ہیں، تسلیم کر لینے کی صورت میں ہم کہتے ہیں کہ ظل کا اصل کے ساتھ مل جانا ظل کے معدوم ہو جانے کا باعث نہیں ہے اس جگہ (یعنی اس لحوق میں) صفات کا تبدیل ہونا ہے (نہ کہ حقیقت و ذات کا تبدیل ہونا) فنا و بقا جو کہ ولایت کے دو رکن ہیں وہاں بھی صفات کا تبدیل ہونا ہے (کیونکہ) سالک فنا کے ساتھ معدوم نہیں ہو جاتا، حقیقت کا تبدیل ہونا محال ہے آپ نے خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ (تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو) سنا ہوگا۔ تعجب ہے کہ آپ نے حقیقت کا معدوم ہو جانا کہاں سے سمجھ لیا ہے اور شبہات کی بنیاد اس پر رکھی ہے، اس سے زیادہ نہیں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیقت سے عروج فرما کر اوپر والی حقیقت تک پہنچے اور اُس کے اوصاف سے بھی متصف ہوئے ہیں، سابقہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس تک وصول واقع ہے اور اُس (حقیقتِ محمدی) کا ان دونوں حقیقتوں (حقیقتِ موسوی و حقیقتِ احمدی) کے درمیان حائل ہونا اپنے حال پر موجود ہے اور مرکز و دائرہ قائم ہے بلکہ اس کو حقیقتِ محمدیہ کہنا مَا کَانَ [اول حال] کے اعتبار سے جائز ہے اور یہ جو حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ "مقامِ حقیقتِ محمدی خالی رہ گیا" یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مقام آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عروج کے بعد اپنے

۱۳

---

[1] یعنی جب تعینِ وجوبی مراد نہیں ہے جو کہ شبہاتِ سابقہ کی جائے پیدائش ہے تو شبہات کا وجود بھی نیست و نابود ہو گیا۔

حال پر ہے پس جو کچھ اس کے لوازم ہیں یعنی محبوبیت و محبّیت اور مرکزیت و عدم مرکزیت وہ بھی اپنے حال پر رہیں گے، اور جو شخص کہ استعداد کے باعث اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے وہ محمدی المشرب ہے کیونکہ یہ مقام حقیقتِ مقامِ محمدی کا مقام ہے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مخدوم زادہ گرامی شیخ محمد خلیل اللہ کے نام اپنے برادرِ کلاں امام العارفین قدوۃ الواصلین واقفِ اسرار کلام مجید حضرت شیخ محمد سعیدؒ کے بعض مناقب و محاسن کے بیان میں تحریر فرمایا جو کسی تقریب سے لکھا گیا۔

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ والہ ونسلم، شیخ محمد سعیدؒ سے بچپن ہی سے قبول و کرامت کے آثار ظاہر تھے اور لڑکپن ہی سے ولایت و بزرگی کے اطوار نمایاں تھے۔ حضرت قطب الولایت خواجہ محمد باقی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ حیات میں آپ کم عمر تھے اور حضرت خواجہؒ کی ظاہری خدمت میں نہیں پہنچے تھے لیکن حضرت خواجہؒ نے اُن کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید ہمارا ہم پیشہ وہم کار ہے اُس نے ہم سے غائبانہ نسبت حاصل کرلی ہے۔ ع

فی المھد ینطق عن سعادۃ جدہٖ [یہ بچہ گہوارہ میں اپنی سعادتِ بخت کو بیان کر رہا ہے یعنی اس میں نیک بختی کے آثار موجود ہیں] — اور انھوں نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والدِ بزرگوار (مجدد علیہ الرحمہ) کی خدمت میں حاصل کئے ہیں اور سترہ سال کی عمر میں معقولہ و منقولہ ظاہری علوم کو کمال کے درجے تک پہنچایا ہے اور وہ اپنے والدِ بزرگوار کی مانند کمال درجہ کی پابندئ شریعت و تقویٰ سے آراستہ اور سنت کی متابعت اور عزیمت پر عمل کے ساتھ مزیّن ہیں، نرم کلامی، کامل تواضع، مہمانوں کی خبر گیری کا اہتمام، حاضر چیز کو خرچ کرنا، اپنے وجود کی نفی کرنا ان کا پسندیدہ طریقہ ہے، قرآن مجید کو سندِ عالی کے ساتھ تجوید سے سیکھا ہے اور حدیثِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں جید سند اور انتہائی اعلیٰ مرتبہ اور فقہی مسائل میں اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے ہیں، حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کو جب کسی فقہی مسئلہ کی تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو اکثر اوقات اُن (محمد سعیدؒ) سے اس کی وضاحت طلب کرتے تھے اور جس وقت کہ وہ مسائل کی مشکلات کا حل کر دیتے تھے اور بعض دشوار مقامات سے رہائی کی راہ نکال دیتے تھے تو حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) بہت خوش ہوتے اور ان کے حق میں دعا فرماتے تھے، اور وہ حضرتِ والا کی زندگی ہی میں کمال و تکمیل کے مراتب کو پہنچ گئے تھے اور نیز ان کی زندگی ہی میں ان سے خلافت حاصل کر کے طریقہ کی

تعلیم دینے اور طالبین کو راہِ حق جل وعلا کی رہنمائی کرنے لگے تھے اور عقلِ معاد (معاملات آخرت کی سمجھ) کے کمال کے ساتھ ساتھ عقلِ معاش (دنیاوی کاموں کی سمجھ) میں بھی درجۂ کامل رکھتے تھے چنانچہ حضرت والا اکثر امور میں ان سے صلاح ومشورہ لیا کرتے اور ان کی رائے کو پسند فرماتے تھے اور باطنی امور میں بھی یہ حضرتِ عالی کے رازدار تھے، حضرتِ والا جو اسرار اُن سے بیان فرماتے تھے ان میں کوئی دوسرا شخص کم ہی شریک ہوتا تھا اور ان کو حضرتِ عالی کے پوشیدہ اسرار اور خاص معاملات کی بشارت دی گئی ہے اور وہ اُن میں موجود ہیں، ظاہری ... س والے لوگ ان کی توجہ سے شفا طلب کرتے ہیں اور باطنی امراض والے حضرات اُن کے تصرف سے جمعیتِ (قلب) کی راہ اختیار کرتے ہیں، مختصر یہ ہے کہ یہ قطب المحققین وارث المرسلین حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے قول کا مصداق ہیں جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "ہم فضلی ہیں"۔ یہ نقل اُن کی بزرگی کے بارے میں کافی ہے جو کہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مکاشفہ میں دیکھتے ہیں کہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے پیغمبر آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام جمع ہیں اور وہ (خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ) بھی حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے چند اصحاب کے ساتھ اس مجلس میں حاضر ہیں، اسی اثناء میں اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک کاغذ طلب کرتے ہیں تاکہ آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھیں کاغذ حاضر کیا گیا اور انھوں (اصحاب کرامؓ) نے اس مضمون کا عریضہ لکھا کہ یہ لوگ (یعنی یہ جماعت جس میں خواجہ محمد سعید شامل ہیں) اور ہم (صحابۂ کرامؓ) اللہ جل سلطانہٗ کی عنایت میں برابر ہیں اور (حالانکہ) ہم نے یہ سب محنتیں اور سخت مشقتیں (آپ کی معیت میں) اٹھائی ہیں اور انھوں نے نہیں اُٹھائیںؔ اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ آیتِ قرآنی تحریر فرمائی ہے: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ[۲] (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے) اور وہ خواجہ محمد سعیدؒ معارف وحقائق کی توضیح اور اسرار و دقائق کی تشریح میں اعلیٰ درجہ کی زبان اور اطمینان بخش بیان رکھتے ہیں اور چونکہ اہلِ معنی (اہلِ حقیقت) کے نزدیک سب سے اعلیٰ کمال اور سب سے بہتر کرامت ذاتِ تعالت وتقدست کے دقائق اور صفاتِ تعالت وتقدست کے حقائق میں گفتگو کرنا ہے جو کہ اُن ہی جوش ذوق ونعرۂ شوق

ص ۱۵ ا

---

[۱] اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو رزینؒ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم سے بہتر کوئی شخص ہے ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ کی معیت میں جہاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہے جو تم سے بعد میں ہوگی وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انھوں نے مجھ کو نہیں دیکھا ہوگا اور ایک حدیث میں ہے جس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشی ہے جس نے مجھ کو دیکھا اور اس شخص کے لئے سات مرتبہ خوشی ہے جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا (المشکوٰۃ) [۲] سورت ۶۲ آیت ۴

سے صادر ہوئی ہے اس لئے اُن کے کمالات کی شرح اور ان کی کرامات کی وضاحت سے لب بند کر کے اُن کے ملفوظات و مکتوبات کے حوالہ کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے اس کی طرف سراغ لگائیں اور معنی سے صورت کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا [میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کرلیں]

مکتوب ۴

ان مکتوباتِ قدسی آیات کے جامع فقیر حقیر محمد عاشور بخاری کے نام اہل اللہ کا طریقہ اور اُن کے سیر و سلوک کا خلاصہ اور لطائفِ عالمِ امر کی فنا اور اُن کی بقا کو مفصل طور پر بیان کرنے اور عالمِ خلق کے لطائف کی ان لطائفِ عالمِ امر میں سے ہر ایک کے ساتھ مناسبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ و آلہ و نسلم، آپ جان لیں کہ فنائے قلب اس سبحانہٗ و تعالیٰ کے ماسوا کے نسیان اور غیر اللہ کا خیال دل میں نہ آنے سے عبارت ہے یہاں تک کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی غیر اللہ کا خیال دل میں لائے تو وہ دل میں نہ آئے، اُس (قلب) کی بقا اس چیز کے ساتھ ہے کہ جس کے ظہور سے اس (قلب) کی فنا حاصل ہوئی ہے اور وہ چیز دل پر حق سبحانہٗ کی تجلیٔ فعل کا ظہور ہے، اگر کہا جائے کہ فنا کے بعد اُس تجلی کا ظہور ہوتا ہے یا اُس تجلی کے بعد فنا (حاصل ہوتی) ہے تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ دونوں) لازم و ملزوم بھی ہیں، وہی شیخ الاسلام[1] انصاری (قدس سرہٗ) کا قول ہے کہ "جبتک تو (اس کو) نہیں پائے گا رہائی نہیں پائے گا اور جبتک رہائی نہیں پائے گا (اس کو) نہیں پائے گا میں نہیں جانتا کہ (ان دونوں میں) کون مقدم ہے توڑنا یا جوڑنا"

جب تجلیٔ فعل کے ظہور سے قلب فانی ہو جاتا ہے اور اس فنا میں سالک کے فعل کی نفی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلوب الفعل پاتا ہے اس کے بعد حق سبحانہٗ کے فعل کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے اور اپنے فعل کو حق سبحانہٗ کا فعل پاتا ہے، اس کے بعد فنائے روح ہے اور فنائے روح اس تعالیٰ شانہٗ کی تجلیِ صفات کے ظہور سے حاصل ہوتی ہے اور بقائے روح بھی انہی صفاتِ قدس کے ساتھ ہوتی ہے، اس کے بعد فنائے سر ہے کہ جس کو فنا کرنے والے شیونات و اعتباراتِ صفات ہیں اور اس کی بقا اُن شیونات و

---

[1] یعنی ابو اسمٰعیل، یہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے اور اکابر محدثین میں سے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو اساتذہ سے حدیث لکھی ہے جو سب سُنّی تھے

عبارات میں اس کی فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد فنائے خفی ہے جس کو فنا کرنے والی صفاتِ سلبیہ تنزیہیہ ہیں اور اس کی بقا اُن (صفات سلبیہ) کے ساتھ ہے، اس کے بعد فنائے اخفی ہے اور اس کو فنا کرنے والا وہ مرتبہ ہے جو کہ مرتبۂ تنزیہی و (مرتبۂ) احدیتِ مُجردہ کے درمیان برزخ (حد فاصل، واسطہ) کی مانند ہے اور بقائے اخفی اس مرتبۂ مقدسہ میں فنا کے بعد ہے، جب سیر یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو ولایت عالمِ امر کے درجات اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ یہ لطائف خمسہ مرتبۂ ولایت میں ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل مدد فرمائے تو عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کے کمالات میں سیر شروع ہو جائیگی جو کہ نفسِ انسانی اور عناصرِ اربعہ ہیں اور عالمِ خلق کے یہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے لطائف خمسہ کی اصل ہیں لطیفۂ نفس کا معاملہ قلب کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ باد (ہوا) کا معاملہ لطیفۂ روح کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ آب (پانی) کا معاملہ لطیفۂ سر کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ نار (آگ) کا معاملہ لطیفۂ خفی کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ خاک کا معاملہ لطیفۂ اخفی کے معاملہ کی اصل ہے۔ جاننا چاہئے کہ فنا کا فائدہ صفاتِ بشریہ کا زائل اور شرکِ خفی کا رفع ہونا ہے اگرچہ سر، خفی اور اخفی شرعی احکام کے ساتھ مکلّف نہیں ہوئے ہیں اور ان کے شرک کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے لیکن ولایت خاصہ کے مرتبہ میں اس شرکِ خفی کے رفع سے چارہ نہیں ہے اور جس قدر یہ (لطائف) زیادہ لطیف و نورانی ہوں گے ان کا شرک اسی قدر زیادہ خفی ہوگا اور اس شرک کا رفع کرنا اسی قدر زیادہ دقیق ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ بعض اشخاص کو فنائے قلب و روح حاصل ہو جائے اور فنائے سِر حاصل نہ ہو اور بعض کو فنائے سِر حاصل ہو جائے اور ان دونوں لطیفوں (خفی و اخفیٰ) کی فنا حاصل نہ ہو جو کہ اس کے بعد ہیں اور اس کو انہی (تین لطیفوں) لطیفۂ قلب، روح اور سِر پر اکتفا ہوا اور وہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہو، لیکن جب کل (قیامت کے روز) ان لطائف میں سے ہر ایک لطیفے کے حقائق جلوہ گر ہوں گے تو جو لطائف کہ اس دنیا میں فنا و بقا کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے ہونگے وہ (وہاں پر) اس فنا و بقا کے مناسب ثمرات و نتائج سے کامل فائدہ حاصل نہیں کریں گے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا[1] [جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا] والسلام

ص ۱۷

بیان فائدہ فنا

---

[1] سورت ۱۷ آیت ۷۲۔

مکتوب ۵

قاضی عارف کشمیری کے نام، حدیث "اَرْوَاحُهُمْ اَیِ الشُّهَدَاءِ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ الخ"[۱] کی علماء و صوفیہ کے طریقہ پر شرح اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ ما اسبغ من افضالہ والصلوۃ والسلام علی نبی الرحمۃ وقائد الخیر وآلہ وعلی جمیع الانبیاء وآل کل وسائر الصالحین نہایۃ سؤل السائلین وغایۃ امل الآملین، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آپ جیسی صاحب کمالات و فضائل و اوصاف فاضلہ ہستی کو اپنی عنایات میں شامل فرما کر درجات قرب میں بے اندازہ ترقیات مرحمت فرمائے، آپ نے دریافت کیا تھا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں (رہتی) ہیں، یہ کس معنی میں ہے اور یہ کونسی بزرگی ہے کہ کاملین کی ارواح جانوروں کے پوٹوں میں رہیں۔ ۱۸

(جواب) میرے مخدوم! پہلے ہم حدیث کو اس کی شرح کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد ان شبہات کو جو آپ نے وارد کئے ہیں لکھتے ہیں اور ہر ایک شبہ کا جواب بیان کرتے ہیں:۔ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں انھوں نے فرمایا[۲] کہ ہم نے (حضرت) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ الآیہ[۳] ۱۹ [جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں تم اُن کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں اُن کو روزی دی جاتی ہے] کے بارے میں دریافت کیا، ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ البتہ ہم نے (اس کے بارے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اُن یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل (شہید) ہو جانے والوں کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔ حدیث شریف میں جو لفظ طَیْر ہے وہ طائر کی جمع ہے اور واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور خُضْر خ کی پیش اور ض کی جزم سے اَخْضَر کی جمع ہے یعنی اُن (شہداء) کی ارواح جب اپنے بدنوں سے جدا ہو جاتی ہیں تو ان کیلئے اس ہیئت (سبز پرندوں کی شکل) کے جسم پیدا کر دیئے جاتے ہیں وہ روحیں ان جسموں سے تعلق حاصل کر لیتی ہیں اور یہ جسم ان (سابقہ) بدنوں کے نائب و قائم مقام و بدل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ[۴] میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس شہداء کی ارواح ان

---

[۱] یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد میں ابوداؤد سے مروی ہے [۲] مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد [۳] سورۃ ۳ آیہ ۱۶۹

اجسام کے وسیلے سے لذاتِ حسیہ میں سے اس چیز کے حصول کی طرف پہنچتی ہیں جس کی وہ خواہش کرتی ہیں۔ اور حق جل وعلا کا ارشاد یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ الخ [اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ اس چیز کے ساتھ خوش وخرم ہیں جو اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضل سے دیتا ہے الخ] اس معنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اُن پرندوں یا اُن ارواحِ شہدا کے لئے عرش کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں جو کہ پرندوں کے گھونسلوں کی مانند ہیں وہ پرندے سیر کرتے اور چُگتے ہیں اور جنت سے اس کے پھل اور اس کی لذتیں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے اور چکھتے ہیں پھر انہی قندیلوں کی طرف واپس آجاتے ہیں پھر اُن کا پروردگار اُن کی طرف ایک خاص عنایت اور مخصوص تجلی کے ساتھ نظر فرماتا ہے اور فرماتا ہے کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ کہتے ہیں ہم اب کس چیز کی خواہش کریں جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور کھاتے پیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن سے تین دفعہ یہی دریافت فرمائے گا، جب وہ دیکھیں گے اور جان لیں گے کہ اُن کو سوال کرنے سے چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے (سابقہ) اجسام میں لوٹا دیا جائے (اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے) حتیٰ کہ ہم آپ کے راستہ میں دوسری مرتبہ قتل (شہید) کر دیئے جائیں پس جب اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ اُن کو (جنت میں) اور کوئی حاجت نہیں ہے تو اُن کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کو مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے اس جگہ (حدیث) میں دو شبہے وارد کئے ہیں، پہلا شبہ یہ کہ یہ تو ارواح کا درجہ کم کرنا اور اُن کا مرتبہ گھٹانا ہے کہ انسانی اجسام سے نکال کر حیوانی اجسام میں داخل کیا جائے، دوسرا شبہ یہ ہے کہ جو لوگ تناسخ (آواگون) اور روح کے تبدیل ہونے کے قائل ہیں وہ اس حدیث کو سند بناتے ہیں۔ ان شبہات کا جواب چند وجہ سے ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان ارواح کو پرندوں کے پوٹوں میں رکھنا ان پرندوں کے بدنوں کو زندہ کرنے کے لئے نہیں ہے کہ تناسخ کا وہم پیدا ہو بلکہ اس طرح پر ہے جیسا کہ موتی یا قیمتی چیز کو اس کی قدر و قیمت کے باعث صندوق میں رکھتے ہیں، اگرچہ یہ ارواح اُن اجسام کو زندہ کرنے والی نہیں ہوں گی لیکن جائز ہے کہ اُن اجسام کے واسطے سے نعمتیں اور لذتیں حاصل کریں حتیٰ کہ کسی انسان کے بدن میں (بھی) تصرف کرتی ہیں اگرچہ وہ انسان کو زندہ کرنے والی نہیں ہیں لیکن انسان کے غم و لذت کے ساتھ لذت یاب اور غمزدہ ہوتی ہیں، پس پرندوں کے یہ اجسام اُن ارواح کے لئے آلات اور سواریوں کی مانند ہیں یہاں تک کہ اُن اجسام کے ذریعے بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور سیر و تفریح کرتی ہیں اور پھول اور خوشبوئیں وغیرہ جو کچھ بہشت میں ہیں ان کا مشاہدہ کرتی ہیں اور حق جل وعلا کے قرب اور مقرب فرشتوں کی ہمسائیگی سے خوش وخرم اور لذت یاب ہوتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ارواح سبز پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جائیں جیسا کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں متشکل ہو جاتا ہے پس (وہ) اجسام ارواح کے ماسوا نہیں ہیں بلکہ جسم اختیار کی ہوئی

ارواح ہیں اور یہ جو صحیح احادیث میں آیا ہے کہ شہداء کی ارواح سفید پرندے ہیں اور بعض طُرق میں آیا ہے کہ پرندوں کی صورتیں ہیں اور بعض طرق میں ہے کہ شہدا کی ارواح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کی مانند ہیں[1]، ان سب سے بھی اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے، اور وجہ تائید یہ ہے کہ بظاہر یہ حدیثیں ان ارواح کے پرندوں کی صورت میں متشکل ہونے سے مطابقت رکھتی ہیں، پس ہم جس حدیث کی تشریح کر رہے ہیں وہ بھی اسی پر محمول ہوگی، کیونکہ بعض حدیثیں بعض حدیثوں کی تفسیر کرتی ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ اجسام انسانی اجسام کی صفت پر ہیں اور اگرچہ پرندوں کی شکل میں ہیں لیکن پرندوں کی صفات پر نہیں ہیں اور قابلِ اعتبار صفات و معانی ہیں نہ کہ صورت و ظاہر۔ جعفر طیار[2] رضی اللہ عنہ دو بازو رکھتے ہیں اور اڑتے ہیں (اُن کے متعلق) یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانی بدن سے نکل کر پرندوں کے بدن میں آگئے ہیں اور بعید نہیں ہے کہ ان (ارواح) کا نام پرندے اس لئے ہو کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پرندوں کی ہیئت پر منتقل ہوتی ہوں نہ کہ قدموں پر چل کر جیسا کہ آدمی دنیا میں پھرتا ہے پس ان کے درجہ میں کوئی پستی و کمی لازم نہیں آتی، اور تناسخ کا گمان بھی باطل ہے کیونکہ یہ اجسام ارواح کا دائمی ٹھکانا نہیں ہیں کہ جس سے حشر و نشر کی نفی لازم آئے جیسا کہ اہلِ تناسخ اس کے قائل ہیں بلکہ (اُن کے) یہ اجسام حشر کے دن تک کیلئے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے "یہانتک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اجساد کو اٹھانے کے لئے اُس (شہید کی روح) کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا"۔ بعض (اہلِ علم) کہتے ہیں کہ تناسخ اہلِ تناسخ کے نزدیک اس دنیا میں ارواح کا دوسرے اجسام میں لوٹنا ہے نہ کہ آخرت میں، کیونکہ یہ جماعت (قائلینِ تناسخ) آخرت اور بہشت و دوزخ کی منکر ہے۔

چوتھی وجہ وہ ہے جو قاضی بیضاویؒ نے کہی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "حدیث اُن کے حال کی اور اُس فرحت و سعادت کی تمثیل ہے جو اُن پر وارد ہوگی اُن کی شادمانی و تر و تازگی و قرار و اطمینان کو طرح طرح کی خواہشات سے لذت یاب ہونے اور جنت میں جہاں چاہیں قیام کرنے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے قُرب اور عرشِ رحمن کے ارد گرد ملاءِ اعلیٰ کو آباد کرنے والے فرشتوں کی جماعت میں منسلک ہونے کو اس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے

---

[1] اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مومن کی روح پرندہ بن کر جنت کے درخت میں معلق رہتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔ اس کو امام مالک و نسائی و بیہقی نے روایت کیا ہے۔

[2] حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی تھے جنگ موتہ میں علم بردار تھے اُن کے دونوں ہاتھ کافروں نے کاٹ دیئے اور شہید کر دیا تھا۔ اُن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کو دو بازوؤں سے تبدیل کر دیا ہے وہ ان کے ذریعہ جنت میں جہاں چاہیں اُڑ کر جا سکتے ہیں اس لئے اُن کو جعفر ذوالجناحین کہا گیا ہے۔

کہ جب وہ سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی تو جنت میں جہاں چاہیں گی گھومیں پھریں گی اور کھائیں پئیں گی اور اُن قندیلوں میں واپس آجائیں گی جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہوں گی

پانچویں وجہ جو کہ اس مسکین کے خیالِ ناقص میں (اپنے ذوق کے مطابق) آئی وہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سبز پرندہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر میں سے جو کہ قلب روح سر خفی اخفی ہیں لطیفہ اخفی سے کنایہ ہو، اخفی لطائف عالمِ امر میں سب سے اعلیٰ اور اُن سب سے اوپر ہے اور حدیثِ قدسی میں کہ جس کو (صوفیہ) نقل کرتے ہیں کہ ... میں آیا ہے وَفِي الْأَخْفَى أَنَا [اور لطیفہ اخفی میں میں خود موجود ہوں] اور اس لطیفہ کی تعبیر پرندہ کے ساتھ اس لئے ہے کہ یہ عالمِ قُدس کی طرف پرواز کرتا ہے اور اُن تمام لطائف سے اوپر جاتا ہے کیونکہ اس کی اصل مراتبِ وجوب میں لطائفِ عالمِ امر کے اصول کے اوپر ہے سبز کے ساتھ (اس کی تعبیر) اسلئے ہے کہ حضراتِ صوفیہ نے اخفی کا نور سبز قرار دیا ہے جو کہ بہترین رنگ ہے اور رُوح کا مقامِ اخفی میں پہنچنا جو کہ اس سے چند (یعنی دو) مرتبہ اوپر ہے پہنچنا اور اخفی کے ضمن میں اس کی پرواز اس کا کمال ہے اور وہ اس پرواز کے ذریعہ ایک ایسی جگہ پہنچ جاتی ہے کہ اپنی اصل سے گذر جاتی ہے اور اپنی استعداد سے (اوپر) ترقی کرلیتی ہے اور ان تمام لطائف سے اوپر چلی جاتی ہے اور مَنْ فِي الْأَخْفَى [جو اخفی میں ہے] کی ہمسائیگی کا حق پیدا کرلیتی ہے اور فِي الْأَخْفَى أَنَا [اخفی میں میں ہوں] وارد ہوا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اس نے کبوتر کے پنجے کو پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی]

اور جب اخفی کے لئے یہ قرب و مرتبہ ہو کہ اس کے حق میں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلیں کہا جاسکے اور رُوح اخفی کے پوٹہ میں پہنچنے کے بعد قرب و وصال کی جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی اور کھاتی پیتی ہے پھر ان قنادیل کی طرف واپس آجاتی ہے اور جزئی مقامِ کُلّی کی طرف عروج کرتی ہے اور آثار کو مٹانے والے اطلاق میں قید کو مٹا دیتی ہے پس وہ قرب کے آخری درجہ اور وصال کے انتہائی مقام میں پہنچ جاتی ہے گویا کہ اول (یعنی جنت میں کھانا پینا) قَابَ قَوْسَيْنِ کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا (قنادیل کی طرف لوٹنا) أَوْ أَدْنٰى کی طرف اشارہ ہے اور روح کو یہ حالت اخفی کی مصاحبت سے حاصل ہوتی ہے اور عین یہ اثر کا زائل ہونا اخفی کے آثار میں سے ہے اور بلاشبہ ہم نے بعض ایسے سالکین میں جن کی ولایت غیر ولایتِ اخفی ہو مشاہدہ کیا ہے کہ اُن کو ایسے شیخ کی صحبت میں جو کمالاتِ اخفی سے متحقق ہو اور ولایتِ محمدیہ تک جو کہ ولایتِ اخفی ہے واصل ہو کمالاتِ اخفی حاصل ہوجاتے ہیں اور وہ شیخ کی صحبت کے جاذبہ سے اس ولایت کے ساتھ متحقق ہوجاتا ہے اور اپنے شیخ کی برکت سے اپنی استعداد سے اوپر عروج کرتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کار شب نیست ... قبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے ... ہم عجب نہیں ہے]

اور جن امور کا جاننا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان ارواح کے اخفیٰ کے پوتوں میں ہونے اور ان اس درجۂ عالیہ تک ترقی کرنے کو اس کے ظاہر پر اور اس کی حقیقت پر محمول کرنا جائز ہے اور اس بنا پر کہ اخفیٰ حدیث شریف کے مطابق محلِ قرب و مقامِ وصل ہے یہ جائز ہے کہ یہ اس کے لئے مراتبِ قرب کے حصول اور درجاتِ وصل تک وصول سے کنایہ ہو خواہ اس کو یہ بات مقامِ اخفیٰ تک وصول اور اس کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونے کے ذریعہ سے حاصل ہو یا کسی اور طریقے سے حاصل ہو کیساں ہے کما لا یخفی علی اربابہ [جیسا کہ اس کے اہل پر مخفی نہیں ہے] پس بیشک ہر ایک لطیفہ مطلوب کی طرف پہنچنے والا طریقہ ہے اگرچہ وہ طریقے اس بلندی و پستی کے مختلف ہونے کے باعث جو ان کے درمیان ہے پہنچنے اور پہنچانے میں مختلف ہوں پس اگر (یہ) کہا جائے کہ اس (تعالیٰ شانہ) کے قول فی الاخفیٰ انا کا مقتضی یہ ہے کہ سب طریقے اخفیٰ تک منتہی ہوتے ہیں (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اس (تعالیٰ شانہ) کے قول وفی الاخفیٰ انا سے بظاہر مراد وراء الاخفیٰ انا [اخفیٰ کے ماوراء میں ہوں] ہے اس طرح پر کہ اخفیٰ اور مطلوب کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوگا بخلاف دوسرے طریقوں کے جو دوسرے لطائف سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ان کے اور مطلوب کے درمیان حائل اور واسطے موجود ہیں جیسا کہ ذوق و وجدان اس کی شہادت دیتا ہے۔

٢٣

مکتوب ٦

سلطانِ وقت (حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ) کے نام نصیحتوں کے بیان اور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ [جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا] کے موجب امن و امان کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ! تو پاک ہے تیری شان نہایت بلند ہے اور تیری برہان نہایت واضح ہے تو آنکھ میں موجود ہے اور آنکھ تجھ کو مشاہدہ نہیں کرتی پس تو ہر چیز کے اس کی ذات سے زیادہ قریب ہے اور درمیان میں پردے حائل ہیں۔ (اے اللہ!) اپنی طرف ہدایت کرنے والے پر کہ جس کی ہدایت سے جہالت کی تاریکی چھٹ گئی اور گمراہی کے اندھیرے دور ہو گئے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور

۔ یہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

اُن کی آل اور اُن کے اصحاب پر جو کہ پاکیزہ نفوس والے ہیں رحمت نازل فرما جبتک زمانے گردش کرتے رہیں اور اسباب اور جہانوں کے معاملے جاری رہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے پھر فرمایا اے معاذ! میں تجھ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے (ڈرنے) سچ بولنے، عہد کو پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت نہ کرنے، یتیم پر رحم کرنے، ہمسایہ کی خبرگیری کرنے، غصہ کو ضبط کرنے، نرمی سے بات کرنے، سلام کی کثرت، امام کو لازم پکڑنے، قرآن مجید میں غور و فکر کرنے، آخرت کی محبت، حساب آخرت سے ڈرنے، آرزو میں کمی کرنے اور حسنِ عمل کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تو کسی مسلمان کو بُرا بھلا کہے، یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرے، یا کسی سچے کی تکذیب کرے، یا امامِ عادل کی نافرمانی کرے اور یہ کہ زمین میں فساد پھیلائے۔ اے معاذ! ہر شجر و حجر کے قریب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر، ہر گناہ کے لئے توبہ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ طور پر اور علانیہ گناہ کے لئے علانیہ طور پر[1]، اس کو بیہقی نے کتاب الزہد میں روایت کیا ہے ـــــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے سکوت فرمایا، اُس شخص نے پھر عرض کیا میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ آپ نے فرمایا ہر دن میں ستر بار۔ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

کمترین دعاگویان نیازمند حضرت سلطان الاسلام امیر المؤمنین انار اللہ برہانہ کی خدمتِ اشرف میں جو کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سایا اور عدل و انصاف کا گہوارہ اور ظلم و ستم کی بنیاد کو اُکھیڑنے والے ہیں عرض کرتا ہے ؎

خَلِيْفَةٌ مَلَكَ الْاٰفَاقَ سَطْوَتُهٗ ... وَالْحَقُّ كَانَ مَدَاهُ اَيَّةً سَلَكَا
يَحُوْمُ حَوْلَ ذُرَاهُ الْعَالِمُوْنَ كَمَا ... تَرَى الْحَجِيْجَ بِبَيْتِ اللّٰهِ مُعْتَرِكَا

[وہ ایسا خلیفہ (بادشاہ) ہے جس کا غلبہ و حملہ تمام آفاق کا مالک ہے اور وہ جس طرف جاتا ہے حق اس کا منتہائے مقصد ہوتا ہے، اہلِ علم اس کی چوکھٹ کے گرد گھومتے ہیں جیسا کہ تو بیت اللہ کا حج کرنے والوں کو دیکھتا ہے کہ وہ ہجوم کرتے ہیں]۔

اور نیازمندی و خاکساری کا اظہار اور امن و امان کی نعمت اور اسلام کی رونق اور اس کے شعائر کی قوت کا شکر و ثنا ادا کرتا ہے اور گوشۂ نامرادی و شکستگی میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کی

---

[1] یہ علانیہ توبہ کرنے کا امر استحبابی ہے وہو المختار عند اربابہ۔

عمر وشان وشوکت اور فتح ونصرت کی زیادتی کے وظیفہ دعا میں جس کے ساتھ مدت دراز سے اُنس والفت میسر ہے مشغول رہتا ہے ــــــــــــ چونکہ یہ دعا خلوص دل سے ہے اور پس پشت ہے اس لئے امید ہے کہ قبولیت کے قریب ہوگی، نبیٔ امی اور ان کی آل امجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلی کے طفیل آپ کی حکومت وسلطنت کا آفتاب بزرگی وبلندی کے اُفق پر چمکتا رہے۔

مکتوب

شیخ محمد صدیق سرہندی کے نام اُس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں جو کہ انھوں نے کلمۂ طیبہ کے اس معنی پر وارد کیا تھا جو صوفیہ کے نزدیک لا موجود الا اللہ سے عبارت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. گرامی نامہ پہنچکر باعث مسرت ہوا چونکہ احباب کی سلامتی وطمانیت پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی کا باعث ہوا، امید ہے کہ اسی طریق پر احوال خیر انجام ارسال فرماکر محظوظ ومسرور کرتے رہیں گے۔

۲۵

آپ نے لکھا تھا کہ کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو جزو پر مشتمل ہے ایک نفی دوسرے اثبات، کیا اس نفی سے ماسوی اللہ کی نفی مراد ہے یا باطل خداؤں کی نفی مراد ہے؟ میرے مخدوم دونوں معنی جائز ودرست ہیں؛ اس راستہ کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی کا تکرار کرتے ہیں اور وہ اس کلمۂ طیبہ کے ذریعہ اپنے آپ سے وجود اور اس کے تابع کمالات کی نفی کرتے ہیں اور ہستیٔ موہوم سے خالی ہو کر نیستی وعدمیت ذاتی کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں اور فنا کو جو کہ ولایت کا رکن اعظم ہے حاصل کر لیتے ہیں ــــــــ آپ نے لکھا تھا کہ اگر ماسوی اللہ کی نفی مراد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے؟ میرے مخدوم! جو شبہ کہ آپ نے دوسری شق پر وارد کیا ہے وہ یہاں بھی وارد ہوتا ہے اور محلِ مضائقہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ماسوی اللہ موجود ہے تو ہمارے نفی کرنے سے اس کی نفی نہیں ہوگی اور اگر موجود نہیں ہے تو اس کی نفی کرنا تحصیل حاصل ہے. ہم جواب میں کہتے ہیں کہ سالک اس کلمہ کا تکرار لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کے عنوان سے کرتا ہے اور اس تکرار کے ساتھ اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کرتا ہے (کیونکہ) ہر مراد ومقصود اس راستہ کے لئے سدِ سکندری (بڑی رکاوٹ) ہے، سالک جبتک اپنی مرادوں سے باہر نہ آجائے اور حق سبحانہ کے ماسوا کوئی مقصود اُس کی وسعتِ سینہ میں نہ رہے اور اشیاء سے اس کا حُبّی وعلمی تعلق منقطع نہ ہو جائے بارگاہِ عزت (جل شانہٗ) کے گرد راستہ نہیں پاتا۔ ع

در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست [تیرے اندر ہر ایک آرزو تیرا ابلیس ہے]

اور اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے (اور) اگر ہم لا موجود کے عنوان سے کہیں تب بھی اشکال (مذکور) دُور ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ ماسوی اللہ موجود نہیں ہے معدوم ہے لیکن موجود نما ہے۔

ع ماعد مہائیم ہستیہا نما [ہم ہستی نما عدم ہیں]

جیسا کہ دائرۂ موہومہ جو کہ نقطۂ جوّالہ کی گردش سے پیدا ہوتا ہے اس (موجود نما ہونے کی) بنا پر عوام کے ذہن اور سالک کے خیال میں موجود کے عنوان سے قرار پا گیا ہے، سالک اس کلمہ کی تکرار سے اس کے وجود کی نفی کرتا ہے تاکہ حس کی غلطی سے نکل جائے اور جہلِ مرکب (اپنی جہالت کو نہ جاننا) سے رہائی پائے اور اس کی بصیرت کی نگاہ میں ایک موجود (حق تعالیٰ) کے سوا نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ خاص میں جو کہ وجود ہے کسی دوسرے کی شرکت نہ رہے ——— آپ نے لکھا تھا کہ اگر (نفی سے) مراد اُن معبودوں کی نفی ہے جن پر کفار کا اعتقاد ہے پس جبکہ باطل معبود نہ ہمارے ذہن میں ہیں اور نہ خارج میں تو ہمارے لئے یہ نفی اثبات کہنا کیا فائدہ رکھتا ہے؟ میرے مخدوم! اس کا فائدہ کفر سے برات اور شرک سے بیزاری اور ایمان کی تجدید اور توحید کا اثبات ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لآ الٰہ الا اللہ کہنے کے ساتھ اپنے ایمانوں کی تجدید کیا کرو۔ اس کے ہر دفعہ کہنے پر بہت سی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے بہت سے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے لآ الٰہ الا اللہ کہا اور اُس (کے مد) کو کھینچا اور دراز کیا تو اس کے چار ہزار کبیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور اوپر گذر چکا ہے کہ اس راستہ کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی (یعنی لاموجود) کے ساتھ تکرار کرتے ہیں ——— آپ نے لکھا تھا "اگر واقع میں باطل معبود موجود نہیں ہیں تو ان کی نفی کرنا تحصیلِ حاصل ہے (جو کہ جائز نہیں ہے) اور اگر موجود ہیں تو اس کے نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتے اور جو نفس الامر (حقیقت) میں موجود ہو وہ معدوم نہیں ہوتا اور اسی طرح جو نفس الامر میں معدوم ہو وہ موجود نہیں ہوتا" میرے مخدوم! یہ شبہ اس صورت میں (ہو سکتا) ہے جبکہ ہم لآ الٰہ سے لاموجود مراد لیں اور معبودوں کے وجود کی نفی کریں لیکن اگر ان کے عبادت کا مستحق ہونے کی نفی کریں اور کلمہ طیبہ کے معنی لامستحق للعبادۃ ولا معبود بالحق الا اللہ [عبادت کا مستحق اور معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں] کہیں جیسا کہ علما نے کہا ہے تو کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا ———

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "نفس الامر میں جو موجود ہے وہ معدوم نہیں ہوتا اور جو معدوم ہے وہ موجود نہیں ہوتا" یہ دونوں مقدمے قابلِ تسلیم نہیں ہیں اور اسلامی اصول پر درست نہیں آتے، یہ حکما کا مذہب ہے جیسا کہ اس کے مقام میں تحقیق کی گئی ہے، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات والتسلیمات افضلہا واکملہا۔

مکتوب ۸

خواجہ عبداللہ اسلام خانی کے نام مشائخ کے اس قول لا یذکر اللہ الا اللہ جو کہ سالک کے وجود کی نفی کرنے والا ہے کے معنی اور آیت کریمہ کَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا جو کہ ذاکر کے وجود کو ثابت کرنے والی ہے کے معنی میں تطبیق دینے کے متعلق ان کے سوال کے حل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ نے لکھا تھا کہ "اکابر کے کلمات میں آیا ہے مَا قَالَ اللہَ اِلَّا اللہُ [اللہ نہیں کہتا مگر اللہ] اور لَا یَذْکُرُ اللہَ اِلَّا اللہُ [اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر اللہ] وغیرہ سے ذاکر کے وجود کی نفی مفہوم ہوتی ہے اور آیہ کریمہ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ [اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے] اور آیت کریمہ کَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا [تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں اور بکثرت تجھے یاد کریں] سے ذاکر کا وجود ثابت (ہوتا) ہے (ان دونوں میں) تطبیق کس طرح ہوگی"۔ آپ جان لیں کہ بندہ سیر و سلوک کے ذریعہ حق (تعالیٰ) ہرگز نہیں ہو جاتا اور کسی وقت میں (بھی) وہ قید امکانی سے رہائی نہیں پاتا ؎

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم　　جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں واللہ اعلم] لیکن سالک محویت و فنائیت کے وقت میں اپنے تعینِ امکانی کو وجودِ حقانی کے ساتھ متحقق اور اس تعالیٰ شانہٗ کے اخلاق کے ساتھ متصف پاتا ہے اور عبادات و اذکار وغیرہ میں اپنے وجود کو درمیان میں نہیں دیکھتا اور لَا یَذْکُرُ اللہَ اِلَّا اللہُ وغیرہ (کلمات) کو زبان پر لاتا ہے پس یہ معاملہ سالک کے شہود میں ہے اور بس ؏

کسے کو در خدا گم شد خدا نیست　　[جو شخص کہ خدا میں گم ہو وہ خدا نہیں ہے]

پس جو کچھ (محولہ بالا) آیہ کریمہ سے معلوم (ہوتا) ہے حقیقت اور نفس الامر ہے اور یہ جو اکابر کے کلام میں آیا ہے مَا قَالَ اللہَ اِلَّا اللہُ یہاں اللہ سے مراد مرتبہ وجوب ہے جو کہ اسماء وصفات اور شیون و اعتبارات کا جامع ہے کیونکہ فنا و بقا ان مراتب میں ہے اور جو کچھ آیات قرآنی میں آیا ہے اس سے مراد مرتبہ ذات ہے پس مرتبہ صفات و اعتبارات میں چونکہ سالک کے وجود کی نفی (ہوتی) ہے (اس لئے) فنا و استہلاک کے اعتبار سے مَا قَالَ اللہَ اِلَّا اللہُ صحیح و درست ہے اور مرتبہ ذات میں اعتبارات میں سے کسی اعتبار کا لحاظ کئے بغیر فنا و بقا متصور نہیں ہے اس لئے ذاکر کو اس مقام میں مذکور کے ساتھ دوئی کی نسبت (ہوتی) ہے اگرچہ وہ اپنے اصول کے ساتھ فنا و بقا پا چکا ہو پس یہاں وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اور کَیْ نُسَبِّحَكَ صادق آئے گا۔

مکتوب ۹

قاضی عنایت اللہ کے نام ضروری نصیحتوں اور طریقہ عالیہ کی تعلیم میں تحریر فرمایا جو انہوں نے حضرت والا سے غائبانہ طلب کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلی والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ کما تحری،

امابعد، گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صادر ہونے سے سرور و مشرف ہوا، میرے مخدوم! حق جل و علا کے ماسوا کی محبت شدید ترین امراضِ قلبیہ میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا اہم ضروریات میں سے ہے۔ ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کے لئے ایک حرف کافی ہے]

(آپ کا) مکتوب شریف پہنچنے اور مطالعہ کرنے کے بعد گم ہو گیا اس کے جواب میں توقف اسی لئے ہوا کہ جس وقت بھی مل جائے دوبارہ نظر ڈالنے کے بعد اُس کا جواب لکھا جائے ابھی تک نہیں ملا ہے اس لئے مجبوراً چند کلمات کے ساتھ تکلیف دی جا رہی ہے۔ آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اور دردِ طلب کی خبر دی تھی، اس شوق کو نعمتِ عظمیٰ جانیں اور اس درد کو سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ حق سبحانہ اس شوق کی آگ کو بھڑکائے اور شعلۂ طلب کو سربلند کرے تاکہ ماسوی اللہ سے بالکل بیگانہ کر دے اور بے فائدہ غم والم سے پوری طرح رہائی دلا دے۔

آپ نے طریقہ کی خواہش کی تھی۔ میرے مخدوم! کام کا مدار ہمارے طریقہ میں صحبت پر ہے پیرِ کامل کی صحبت و توجہ سے طالبِ صادق ترقیات حاصل کرتا ہے اور مدارجِ قرب میں عروج کرتا ہے یہ معاملہ نامہ و پیام سے درست نہیں ہوتا، بہرحال طریقہ لکھا جاتا ہے عمل میں لائیں خالی رہنے سے بہتر ہے، ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر زیں بسے بہتر کہ اندر کام زہر

[اگر میں شکر سے سوائے نام کے کچھ حصہ نہیں رکھتا تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میرے حلق میں زہر ہو]

آپ جان لیں کہ اس راستہ کی پہلی شرط توبہ ہے توبہ کریں اور کہیں، اے اللہ! جو گناہ و قصور مجھ سے سرزد ہوئے ہیں دانستہ طور پر ہوئے ہوں یا نادانستہ طور پر، میں نے اُن سب سے توبہ کی اور (آپ کی طرف) رجوع کیا اور تین بار یہ استغفار پڑھیں أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ[1]

[1] حدیث شریف میں ہے کہ جس نے یہ کلمہ پڑھا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کی مانند ہوں حصن حصین ملخصاً

اس کے بعد زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کریں اور قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا آشیانہ ہے اور اس کا مقام بائیں پہلو میں بائیں پستان کے نیچے ہے متوجہ ہو جائیں اور دل کی زبان سے لفظ مبارک اللہ اللہ کی تکرار کریں جس طرح کہ دل میں کوئی بات گزارتے ہیں اس ذکر میں سانس نہ روکیں اور نہ ذکر میں سانس کا دخل ہونے دیں اور سانس اپنے طور پر آتا رہے اور زبان کو ہرگز حرکت نہ دیں اور اس ذکر پر ہمیشگی کریں، بیٹھتے اٹھتے، کھاتے، سوتے کی حالت میں (اور) وضو ہو یا نہ ہو، ہر وقت ذکر کرتے رہیں، بزرگوں نے کہا ہے "دست بکار دل بیار" (ہاتھ کام میں اور دل یار میں ہو) مولیٰ (جلّ شانہ) کا محلِ نظر دل ہے، دل کو پاک رکھنا چاہئے اور حق سبحانہ کے ماسوا کی طرف متوجہ ہونے سے بے تعلق کر دینا چاہئے ؎

ن ۲۹

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست　　　پاکیٔ دل ز ذکرِ رحمان ست

[جبتک تیری زندگی ہے ہر وقت ذکر کرتا رہ، دل کی پاکیزگی رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کے ذکر سے (حاصل ہوتی) ہے]

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱
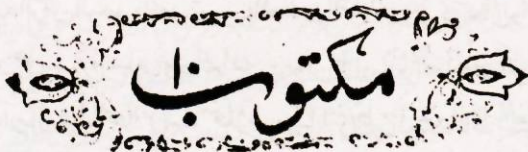
مرزا لطیف بخاری کے نام ذکر کی مداومت پر ترغیب دینے اور فنائے قلبی حاصل کرنے پر تحریص دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد سید الوریٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز گرامی بھی سلامت و عافیت سے رہ کر شریعتِ عالیہ و سنتِ متواترہ کے راستہ پر استقامت و مداومت رکھتے ہوں گے اور پوست سے مغز کی طرف آرہے ہوں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہونگے کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی　　　رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بیخبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے میں جان لگا کر کوشش کریں اور فرصت کو غنیمت جانیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ قلبی ذکر پر اسقدر مداومت

کریں کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی لازمی صفت ہو جائے نفی کرے سے اس کی نفی نہ ہو جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت ہے اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اور دل کو ایسا حضور حاصل ہے تعلقی حاصل ہو جائے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا کو اس حد تک بھلا دیں کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوی اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ آئے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور (یہ) منازلِ وصول کی پہلی منزل ہے ع

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند (یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں)

میرے مخدوم ماہرِ اصلاح آثار و تقوی شعار شیخ عبدالرحمٰن عزیز اور دلی دوستوں میں سے ہیں مشار الیہ کے حال پر جس قدر رعایت و عنایت فرمائیں گے (اسی قدر ہم) فقراء کی خوشی کا سبب ہوگا۔

مکتوب ۱۱

مُلّا اقرار لاہوری کے نام بعض ضروری نصائح کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اجازت کی بعض اقسام مجازلہٗ کے کمال پر موقوف نہیں ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین وخاتم النبیین وآل کل وسائر الصالحین، گرامی نامہ جو آپ نے محبت کے باعث ارسال فرمایا تھا اس نے پہنچکر مسرور کیا، اسی طرح اپنے حالات لکھتے رہا کریں کہ یہ عاشقانہ توجہ کا ذریعہ ہے، آپ نے اپنی سرگذشت و مقدماتِ طلب اور اولاً وساوس کا ہجوم اور پھر ہجوم میں کمی ہو جانے اور ذکر کی حلاوت اور شوق و ذوق کے ظہور کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا یہ سب امور واضح ہوئے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم   کہ نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں پر گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیانہ رکھتا ہوں]

جب آپ اس راستہ میں آئے ہیں تو مردانہ وار آئیں اور طلبگاری کے لوازم کو بجا لائیں اور شریعتِ منورہ کے مضبوط حلقے کو ہاتھ سے نہ دیں، سننِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کو خوب مضبوط پکڑیں، بدعت اور بدعتی کی صحبت سے بچتے رہیں اور کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی اطاعت میں کس لیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس کی جانب دائمی توجہ و پیش قدمی کو بہت بڑی نعمت جانیں وسعتِ مطلقہ میں فانی و مضمحل ہونے کو سب سے بڑا مقصد شمار کریں اور جو کچھ اس نعمت کا مانع و منافی ہو اس سے

سینکڑوں کوس دور بھاگیں اور شیوخ (پیروں) کی محبت و اطاعت پر استقامت رکھیں کیونکہ اس راستہ کا مدار اسی پر ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ فنافی الشیخ فنافی اللہ کی تمہید ہے۔ جس قسم کی اجازت آپ کو دی گئی ہے اُس کے موافق عمل کریں، اس قسم کی اجازت اس لئے (دی گئی) ہے تاکہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہیں ہمارے طریقہ میں تنہا بیٹھنے سے یہ روش بہتر ہے تاکہ ایک دوسرے کا فیض آپس میں ایک دوسرے پر منعکس ہو (اس قسم کی اجازت) مجازلہٗ (جس کو اجازت دی گئی ہے) کے کمال پر موقوف نہیں ہے، صرف اسقدر ہے کہ وہ سرحلقہ ہو جاتا ہے، اس ضمن میں خود اس کی تربیت بھی ہے اور اس کے مریدوں کی تربیت بھی۔ حق سبحانہٗ کمال (کامل ہونے) و اکمال (کامل کرنے) کے درجات میں ترقیاں عطا فرمائے اور خود بینی و غرور سے رہائی عطا کرے والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات و البرکات العلیٰ،

مکتوب ۱۲

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک یہ (شریعت و سنت کا طریقہ) ہی کام کی اصل اور نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج و تکلیف اٹھانا ہے، حالات لکھتے رہا کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور صبح کی گریہ و زاری کو غنیمت جانیں اور ہر روز بہتر ہوں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَہُوَ مَغْبُوْنٌ، [جس شخص کے دو دن یکساں حالت میں گذریں وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کریں۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العُلیٰ۔

نیز حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف جو آپ نے ان دنوں میں ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، دل جمعی کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں رہیں

مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں حالت میں گذریں وہ خسارے میں ہے] چونکہ ان اکابر کے ساتھ آپ کی نسبت مضبوط ہے اس لئے بہت سی امیدیں ہیں. مختصر یہ ہے کہ جو اس وقت حاصل ہے اس کو فخر کے ساتھ قائم رکھیں اور اس کا شکر بجالائیں، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں تمہیں اور زیادہ دونگا] اور جو کچھ اُدھار ہے اس کے حاصل ہونے کے منتظر رہیں فَاِنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے] صبح کے وقت کی گریہ وزاری کو غنیمت جانیں اور آخرت کے لئے زاد راہ تیار کریں، جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَةُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ[1] [ہلادینے والی چیز (صور اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائے گی تو پوری طرح آگئی موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں] دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۴۲

اسلام خاں کے نام عشق کے اسرار اور اس کے خواص کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ المجتبیٰ وعلیٰ سائر عبادہ الذین اصطفیٰ، التفات نامۂ گرامی جو آپ نے بذریعہ ڈاک چوکی ارسال کیا تھا پہنچا چونکہ آں مشفق (آپ) اور آپ کے متعلقین کی سلامتی کی اطلاع دینے والا تھا بہت زیادہ خوشی کا باعث ہوا، آپ نے (میری طرف سے) کم خطوط بھیجے جانے کی شکایت کا اظہار کیا تھا، میرے مکرم! فقیر اس معاملے میں بہت کاہل ہے، اس کے علاوہ اُس نواح کی طرف جانے والے بھی کم ہیں (امید ہے کہ) معذور رکھیں گے اللہ جل شانہ ایسا نہ کرے کہ تعلقات میں کوئی کوتاہی اور محبتوں میں کوئی کمی آئی ہو بلکہ جسقدر زمانہ طویل ہوتا جائے گا امید ہے کہ باطنی تعلق بڑھتا جائے گا اور مہینوں کے گذرنے کے ساتھ شوق کی آگ مشتعل ہوتی جائے گی اور محبت کی شراب جوش میں آتی جائے گی ع

شرابِ کہنۂ ما لذتِ دگر دارد [ہماری پرانی شراب اور ہی لذت رکھتی ہے]

اگرچہ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ [ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے] (مشہور مقولہ ہے) لیکن شوق و محبت جس قدر پرانا اور جتنا زیادہ دیرینہ ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی نشہ لاتا ہے اور بے اندازہ ثمرات بخشتا ہے، حبِ قدیم ہی ہے کہ جس نے وجود و ایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور عشقِ دیرینہ ہی ہے کہ جس نے عاشق کو معشوق سے جدا کر دیا ہے

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوۃ شریف باب البکا میں بروایت ترمذی عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اور شوقِ ازلی ہی ہے کہ جس نے اشدِ شوق کو معشوق کی طرف منسوب کر دیا ہے اور حادث کے شوق پر غالب آگیا ہے، عجیب معاملہ ہے عشق اگرچہ ظہور و اظہار کا سبب ہو گیا ہے اور (اس نے) کثرت کو وحدت سے نمایاں کر دیا ہے، کثرت کے نیست ہونے کا ذریعہ اور عاشق کے معشوق میں مستہلک و فنا ہونے کا وسیلہ بھی عشق ہی ہے، عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا] ع

در عشق چنیں بو العجبیہا باشد [عشق میں ایسی عجیب باتیں ہوتی ہی ہیں]

دوئی کا ظہور ذاتِ عشق کا مقتضیٰ ہے کیونکہ (عشق نسبت ہے اور) نسبت کو دو (منتسِب و منتسَب) کے وجود سے مفر نہیں ہوتا اور محبت مُحِب اور محبوب کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور دوئی کا مٹانا نسبتِ عشق کا تقاضا ہے کہ منتسبین میں سے ایک (یعنی عاشق) کے ساتھ قائم ہے یا ہم کہتے ہیں کہ معشوق کا عشق دوئی کو ثابت کرنے والا ہے اور عاشق کے وجود کو چاہتا ہے اور عاشق کا عشق عاشق کی محویت (مٹ جانے) کا سبب اور دوئی کی نفی کرنے والا ہے، عاشق کی کمال درجے کی فنا و محویت معشوق کے جذب کئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی پس اس بارے میں بھی عمدہ چیز معشوق کا عشق آیا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ادائے حقِ محبت عنایتے ست ز دوست وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسند ست

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کر رہا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت کا حق ادا) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات العلیٰ۔

نیز اسلام خاں کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ آدمی کے لئے غور کرنا ناگزیر ہے کہ کل (قیامت) کے لئے کیا تیار کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد خیر خلقہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین اقاموا الدین واحیوا السنۃ من خلفہ، اِس نواح کے فقراء کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے] پس ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ اپنے انجامِ کار اور نقدِ روزگار میں غور کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روزِ موعود

(قیامت کے دن) کے لئے کہ جس کی مقدار[1] پچاس ہزار سال ہے اس نے کیا (سامان) تیار کیا ہے اور (یہ بھی دیکھے کہ) اس کی نیکیوں میں سے کونسی قبولیت کے قابل اور کونسی ردّ و ملامت کے لائق ہیں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آدمی کو عبث و بیکار نہیں پیدا کیا[2] ہے اور اُس کو اُس کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گذارے، اس کی پیدائش کا مقصد[3] وظائفِ بندگی کی ادائیگی اور فنا و نیستی کا حاصل کرنا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے جس عبادت کے درمیان میں عابد کا وجود ہے وہ عبادت بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے وہاں (اُس بارگاہ میں) بالکل خالص دین[4] چاہتے ہیں اور شرکت پر راضی نہیں ہیں اور نفس کی دشمنی و مخالفت طلب کرتے ہیں اور ہم بوالہوس خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذّاتِ عاجلہ (دنیاوی مزوں) کی تکمیل میں کوشاں ہیں افسوس ہزار افسوس، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ[5] [اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے] دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسّلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۶

محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام اُن کے سوالوں کے جواب اور اُن لوگوں کے ردّ میں کہ جو مسندِ مشیخت پر بیٹھ گئے اور گمراہی کے مہلک جنگل میں پھنس گئے ہیں اور ان کے اعتقادات شریعتِ منورہ کے موافق نہیں ہیں اور وحدتِ وجود کی تحقیق اور کلمۂ طیبہ لآ اِلٰہ اِلا اللہ کے فوائد اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الرسل وخیر خلقہ محمد وعلیٰ الہ واصحابہ الذین اقاموا الدین وحافظوا علیہ من خلفہ، اما بعد، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے محبت کے باعث بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا اور چونکہ وہ احباب کی عافیت و استقامت پر مشتمل تھا اس لئے اس نے خوشی میں اضافہ کیا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ (ہم) فقرا کی محبت سے خالی نہیں ہیں اور کسی نہ کسی طریقے سے یاد کر لیتے ہیں۔ آپ نے اس علاقے کے رہنے والے بعض لوگوں کے حالات لکھے تھے اور اُن کے کچھ اعتقادات بیان کئے تھے واضح ہوئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ (اس علاقے میں) توحید کا بہت چرچا ہے وہ لوگ ہمہ اوست کہتے ہیں اور اسم ذات (لفظ اللہ) کو کہتے ہیں کہ اسم کل ہے

---

[1] سورۂ معارج کی آیت فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کی طرف اشارہ ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا کی طرف اشارہ ہے [3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔
[4] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ۔ [5] سورت ۱۶ آیت ۳۳

(یعنی تمام موجودات اور تمام عوالم کا اسم ہے) جیسا کہ اسمِ زید کہ جو کچھ زید میں ہے اور جو زید کا وجود ہے (یہ) سب علیحدہ اسم رکھتا ہے، پس زید کہاں ہے ہر عضو کا اسم (نام) جدا ہے اور زید کسی جگہ نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی کہتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح پر تمام اشیاء میں ظاہر ہوا ہے اور ہمیشہ اسی طرح سے ہوا ہے اور ہوتا رہے گا پس اگر ہم ہر چیز کو اللہ کہیں تو جائز ہوگا کیونکہ فنائے مطلق نہیں ہے مگر وجودِ موہوم کے ظاہر کے اعتبار سے ہے"۔ میرے مخدوم! ان عبارات کا حاصل وحدت کی نفی اور کثرت کا اثبات ہے جو کہ صوفیائے محققین کے مذہب کے خلاف ہے اور وجودِ مطلق کا وجودِ مقیدات میں منحصر ہونا (لازم آتا) ہے یعنی حق جل وعلا کے وجود کا ممکنات کے وجود میں منحصر ہونا ہے اور وجودِ تقیدات میں ہونے کے علاوہ مطلق کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے کیونکہ (اس سے) لازم آتا ہے کہ حق سبحانہٗ وجود اور تمام کمالات میں ممکن کا محتاج ہو، جیسا کہ کلّی طبعی کہ وہ افراد میں منحصر ہے اور اپنے وجود میں ان (افراد) کی محتاج ہے بلکہ اس ضمن میں واجب تعالیٰ کی نفی ہے اور یہ صریح کفر ہے پس البتہ وجودِ واجب تعالیٰ کو ممکنات کے وجود سے علیحدہ جاننا اور ثابت کرنا چاہئے اور مطلق کو مقیدات کے ماوراء سمجھنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ اس صورت میں وجودِ واجب ووجودِ ممکن میں دوئی کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے اور اَلْاِثْنَانِ مُتَغَایِرَانِ [دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں] قضیۂ مقررہ ہے، اور جب مختلف ہونا ثابت ہو گیا تو واجب وممکن میں اتحادِ ذاتی ممکن نہ ہوا، یہ ایک سخت اشکال ہے جو کہ مسئلۂ وحدتِ وجود پر وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مقیّدات میں منحصر کہتے ہیں تو کفر لازم آتا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اگر منحصر نہیں ہے اور علیحدہ وجود رکھتا ہے تو توحید واتحاد نہ ہوا اور اگر یہ کہا جائے کہ دُوئی اس وقت ہوگی جبکہ عالَم موجود ہو، عالَم ان کے نزدیک وہم میں ہونے کے سوا نہیں ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ اعیان نے وجود کی بُو بھی نہیں سونگھی۔ (جواب) ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں اتحادِ ذاتی نہ ہوا اور ہمہ اوست نہیں کہہ سکتے (کیونکہ) موہوم کو موجود کے ساتھ کیا اتحاد ہے اور کونسی عینیت ہے اور (اگر) ہمہ اوست اس معنی میں کہا جائے کہ سب نیست ہیں (اور) موجود وہ تعالیٰ شانہٗ ہے تو درست وصحیح ہے لیکن اس صورت میں ہمہ اوست کہنا مجاز کے طور پر ہوگا نہ کہ حقیقت کے طور پر، جیسا کہ زید کی صورت کو جو کہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے مجاز کے طریق پر کہتے ہیں کہ یہ صورت عینِ زید ہے (یا یہ کہا جائے) کہ میں نے زید کو آئینے میں دیکھا۔ مختصر یہ ہے کہ کسی شئے کے ظہورات وعکوس کو تشبیہ وتنظیر کے طریق پر عینِ شئے کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقت ونفس الامر کے طریق پر مگر یہ کہ اصطلاح اس معنی پر مقرر کریں جو کہ بحث سے خارج ہے جیسا کہ شیر کو گدھا کہیں اور اصطلاح مقرر کر لیں، حقیقت میں شیر شیر ہے اور گدھا گدھا ہے، اصطلاح کے ساتھ

شیر گدھا نہیں ہو جاتا۔ اور یہ جو بعض اکابر نے کہا ہے کہ ہمہ اوست اس معنی میں نہیں ہے کہ مطلق نزول کر کے مقیدات میں منحصر ہو گیا ہے اور تنزیہ (نزول کر کے) تشبیہ ہو گیا ہے اور مرتبہ تنزیہ نہیں رہا ہے ایسا ہر گز نہیں ہے کہ اکابر کی مراد یہ ہو، تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا [اللہ تعالیٰ (کی شان) اس بات سے بہت ہی زیادہ بلند ہے] بلکہ اس معنی میں ہے کہ تمام اس کے ظہورات ہیں جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو کہ توحید وجودی والوں کے سردار ہیں اور ان کے متبعین کی کتابوں اور رسالوں میں یہ معنی واضح و نمایاں ہیں اور اس معنی پر اشکال وارد نہیں ہوتا، اور یہ جو اُن (اس علاقے کے) لوگوں نے کہا ہے کہ "ہمیشہ اسی طرح سے ہوا ہے اور ہوتا رہیگا" یہ بات عالم کے قدیم ہونے کا قول ہے اور یہ کفر ہے اور اشیا کے فنا ہونے کا انکار ہے کہ جس کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [ہر چیز ہلاک (فنا) ہونے والی ہے سوائے اُس (تعالیٰ شانہ) کی ذات کے] وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ [اور صور پھونکا جائیگا پس جو آسمانوں اور زمین میں وہ سب بیہوش ہو جائیں گے]

اور آپ نے لکھا تھا کہ یہ (اس علاقے کے) لوگ (بعث بعد الموت اور قیامت کا انکار کرتے ہیں البتہ) بعث (مرنے کے بعد اٹھائے جانے) کو اس طرح کہتے ہیں کہ یہ وجود خاک سے (پیدا ہوا) ہے پھر خاک ہو جائے گا اور خاک سے گھاس اُگے گی اور گھاس کو حیوانات کھائیں گے اور اُن (حیوانات) کا گوشت کوئی شخص کھائے گا اس سے نطفہ بنے گا اور نطفے سے پھر آدمی پیدا ہو گا اور وہ لوگ قیامت اسی کو کہتے ہیں الخ۔ آپ جان لیں کہ یہ حشر و نشر اور روزِ قیامت کا انکار ہے جو کہ کفر و الحاد و زندقہ ہے اور اُن احادیث و نصوص قرآنی کا انکار ہے جن میں یہ آیا ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور مُردے قبر سے اٹھیں گے اور اگلے پچھلے سب لوگ ایک معین جگہ پر جمع ہوں گے اور حساب و کتاب پیش آئے گا، میزان (ترازو) قائم ہو گی پل صراط نصب کیا جائے گا، پرہیزگار مومنین اس سے گذریں گے اور بہشت میں جائیں گے اور کافر دوزخ میں گر پڑیں گے اور دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے، اس دن کا انکار صریح کفر ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ الیٰ اٰخر الآیات [پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماردی جائے گی اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو اس دن وہ ہونے والی چیز ہو جائیگی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل کمزور ہو گا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ (اُس علاقے کے) لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظاہر بیں لوگوں کے لئے ہے اور ذکرِ قلبی اور دیگر عبادات پاکیزہ وجود والوں (خواص) کے لئے ہے ورنہ انسان اور تمام اشیاء ایسی عبادت میں مشغول ہیں جو ظاہری عبادت کے علاوہ ہے اگرچہ وہ خود واقف نہ ہوں (کہ وہ عبادت کر رہے ہیں) اور شریعت کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص عقل والوں کے لئے رواج دیا ہے تاکہ کوئی فساد برپا نہ ہونے پائے" (نعوذ باللہ) میرے مخدوم! جو شخص کہ نماز اور باقی تمام احکامِ شرعیہ کو ایسا کہتا ہے یہ اس کی جہالت اور عقل کی کمی سے ہے، نماز وہ ہے کہ جس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا ستون فرمایا ہے جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس شخص نے نماز کو ڈھایا (چھوڑا) اس نے اپنے دین کو ڈھایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مؤمن کی معراج فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:
الصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ اور آپ نے اپنی راحت نماز میں سمجھی ہے اور (اپنی) آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا ہے اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ [اے بلال! (اذان دے کر) مجھے راحت دو] اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] جو قربِ (حق) نماز ادا کرنے کے وقت ہوتا ہے وہ نماز کے باہر نہیں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ اِلَی الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ [بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور خدا جلّ وعلا کے درمیان جو حجاب ہے وہ نماز میں اُٹھا دیا جاتا ہے، نیز وارد ہوا ہے، اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمَیِ اللّٰہِ فَلْیَسْجُدْ وَلْیَرْغَبْ [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس چاہئے کہ سجدہ کرے اور رغبت کے ساتھ سجدہ کرے] الغرض جو کمال بھی ہے احکامِ شرعیہ کی ادائیگی سے وابستہ ہے اس کے علاوہ ضلالت وگمراہی ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ [پس حق کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے] قرآن مجید و احادیثِ نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام سب کے سب شرعی احکام ادا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔
صراطِ مستقیم یہی ہے اس کے علاوہ تمام راستے شیطان کے راستے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) ہم لوگوں (کو سمجھانے) کیلئے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر کئی خطوط اس خط کے دائیں اور بائیں کھینچے اور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں ان میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الآیہ [اور یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی پیروی کرو] اس کو احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ تمام انبیاء کے متفقہ اور تمام علماء کے مجمع علیہ قول کو غیر معقول لوگوں کے خیالاتِ (باطلہ) کی بناء پر چھوڑا نہیں جا سکتا، شریعت کو ناقص عقل والے

لوگوں کے لئے کہنا عین کفر والحاد ہے اعاذنا اللہ سبحانہ وایاکم عن ھذا الاعتقاد [اللہ سبحانہ ہم اور آپ کو اس (برے) اعتقاد سے بچائے]

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض کتابوں اور رسالوں سے اسقدر معلوم ہوا ہے کہ (عالم) نہ وہ (حق تعالیٰ) ہے اور نہ اُس (حق تعالیٰ) کا غیر ہے اس بارے میں بھی حیرانی ہے کہ جب (عالم) نہ وہ ہے اور نہ اس کا غیر ہے تو پھر کیا ہے، حیرانی کا مقام ہے"۔ آپ جان لیں کہ اگر عالم کو اسمائِ الٰہی تعالیٰ کے مظاہر کہا جائے تو وہ اس کی عین ذات نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے، اور مباین و مستقل کے معنی میں اس کا غیر بھی نہیں (یعنی عالَم حق سے مبایِن (جدا) بھی نہیں ہے اور وجودِ مستقل بھی نہیں رکھتا) اس لئے کہ اسماء وصفات چونکہ ذات کے ساتھ قائم ہیں (اس لئے) مبایِن نہیں ہیں اور اپنا مستقل وجود (بھی) نہیں رکھتے جیساکہ زید کی صورت جو آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اس کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ صورت نہ عینِ زید ہے اور نہ غیرِ زید (پس حیرانی کا کیا مقام ہے)۔

ص ۳۸

آپ نے لکھا تھا کہ "حدیث شریف[1] میں اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے] وارد ہوا ہے پھر (اللہ تعالیٰ کو) بے چون و بے نظیر اور بے نمونہ بھی کہتے ہیں، حیرانی کا مقام ہے"۔ (جواب) میرے مخدوم! کوئی حیرانی کا مقام نہیں ہے، دین کی جو بات یقین و تواتر کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے اس پر پختہ اعتقاد رکھنا چاہیئے اور اس قسم کے الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیر دینا چاہیئے یا اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے حوالے کر دینا چاہیئے اور جس اعتقاد پر اجماع ہو چکا ہو اس میں شبہ کو داخل نہیں کرنا چاہیئے (درحقیقت) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات سے آراستہ اور اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے اور ان کو ایک کامل تر آئینہ بنایا ہے پس کچھ مشارکت و مشابہت آدم علیہ السلام کو حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ پیدا ہو گئی اگرچہ وہ مشابہت اسم میں ہو گی اور وہ مشارکت صورت میں ہو گی نہ کہ حقیقت میں مثلاً ممکن کے علم کی واجب تعالیٰ کے علم کے سامنے کیا حقیقت ہے اور اس کی قدرت کی اس تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کے بالمقابل کیا حیثیت ہے اور اسی پر دوسری تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے، پس اس صوری مشابہت اور اسمی مناسبت کے اعتبار سے مجاز اور تشبیہ کے طور پر اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا] کہہ سکتے ہیں۔ یہاں لفظ عَلٰی صُوْرَتِہٖ میں ایک دقیق نکتہ ہے گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مشارکت و مناسبت صورت و اسم میں ہے نہ کہ حقیقت میں، کیونکہ یہ کمالات و اوصاف جو کہ ممکن میں ہیں

---

[1] بخاری و مسلم میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے: خلق اللہ اٰدم علی صورتہ۔

واجب تعالیٰ کی صفات وکمالات کے مقابلے میں اختلاف آثار کے اعتبار سے گویا ایک اور ہی حقیقت اور مختلف ماہیت رکھتے ہیں، سوائے نام اور صورت کے اور کوئی شرکت نہیں ہے مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "(اس علاقہ کے لوگ) قرآن کو کہتے ہیں کہ معجزہ ہے"۔ (جواب) اگر اُن کی مراد یہ ہے کہ قرآن کے نازل کرنے سے مقصود معجزہ ہے نہ کہ اس کے سوا اور دوسری چیزیں کہ قرآن جن پر مشتمل ہے یعنی امر ونہی اور اخبار تو یہ حقیقت میں احکامِ الٰہی کو نہ ماننا اور آیاتِ قرآنی کے ساتھ استہزاء و تمسخر ہے، تعجب ہے کہ یہ لوگ قرآن کے معجزہ ہونے کے قائل ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ قرآن کا معجزہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا کلام ہے نہ کہ انسان کا کلام، جبکہ ان لوگوں کے نزدیک ممکنات میں ہونے کے سوا حق تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ زید کہاں ہے زید کسی جگہ نہیں ہے تو پھر قرآن کو کس نے نازل کیا اور رسولوں کو کس نے بھیجا قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَاءَ بِهٖ مُوْسٰى [آپ کہہ دیجئے اُس کتاب کو کس نے اُتارا جس کو موسیٰ (علیہ السلام) لیکر آئے]۔

۳۹ ص
۵ ۶/۹۲

آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ [آگاہ رہو بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] پس وہ کس طرح اور کس طور پر محیط ہے"۔ آپ جان لیں کہ احاطہ دو قسم پر ہے، اگر احاطہ کو احاطۂ علمی قرار دیں جیسا کہ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور قرآن مجید بھی اس کو بیان کر رہا ہے: وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا [اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کا علم کے ساتھ احاطہ کیا ہوا ہے] تو کوئی حیرت کا مقام اور شک کا محل نہیں ہے اور اگر ہم احاطۂ علمی کے علاوہ کوئی اور احاطہ ثابت کریں تو ہم کہتے ہیں کہ حق جل و علا کا احاطہ و معیت "جسم کا جسم کے ساتھ احاطہ" کی قسم سے ہے جو کہ تنزیہ و تقدیس کے منافی ہے، (لہذا) یہ احاطہ متشابہات میں سے ہے جیسا کہ (قرآن مجید میں) یَدٌ اور وَجْہ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے، ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ تعالیٰ شانہ محیط ہے اور ہمارے ساتھ ہے اور (اس احاطہ کی) کیفیت (معلوم کرنے) میں مشغول نہ ہوں اور جو کچھ ادراک اور کشف میں آئے اللہ تعالیٰ کو اُس سے منزہ و مبرا جانیں۔ متشابہات کے بارے میں یہی طریقہ اسلم ہے اگر آپ یہاں حاضر ہوتے اور مرضئ الٰہی ہوتی تو اس سے اور زیادہ بیان کیا جاتا، فی الحال اسی قدر پر اکتفا کریں۔

۵۲ ۴۱/۵۴
۵۳

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر ہم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اس معنی میں کہیں کہ کافر لوگ بتوں کو (اپنے) معبود کہتے ہیں (اس لئے) ان کی نفی کرنی اور اللہ تعالیٰ کا اثبات کرنا چاہیے تو درست ہے اور اگر لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی میں کہا جائے تو پھر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کس لئے کہتے ہیں اور لَا اِلٰهَ بھی کس لئے کہتے ہیں اس میں بھی

(اللہ تعالیٰ کا) ثانی ہوجاتا ہے اور یہی اسم ذات اللہ کافی ہے، اس بارے میں کیا حکمت ہے؟"۔ آپ جان لیں کہ کافر لوگ جو بتوں کو آلہہ (بہت سے معبود) کہتے ہیں نہ کہ اللہ بمعنی خالق وواجب الوجود کیونکہ ان میں سے اکثر مشرک فی العبادۃ (عبادت میں شرک کرنے والے) ہیں پس دونوں صورتوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا جبتک باطل معبودوں کی نفی نہ کریں حق کے معبود ہونے کا اثبات صورت پذیر نہیں ہوتا اور کلمۂ لا الٰہ إِلَّا اللہ کلمۂ توحید ہے اور توحید شریکوں کی نفی کرنے پر موقوف ہے اس لئے پہلے شریکوں کی نفی کرنا ضروری ہوا تاکہ حق تعالیٰ کو وحدانیت کے ساتھ پہچانیں پس اس جگہ دوسرے جزو کا لانا نفی کے لئے ہے نہ کہ اثبات کے لئے، جبتک ثانی وثالث اور رابع کو الی ماشاء اللہ (جہاں تک اللہ چاہے) نفی نہ کرے واحد کا اثبات کس طرح کرے گا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ جو کہتے ہیں یہ ان کی معبودیت کے اثبات کے لئے نہیں ہے بلکہ (اس لئے ہے) تاکہ توحید کی تصدیق کے بعد اُن صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کریں کیونکہ ایمان ان دو تصدیقوں پر موقوف ہے۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح ایمان کی صورت آفاقی معبودوں کی نفی پر موقوف ہے جو کہ بُت اور کافروں کے سارے معبود ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح ایمان کی حقیقت انفسی معبودوں کی نفی پر موقوف ہے جن کو خواہشاتِ نفسانی اور ماسوائے حق جل وعلا کی گرفتاری سے تعبیر کیا جاتا ہے، آیۂ کریمہ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنالیا ہے) اس معنی کی شاہد ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے، پس حق جل وعلا کے طالب کو اس (کلمۂ لا الٰہ الا اللہ) کے تکرار سے چارہ نہیں ہے، اس لئے اہل اللہ نے اس کلمۂ طیبہ کو سلوک کی تسلیک کے لئے اختیار فرمایا ہے تاکہ سالک اس کلمہ کی تکرار سے خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی اور مقاصدِ انسانی سے پوری طرح نکل جائے اور اس کا مقصود ومعبود ومحبوب ذاتِ مقدس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کچھ نہ رہے اور اس کو فنا حاصل ہوجائے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا　　نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جبتک کوئی شخص (مقام) فنا حاصل نہ کرلے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے]

پس لا الٰہ کو معبود کے اثبات کے لئے نہیں کہتے کہ جو آپ لکھتے ہیں کہ یہ (اللہ کا) ثانی ہوجاتا ہے بلکہ ثانی کی نفی کے لئے کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ وہ گرفتار ہے اور وہ اس گرفتاری کے باعث بارگاہ کبریا میں خوار و بے اعتبار ہے، بیشک اسمِ ذات جذب ومحبت پیدا کرتا ہے اور ایک قسم کی فنا بخشتا ہے لیکن کلمۂ نفی واثبات سلوک طے کرنے اور تعلقات کو زائل کرنے کے لئے ناگزیر ہے تاکہ فنائے حقیقی حاصل ہوجائے اور تمام حجابات دُور ہوجائیں ؎

تا بجاروبِ لا نہ روبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

[توجبتک لا کی جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کریگا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا]

اس راہِ غیب الغیب میں اس راستہ کا ہر خس و خاشاک اِنِّیۡ اَنَا اللّٰہُ [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا لگاتا ہے اور اپنی گرفتاری کی طرف رہنمائی کرتا ہے، کامل و مکمل پیر کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی دستگیری چاہیئے تاکہ سالک بیچارہ کو ان گردابوں سے نکالے اور مقصدِ اعلیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔ ذاتِ احدیت کے طالب کو چاہیئے کہ تمام مشاہدات و تجلیات سے گذر جائے اور لا کے نیچے لے آئے کہ یہ سب ظلال سے وابستہ ہیں اور تشبیہ و مثال کے ساتھ تسلّی ہے بلکہ (چاہیئے کہ) عارف کے مدّ نظر اسماء و صفات بھی نہ ہوں اور توجہ کے قبلہ کو پراگندہ نہ کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا اور سُنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر اللہ ہے کلمۂ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیئے۔ اور شیخ ابو اسحاق گازرونیؒ نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں گذرے، یا تیرے خیال میں آئے پس اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے۔[1]

میرے مخدوم! اس قسم کے (گمراہ) لوگ جو اس نوع کے اعتقادات رکھتے ہوں (جن کا ذکر آپ نے کیا ہے) اور اپنے آپ کو مسندِ مشیخت پر فائز کئے ہوئے ہوں دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے دور رہنا چاہیئے اور یہ لوگ دین سے بیگانہ اور حلقۂ اسلام سے باہر ہیں خود بھی گمراہی کی گہرائی میں غرق ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستہ سے ہٹاتے ہیں ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا [وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا] اُن سے دُور رہیں اور ان کی صحبت کو زہرِ قاتل سمجھیں جو کہ ابدی موت تک پہنچاتی ہے، جتنا شیر سے بھاگتے ہیں اس سے زیادہ اُن کی صحبت و رویت سے بھاگیں، آپ کے بھائیوں پر تعجب ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے معتقد ہو گئے ہیں اور اپنے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں، اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے وہ (اُن سے) تربیت پا رہے ہیں جس شخص کے دین و ایمان میں کلام ہو وہ دوسرے کی تربیت کیا کرے گا، ع

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند [وہ خود گمراہ ہے تو وہ کس کی رہبری کرے گا]

ابھی کچھ نہیں گیا ہے، جب تک موت[2] کے غرغرے کا وقت نہ آئے توبہ کے دروازے کھُلے ہوئے ہیں، آپ کے بھائی ایمان کو برباد نہ کریں، خبر دینا شرط ہے۔

---

[1] شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

[2] حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جبتک اس کی روح حلق میں نہ پہنچ جائے اور غرغرہ کی آواز نہ نکلنے لگے، رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔

مکتوب ۱۷

۴۲ مرزا ابوالمعالی کے نام بعض ضروری نصائح کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ترقی و وصول کا مدار بدرجہ غالب صحبت پر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولنا المصطفیٰ کما یلیق بجالہ وبحری وعلیٰ آلہ وصحبہ وسائر من اتبع الھدیٰ، غایت نامۂ نامی ومکتوبِ گرامی جو کہ جناب مخدومی ومخدوم زادہ نے براہِ کرم اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف و مفتخر ہوا، اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور شریعت وطریقت کے راستہ پر استقامت بخشے۔ آپ نے شوق و دردِ طلب کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہ وتعالیٰ اس شوق کی آگ کو مشتعل کرے اور شعلۂ طلب کو سربلند بنائے تاکہ مطلوبِ حقیقی کے ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور قُرب وعرفان کے سراپردوں میں پہنچائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے ازرہِ کرم لکھا تھا کہ "ان بزرگوں کے احوال کو نفحات[۱] وغیرہ سے دیکھ کر ان کے حالات کے مطابق (عمل کرنے کی) کوشش کی گئی ہے اور کرتا رہتا ہوں لیکن چونکہ یہ سب کوشش سالک (مرشد) کی رہنمائی کے بغیر تھی (اس لئے) اُس نے ہرگز کوئی فائدہ نہیں دیا اور کچھ کامیابی حاصل نہیں ہوئی" میرے مکرم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست اور ٹھیک ہے۔ اس راہِ غیب الغیب میں مرشدِ کامل کی دستگیری کے بغیر راستہ چلنا اور سلوک طے کرنا بہت ہی مشکل ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو] جبکہ مجازی بادشاہوں کی بارگاہ میں وسیلہ کے بغیر رسائی نہیں ہو سکتی تو سلطانِ حقیقی وشہنشاہِ تحقیقی کی بارگاہ میں وسیلہ ضروری وناگزیر ہے۔ اور یہ جو کچھ آپ نے اس مسکین کے بارے میں ازراہِ حسنِ ظن لکھا ہے یہ آپ نے خود اپنی بزرگی کے باعث لکھا ہے اور اس ناکارہ کو اپنے آئینہ میں دیکھا ہو گا۔

۵/۳۵

مصرع: من ہیچم وکم ز ہیچ ہم بسیارے — وز ہیچ کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ (کچھ بھی نہیں) ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

اتنی بات (ضرور) ہے کہ جو کچھ بزرگوں سے اس ہیچمدان کو پہنچا ہے وہ طالبین کو بتا دیتا ہے بعض کو فائدہ ہو جاتا ہے اور ان اکابر کے انفاسِ نفیس کی برکت سے ان کے کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ میرے مخدوم!

---

[۱] نفحات الانس مؤلفہ مولانا جامی قدس سرہٗ، اس میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات درج ہیں

یہ مسکین اپنے ظن و گمان کے مطابق جو کچھ رکھتا ہے یہ سب آپ سے اور آپ کے بزرگوں کی برکات سے ہے آپ سے کیا دریغ ہے، اپنی سعادت آپ کی خدمت کرنے میں سمجھتا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) کا مدار شیخ مقتدا (مرشد) کی صحبت و رابطۂ محبت پر ہے، کامیابی و ترقی غالب طور پر اسی سے وابستہ ہے اور چونکہ ہمارے بزرگوں (حضرات نقشبندیہ قدس سرہم) کا طریقہ سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب ہے (اس لئے) صحبتِ (شیخ) کے حاصل ہونے تک سنت کی متابعت پر قائم رہیں اور متروکہ سنتوں کو (جو چھوٹ گئی ہوں) زندہ کرتے رہیں، حدیث شریف[1] میں آیا ہے جس شخص نے میری کسی مُردہ سنت کو زندہ کیا اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا، سنتِ متروکہ کا زندہ کرنا یہ ہے کہ خود اس پر عمل کرے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی (اس کی) رہنمائی کرے تاکہ وہ بھی اس پر عمل کریں، ترقی اور قُرب کے درجات کا حاصل ہونا تمام تر اتباعِ سنت ہی سے وابستہ ہے، آیۂ کریمہ[2] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی شاہد ہے۔ بدعت سے دور رہیں اور بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور ان کو اپنی مجلس میں جگہ نہ دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہلِ بدعت دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔ اور اپنے اوقات کو طاعات و اذکار اور اُن دعاؤں سے معمور رکھیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں اور کتبِ احادیث (مثلاً حصنِ حصین و اذکار للنووی و مشکوٰۃ شریف وغیرہا) میں مذکور ہیں اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر ہو سکے تکرار کریں، تمام صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ باطن کو منور کرنے میں یہ کلمہ ذکرِ قلبی کی مانند بہت مفید ہے اور اشغال و مراقباتِ باطنی جو ہمارے طریقے میں معمول و مشہور ہیں صحبت و حاضری سے تعلق رکھتے ہیں۔ حقائق آگاہ مولانا عبدالخالق جو کہ اُسی جگہ کے باشندے ہیں اور ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہے ہیں اور صاحبِ حال و کمال شخص ہیں کچھ عرصے سے فقیر کی ملاقات کی غرض سے یہاں (سرہند) آئے ہوئے ہیں اگر آپ کا دل چاہے تو (فقیر کو) اشارہ فرمائیں تاکہ اُن کو وہاں روانہ کرے وہ ان کا وطن مالوف ہے اور وہ فقیر کی جانب سے سفارت (نمائندگی) کے طور پر آپ کو شغل و مراقبۂ باطن کی تعلیم دیں اور توجہات دیں شاید ترقی کی راہ کھل جائے، چونکہ فقیر کی ملاقات فی الحال بلا مشقت (میسر) نہیں ہے (اس لئے) یہ طریقہ دل میں آیا ہے، آگے آپ کو اختیار ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العُلیٰ۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف میں ہے من احییٰ سنۃ من سنتی قد اُمیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا الخ رواہ الترمذی وفی المشکوٰۃ ایضا من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید رواہ البیہقی۔ [2] سورت ۳ آیت ۳۱

۴۴ صوفی پایندہ محمد کابلی کے نام ان کے لئے نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

ہر چہ جز عشقِ خدائے اَحسن ست گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (زہر قاتل) ہے]

اے سعادت آثار! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری قلبی امراض میں سب سے زیادہ شدید ہے اس کے ازالہ کی فکر سب سے اہم کام ہے۔ ع

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست [اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کیلئے ایک حرف کافی ہے]

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے بغیر نہ چھوڑے اور عافیت و استقامت نصیب و قت کرے والسلام

مکتوب ۱۹

ملا پایندہ محمد کابلی کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ اُنھوں نے کئے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی حبیبہ والہ و نسلّم، اللہ تعالیٰ اس برادرِ دینی (آپ) کو احوال کی قید سے رہائی دیکر احوال کو بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) تک پہنچائے اور غیب سے عین تک اور اجمال سے تفصیل تک لائے اور تلوین سے تمکین کے ساتھ اور حروف سے معانی کے ساتھ مشرف فرمائے۔ آپ نے جو خط فرزندی محمد عبید اللہ[1] کے نام لکھا تھا پہنچا، اس میں چند سوالات درج تھے اور آپ نے فقیر سے اُن کے جوابات کی درخواست کی تھی، (لہٰذا جوابات) لکھے جاتے ہیں، غور سے سنیں: ـــــ

پہلا سوال یہ تھا کہ "قرآن مجید و حدیثِ قدسی میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت آدم ابو البشر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ید اللہ تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور اگر ہم ید سے قدرت مراد لیں تو آدم (علیہ السلام) کی تخصیص کی کیا وجہ ہوگی؟ اس لئے کہ دوسری مخلوقات بھی قدرتِ الٰہی سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اگر ید سے مراد قدرت نہ لیں (اور ہاتھ مراد لیں) تو مجسمہ (اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے والوں) کا مذہب تقویت پاتا ہے۔" **جواب**، جائز ہے کہ ید سے مراد قدرت لیں جیسا کہ (آیاتِ) متشابہات کی

[1] مطبوعہ امرتسری اور ایک قلمی نسخے میں عبد اللہ لکھا ہے حالانکہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادے کا نام عبید اللہ ہے اسلئے ہم نے ترجمہ میں عبید اللہ لکھا ہے۔ مترجم

تاویل کرنے والوں کا مذہب یہی ہے اور (حضرت) آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کی تخصیص ان کی تعظیم وتکریم کی بنا پر ہے نہ کہ حصر کے لئے، جیسا کہ آیۂ کریمہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ[1][2] [بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہے] میں ہے اور اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت آئی ہیں، تخصیص در ذکر (کسی بیان میں تخصیص کا پایا جانا) نفس الامر میں تخصیص پر دلالت نہیں کرتا، اور اگر ید سے قدرت مراد نہ بھی لیں تو پھر دوسری (آیاتِ) متشابہات کی طرح حق تعالیٰ کے لئے ہاتھ کی صفت بلا کیف ثابت کریں گے جیسا کہ دوسری (آیات) متشابہات میں کیا جاتا ہے، مجسمہ کے مذہب کو تقویت تو اس صورت میں ہوگی جبکہ اپنے جیسا جسمانی ہاتھ ثابت کیا جائے، تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا [اللہ تعالیٰ (کی شان) اس بات سے بہت ہی زیادہ بلند ہے]۔

سوال دوم یہ تھا کہ خیر التابعین اویس قرنی (قدس سرہ) سے منقول ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ[3] [جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہی] اس عبارت کے کیا معنی ہیں؟

(جواب) آپ جان لیں کہ اس نقل کے صحیح ہونے میں شک ہے اس لئے کہ اگر شئی کو عموم پر چھوڑیں تو لازم آتا ہے کہ عارف سے کوئی چیز خواہ وہ معارفِ وجوبی ہوں یا حوادث کونی، مخفی نہ رہے، اور یہ خلافِ واقع ہے، جبکہ سید انبیاء علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو حکم ہوا ہے کہ آپ کہہ دیجئے وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (۷/۱۸۸) [اور اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو تمام خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچتی] تو پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور اگر شئی کو معارفِ باطنی کے ساتھ خاص کریں تب بھی مشکل ہوتی ہے جبکہ صوفیائے کرام کے نزدیک ثابت ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی ولی اپنی ولایت و قرب سے آگاہ نہ ہو فَمِنَّا مَنْ عَلِمَ وَمِنَّا مَنْ جَھِلَ [پس ہم میں سے بعض علم رکھتے ہیں اور بعض کو علم نہیں ہے] تو پھر تمام معارف کو وہ کیا پہنچے گا۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو ولایت کے اعلیٰ طبقہ میں ہیں ان میں سے اکثر سے شہود و مشاہدہ کے واقعات منقول نہیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے (زمانۂ) خلافت میں جب حضرت انس (رضی اللہ عنہ) ان کی خدمت میں پہنچے اور راستہ میں ظاہری طور پر (ان کی) ایک نگاہ کسی خوبصورت عورت پر پڑی تھی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کیا میرے پاس ایک شخص آیا ہے جس کی آنکھ پر زنا کا اثر ہے۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے تعجب سے کہا، کیا رسول اللہ

---

[1] یعنی عبادی میں ضمیر واحد متکلم کی یا کی عباد کی طرف اضافت یہاں تعظیم و تکریم کے لئے ہے یعنی خاص بندوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی تکریم کے باعث ہے ورنہ نیک و بد سارے بندے اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں، اسی طرح ناقۃ اللہ، روح اللہ اور بیت اللہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تعظیم و تکریم کے لئے ہے۔ [2] سورۃ ۱۷ آیۃ ۱۱۵۔

[3] یہ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی آتی ہے، چونکہ اس زمانہ میں کشف و خوارق کم ہوتے تھے (اس لئے) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور اگر (حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی) نقل کو صحیح مان لیا جائے تو پھر عبارت (کے مطلب) کو ظاہر سے پھیر لینا چاہئے، سردست جو کچھ میرے دل میں آتا ہے یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس پر ایسی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی جس کی اس کو معرفت کے بارے میں ضرورت ہو یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ مقبولانِ حق میں سے ہوگیا اور مقبول کو ضائع نہیں ہونے دیا جاتا، پس اس کو معرفت کے راستہ میں جو کچھ درکار ہے اس کو اس کا علم دیدیا جاتا ہے، یا تو بے واسطہ (یعنی) الہام و کشف کے طریق پر یا پیر و مرشد کے واسطے سے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال [اور حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے]۔

سوال سوم کا جواب یہ ہے کہ اکابرِ طریق نے جو یہ فرمایا ہے اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ [طریقت تمام کی تمام ادب ہے] اس ادب سے مرادِ ادبِ شریعت ہے اور آدابِ طریقت جو کہ اپنے شیوخ (پیروں) کی رعایت و متابعت سے کنایہ ہیں وہ سب آدابِ شریعت میں داخل ہیں (شریعت) شافی و کافی بیان رکھتی ہے، والسلام

ص ۴۶
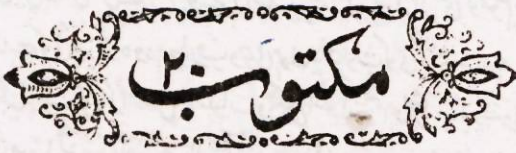
شیخ محمد سعید فاروقی کے نام اُن کی بعض کیفیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچا اور مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ ذوق و شوق رکھتے ہیں اور (ہم) فقرا کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اس گروہ سے محبت کرنے والا اسی گروہ کے ساتھ ہے اور ان کی بارگاہِ خاص میں محرم و ہمراز ہے، اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1] [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے، محبت کی حقیقت کو حاصل کرنے میں کوشش کریں اور اس کی کیفیت میں اضافہ طلب کریں تاکہ آپ معیتِ ذاتیہ حاصل کریں اور اپنے آپ سے گذر کر ہمیشہ محبوب کے ساتھ رہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کہ جن کی شان میں آیا ہے ولکن معنی وقر فی قلبہ [لیکن ایک چیز ہے جو اُن کے دل میں بیٹھ گئی ہے] یہ محبت ہی کی صفت ہے جس نے ان کو سب سے افضل کر دیا اور معیتِ خاصہ کی نعمت تک پہنچا یا اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ[2] [دو میں سے دوسرا] کی آواز سنائی اور مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللہُ

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ [2] سورت ۹ آیت ۴۰
[3] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ باب المعجزات میں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ سے بروایت حضرت انسؓ مروی ہے۔

ثَالِثُهُمَا [ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے] کی خوشخبری سے مکرم و ممتاز کیا، کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

بکنجِ غار گزنیم خلوت از ہمہ خلق — گر آں لطیفِ جہاں یارِ غار ما باشد

[اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں]

آپ نے جو بعض کیفیات و واردات میاں خواجہ کے مکتوب میں لکھی تھیں اُن کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ آپ نے جو آواز کہ دائیں جانب سے سُنی اور جو نور کہ اسی جانب سے دیکھا ہے یہ حق جل و علا کی جانب سے ایک کیفیت ہے جو کہ (لطیفۂ روح پر کہ جس کا مقام دائیں جانب ہے وارد ہوئی ہے اور اس کو اپنے تصرف میں لائی ہے، ملوک (کی مانند) ہے جس نے کہ عالمِ غیب سے روح کی مملکت پر جو کہ ہوش و شعور کا محل ہے غلبہ پا کر اس کو زیر و زبر کر دیا ہے اس لئے مستی و بیخودی لایا ہے: اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے] اب آپ کا معاملہ لطیفۂ قلب سے گذر کر لطیفۂ روح کے ساتھ قرار پا گیا ہے اور ترقی کر کے اوپر کے مقام کے امیدوار رہیں اور ہمت کو بلند رکھیں ولنعم ما قیل [کسی نے کیا خوب کہا ہے] ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم — کہ نو پرواز م و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

دوستوں سے دعائے سلامتی کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الهدیٰ۔

مکتوب ۲۱

صوفی نور بیگ کے نام اُن کو نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جناب صوفی نور بیگ اس دور افتادہ سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں، احوال ہر حال میں خدائے ذوالجلال کی حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) بھی ظاہر و باطن کی جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعتِ عالیہ کے راستہ پر استقامت رکھتے ہوں گے اور چھلکے سے مغز تک آئیں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے، باطنی نسبت کی اچھی طرح حفاظت کریں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں، لوگوں کے ساتھ

بہت کم میل جول رکھیں اور گوشہ نامرادی کو ترک نہ کریں مختصر یہ کہ آخرت کا زادِ راہ تیار کریں جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُہَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الْمَوْتُ بِحَذَافِیْرِہٖ [ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آ گئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آ جائیگی، موت پوری طرح آ گئی] دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۲

حافظ ابو اسحاق کے نام صوفیۂ عالیہ کی تعریف کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ مرغوب ان دنوں میں ارسال کیا تھا اس کے موصول ہونے سے شاد و مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ جمعیت و عافیت کے ساتھ رکھے اور شریعتِ محمدی اور سنتِ احمدی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے پر استقامت و مداومت عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسوا کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے خیموں اور اپنے قرب کے سراپردوں میں اُنس و الفت مرحمت فرمائے۔ یہ معنی عالم اسباب میں صوفیۂ عالیہ کے طریقہ پر چلنے سے وابستہ ہیں یہ اکابر حق جل و علا کی محبت میں اپنے آپ سے اور اپنے غیر سے منقطع ہو چکے ہیں اور اس (تعالیٰ شانہٗ) کے عشق میں آفاق و انفس سے گذر کر ماسوا کو اس کے راستہ میں گم کر چکے ہیں اور اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے، اگر حاصل رکھتے ہیں تو اُسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں اُن کے باطن کو اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا سے اس طرح کا انقطاع حاصل ہوا ہے کہ اگر وہ ماسوا کو سالہا سال یاد کریں تو وہ اُن کو یاد نہ آئے اور نفس کی انانیت (میں پن) سے اس انداز سے گذر گئے ہیں کہ کلمۂ انا کا اپنے اوپر عود کرنا ترک جانتے ہیں، رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللہَ عَلَیْہِ [کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے] اور رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللہِ [وہ لوگ جو کہ سودا کرنے میں اور بیچنے (یعنی تجارت) میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے] (یہ آیات ان کے حال کی حکایت ہیں)۔

اے اللہ! مجھے اس قوم میں سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے بنا دے کیونکہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص کہ اس راستہ کی ہوس رکھتا ہے اور اس اندیشہ (خیال) کا بیج دل میں بوتا ہے اس کو چاہیئے کہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو لوازمِ طلبگاری پر قربان کر دے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بُو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جائے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بعد ازیں مصلحتِ کار دراں مے بینم ۔ کہ روم بر درِ میخانہ و خوش بنشینم

(اس کے بعد میں کام کی مصلحت اس امر میں دیکھتا ہوں کہ میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور وہاں خوش و خرم بیٹھ جاؤں)

دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۳

مرزا غضنفر کے نام کیفیات کی شرح اور اُن واردات کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا چونکہ بلند احوال اور اعلیٰ واردات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا، لطائفِ خمسہ کی فنا اور اپنے آپ سے یافت کی نفی اور خود بخود کی یافت کے اثبات کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا تھا اور یہ کہ اس شعر کو اپنے حال کے موافق پایا ہے ؎

نمی دہد رہِ ہم صحبتاں بخلوتِ خویش فغاں کہ یافتہ دلدار ذوقِ صحبتِ خویش

[فریاد ہے کہ محبوب نے اپنی صحبت کا ذوق پا لیا ہے اس لئے ہم صحبتوں کو اپنی خلوت میں راستہ نہیں دیتا]

واضح ہوا۔ یہ ایک صحیح حال ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسی طرح پر ترقیات کی راہ کو کھلا رکھے، اَللّٰھُمَّ زِدْ۔ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] —— آپ نے لکھا تھا کہ "میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ٹوپی اور اس کے اوپر صافہ طرّہ والا جیسا کہ باشندگانِ عرب دو طرّے (شملہ و طرہ) چھوڑ کر پہنتے ہیں آپ نے میرے سر پر رکھا ہے اور فرماتے ہیں جو کچھ ہم میں تھا ہم نے وہ سب تم کو دیدیا اور تمہاری امانت تمہیں پہنچادی الخ" میرے مخدوم! یہ خواب ایک بہت بڑی بشارت ہے، مبارک ہو لیکن اس عبارت کو اس پر محمول کرنا چاہئے کہ جو کچھ ہمارے اندر تھا ہم نے تمہارے ظرف و استعداد کے مطابق تم کو دیدیا یا تمہاری امانت کے متعلق جو کچھ ہمارے اندر تھا ہم نے تم کو دیدیا جیسا کہ دوسرا فقرہ اس کا قرینہ ہے ——

—— آپ نے لکھا تھا کہ "نمازِ تہجد کے بعد میں مشغول (مراقب) تھا میں نے دیکھا کہ دل (قلب) اور سر کے درمیان ایک بڑا دائرہ پیدا ہوا اور اس دائرے کے درمیان اپنے دل کو کمان کے چلّہ کی مانند پایا جیسا کہ ایک چلّہ کو دو کمانوں پر زہ کیا گیا ہو، اسی صورت میں ایک کمان کی جانب جو نظر جاتی تھی تو خالص وحدت دیکھتا تھا اور دوسری کمان کی طرف جو نظر جاتی تھی تو کثرت نظر میں آتی تھی، یہ کثرت بھی رفتہ رفتہ خالص وحدت ہوگئی اور دونوں کمانوں میں خالص وحدت دیکھی جاتی تھی"۔ میرے مخدوم! بزرگوں نے قلب کو برزخ کہا ہے شاید کہ یہ قلب کی برزخی صورت ہے جو کہ نظر آئی ہے اور وہ جو ایک کمان میں خالص وحدت اور دوسری کمان میں کثرت نظر آئی ہے یہ قابَ قوسَین سے ہے اور وہ جو کثرت بھی رفتہ رفتہ خالص وحدت ہوگئی اور آپ نے دونوں کمانوں میں وحدت دیکھی

وہ اَوْ اَدْنیٰ کا مقدمہ ہے اور یہ جو ہم نے کہا کہ اَوْ اَدْنیٰ کا مقدمہ ہے یہ اس لئے ہے کہ اَوْ اَدْنیٰ اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ کثرت کی قوس نظر سے بالکل جاتی رہے اور منظورِ نظر سوائے قوسِ وحدت کے کچھ نہ ہو ——

اور یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ یہ بات نفس یا روح کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ یہ معاملہ خود بخود تھا کہ کثرت کی قوس کے نظر سے ساقط ہونے کی خبر دینے والا ہے والغیب عند اللہ سبحانہ [غیب (کا علم) اللہ سبحانہ کے پاس ہے] —— آپ نے لکھا تھا کہ "اس دوران میں ایک مخصوص نسبت وارد ہوئی تھی کہ جس کے ساتھ دل ہرگز آشنا نہیں تھا جیسے کوئی اجنبی کسی ایسے شہر میں آجائے جس کو کبھی نہ دیکھا ہو" بیشک اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً [1] [تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں] کسی نے خوب کہا ہے ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم ۔۔۔ کہ نو پرواز م و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۴

ملا اشتاق بہرہ کی [2] کے نام اس شبہ کے حل میں جو کہ آیۂ کریمہ وَاتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا [3] سے پیدا ہوتا ہے اور حدیث لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی کی تحقیق میں اور اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ کی شرح میں اور عوام کے ایمان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مساوات کا توہم دور کرنے اور شہداء جو کہ بعض فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں ان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کے توہم کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا وہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، (اس میں) آپ نے چند سوال لکھے تھے، میرے مخدوم! آپ کے ان سوالوں کو علماء و مشائخ حل کر چکے ہیں تاہم سوال کے لئے جواب سے چارہ نہیں ہے (اس لئے) اس بارے میں کچھ لکھا جاتا ہے:۔

پہلا سوال یہ ہے کہ "حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں

---

[1] سورۃ ۲۷ آیت ۳۴۔ [2] بہرہ کی یعنی برکی (لوگر) افغانستان۔ آپ کا مزار مبارک بھی وہاں موجود ہے اور آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفاء میں سے ہیں نیز وہاں (لوگر میں) شاہ ابو الفتح کا مزار بھی موجود ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پانچویں یا چھٹی پشت میں ہیں [3] سورۃ ۱۶ آیت ۱۲۵۔

فرمایا ہے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا[۱] [بیشک میں آپ کو لوگوں کے لئے امام (پیشوا) بنانے والا ہوں] اور نیز فرمایا ہے وَاتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا[۲] [آپ یکسو ہو کر ملتِ ابراہیم کا اتباع کیجئے] پس ان دونوں آیتوں کے مقتضیٰ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام مقتدیٰ (جس کی اقتداء کی جائے) اور متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) ہوئے اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تابع (اتباع کرنے والے) ہوئے، اور حالانکہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام (تمام مخلوقات سے) یقینی طور پر افضل ہیں اور یہی اشکال حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی پیش آتا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[۳] [تحقیق میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں] پس اس آیتِ شریفہ سے وہی اشکال لازم آتا ہے جو کہ مذکورۂ سابق آیت سے لازم آتا ہے (یعنی فضیلتِ آدم علیہ السلام)۔ جواب: آیۂ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ خلافت کا یہ حکم نوعِ انسان کے لئے ہے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا جیسا کہ ملائکہ کا جواب کہ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ[۴] [کیا آپ اس کو پیدا کریں گے جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا] اس پر دلیل ہے، کیونکہ فساد اور خونریزی نوعِ انسان میں ہے نہ کہ آدم علیہ السلام میں، اور خلافتِ الٰہیہ کی خصوصیت آدم علیہ السلام کے ساتھ مان لینے کی صورت میں یہ خلافت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ کے ساتھ خاص ہوگی نہ کہ دائمی خلافت کہ جس سے اشکال کا تصور ہو سکے جیسا کہ (اللہ تعالیٰ نے) حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے، یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ[۵] [اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ (بادشاہ) بنایا] اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کی شان میں فَاِنَّ فِیْھِمْ خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ الْمَھْدِیَّ[۶] [پس بیشک ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے] وارد ہوا ہے اور اسی قسم سے قطبِ ارشاد و غوث و قطبِ مدار ہیں جو کہ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں کہ (ان کی) قطبیت اور تمام مناصب اُنہی کے زمانوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، اور اسی طرح قَدَمِیْ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ [میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے] جو کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے (یہ بھی) تحقیق شدہ قول کی بنا پر اُس وقت کے اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، ہاں آیتِ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کا حکم عام اور دائمی ہے۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی امامت عام اور دائمی ہے اس لئے کہ اُن کے بعد کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو اُن کی ذریت میں سے نہ ہو اور ان کی اتباع کا مامور نہ ہو (اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو نہ فی جمیع الاحکام نہ ہو) جیسا کہ

---

۱ سورۃ ۲ آیت ۱۲۴ ۲ سورۃ ۲ آیت ۱۲۵ ۳ و ۴ سورۃ ۲ آیت ۳۰ ۵ ۳۸ سورۃ ۳۸ آیت ۲۶۔

۶ یہ پوری حدیث مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ میں ہے لیکن اس میں فان فیھم کی بجائے فان فیھا ہے (رواہ احمد والبیہقی)

آیہ کریمہ وَاتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا اس پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ آیتیں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی کمی نہیں کرتیں (کیونکہ مفسرین نے کہا ہے یعنی توحید میں یا حق جل وعلا کی طرف دعوت دینے کے طریقے میں ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی پیروی کر جیسا کہ وہ نرمی ومدارات کے ساتھ پے در پے دلائل پیش کر کے اور ہر شخص کی سمجھ کے مطابق بحث کر کے دعوت دیتے تھے آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔ صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع (پیروی کرنا) اس راہ پر چلنے کا نام ہے جس پر متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) چلا ہے۔ پس آنسرور کا حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا اس بنا پر تھا کہ آپ ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد مبعوث ہوئے تھے نہ اس لئے کہ آپ مرتبہ میں ان سے کم ہیں اور آنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللہِ [میں اللہ کے نزدیک اولین وآخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں] کے ارشاد کے بموجب یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء (علیہم السلام) سے اکرم وافضل ہیں اور فضیلت میں آپ کا حصہ تمام انبیا واصفیا سے بہت زیادہ اور بہت جامع ہے اور یہ جو فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ [پس آپ ان (انبیاء) کی روش کی پیروی کریں] وارد ہوا ہے یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ اس امر سے (بھی) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ ان سب کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم دیتے ہیں اور متابعت کے حکم سے اس کی فاضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ [آپ ان (اپنے اصحاب) سے کام میں مشورہ کر لیا کریں] اصحاب کرام کے ساتھ مشورہ کرنے کا امر ان کی متابعت کے امر کو شامل ہونے سے خالی نہیں ہے (یعنی امر متابعت کو شامل ہے) ورنہ مشورہ کرنے کا کیا فائدہ ہو گا۔ (حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے افضل ہونا اور صحابہؓ کا مفضول ہونا مسلمہ امر ہے) اس مقام کی تحقیق اور اس معاملہ کی حقیقت کو ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے کشف وعرفان کے طریق سے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۲

دوسرا سوال یہ ہے کہ جناب مقدس حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام یقینی طور پر سب انبیاء سے افضل ہیں تو پھر حدیث لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی [تم مجھ کو یونس بن متی پر فضیلت مت دو] کس معنی میں ہے؟ اور حدیث مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ [جس شخص نے کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ کہا] کس طرح ہے؟ جواب: ہو سکتا ہے کہ (اس کے) معنی اس طرح ہوں کہ مجھ کو (ان پر) اس طرح فضیلت نہ دو کہ جس سے مفضول میں نقص لازم آتا ہو یا

عہ رواہ البخاری، المشکوٰۃ باب ذکر الانبیاء۔ ۱ سورۃ ۶ آیۃ ۹۱ ۲ سورۃ ۳ آیۃ ۱۵۸۔

لڑائی جھگڑے کا باعث ہو، اور نیز ہو سکتا ہے (یہ معنی ہوں) کہ تمام قسم کے فضائل میں فضیلت نہ دو اگرچہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کُلّی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ امام مؤذن سے مطلق طور پر افضل ہے اگرچہ اذان دینے کی فضیلت اس میں نہیں ہے، اور نیز ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہوں کہ تم اپنے نفس و خواہشات کی طرف سے فضیلت نہ دو، اور نیز ہو سکتا ہے کہ یہ قول تواضع اور کسرِ نفس کے طور پر فرمایا ہو، اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ نفسِ نبوت میں مجھ کو (اُن پر) فضیلت نہ دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ[1] [ہم اس (اللہ تعالیٰ) کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے] اور نیز ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ قول اپنی افضلیت کا علم ہونے سے پہلے کا ہو، جاننا چاہئے کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کو اس امر میں شرکت حاصل ہے اس کے باوجود اس حکم میں حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ چونکہ اُن (حضرت یونس) علیہ السلام سے ایک زلّت (لغزش) واقع ہوئی تھی اس وجہ سے یہ اُن کے نقص کے توہم کا مقام ہوا اس وہم کو دور کرنے کے لئے ان کی تخصیص اس حکم میں فرمائی کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ[عـه] [گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو] اور اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ[2] [یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے] کے مصداق (اس زلّت) کے باعث ان کے اور اُن کی نبوت کے رتبہ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا اور ہو سکتا ہے کہ اسی اعتبار سے آپ نے فرمایا ہو کہ جس نے یہ کہا کہ "میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں تو اُس نے جھوٹ کہا"، یعنی جس شخص نے ان علیہ السلام کی لغزش کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اُن پر فضیلت دی اور اپنے آپ کو لغزشوں اور گناہوں سے پاک تصور کیا پس تحقیق اس نے جھوٹ بولا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے: فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ[3] [پس انھوں نے اندھیروں میں (اللہ تعالیٰ کو) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں بیشک قصوروار ہوں، پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو اس غم سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں] اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ[4] [پھر ان کے رب نے ان کو برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا]

تیسرا سوال یہ ہے کہ یہ بات مسلّم و واضح ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تمام افرادِ امت پر کُلّی فضیلت ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ[عـه] بعض کمالات بعض افرادِ امت میں (ایسے) ہیں جو کہ انبیاء (علیہم السلام)

ص ۵۳

[1] سورۃ ۲ آیت ۱۸۵ [2] سورۃ ۲۵ آیت ۷۰ [3] سورۃ ۲۱ آیت ۸۷، ۸۸ [4] سورۃ ۶۸ آیت ۵۰

عـه رواہ ابن ماجہ عن عبد اللہ بن مسعودؓ مرفوعاً مرقوفاً مشکوٰۃ آخر باب التوبہ عـه اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف باب الحب فی اللہ میں بروایت ابوداؤد مذکور ہے۔

پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ شہدا رِ فی سبیل اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ موتیٰ عہ (مُردہ) کے لفظ سے نہیں پکارے جاتے اور انبیاء (وفات کے بعد) غسل کے محتاج ہیں اور اُن کے لئے میّت عہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔
جواب:۔ یہ فضیلت جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے ہر ایک جُلاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحبِ فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کلّی فضیلت انبیاء اور عالم کے لئے ہے۔
سوالِ چہارم: علمائے ماتریدیہ عہ نے کہا ہے اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ [ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے] اس عبارت سے لازم آتا ہے کہ عام مومنین کا ایمان انبیاء علیہم السلام کے ایمان کی مانند ہو، اور حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا ایمان قرب و درجہ میں اکمل ہے۔ جواب:۔ انبیاء علیہم السلام کے ایمان اور عوام کے ایمان کو نفسِ ایمانیت میں شرکت و برابری ہے اور ایمانِ انبیاء کی فضیلت ایمان کو کامل کرنے والی صفات کی طرف راجع ہے کیونکہ جو ایمان کہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور گناہوں اور مشتبہ امور سے پاک ہے وہ کچھ اَور ہی صفائی اور علیحدہ نورانیت رکھتا ہے اور بہت بڑے نتائج و ثمرات لاتا ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسری نوع ہو جاتا ہے جیسا کہ افرادِ انسان جو کہ نفسِ انسانیت میں مشترک و مساوی ہیں اور صفات کے کمال و نقصان کے پیشِ نظر اُن میں سے ایک جماعت کو (اللہ تعالیٰ نے) كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گم راہ ہیں] فرمایا ہے اور وہ حقیقتِ انسانی سے نکل گئے ہیں اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے لَوِ اتَّزَنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ [اگر (حضرت) ابو بکرؓ کے ایمان کو میری اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ ضرور بڑھ جائیگا] یہ (ایمان کا) بڑھ جانا بھی صفات کاملہ کے باعث ہے جو کہ ایمان کی نورانیت و صفائی کو بڑھا دیتی ہیں اور میزان (ترازو) کے پلے کو راجح (بھاری) کر دیتی ہیں کیونکہ صفات و اعراض میزانِ موعود (اُخروی) میں وزن کی جائیں گی، اُن (ابو بکرؓ) کا ایمان بھاری کیوں نہ ہو جبکہ وہ موتِ قبل از موت سے مشرف ہوئے ہیں، اور اس صفت میں وہ صحابۂ کرام کے درمیان ممتاز ہوئے اور سبقت لے گئے ہیں اور اسی لئے آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ [اور جو اس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں] اور آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے] کے مصداق معیت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درمیان اس موت کی بشارت کے ساتھ جو کہ عینِ معرفت اور ایمان کو کامل کرنے والی ہے مبشر ہوئے ہیں

عہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ۔ عہ ارشاد باری تعالیٰ ہے انک میت وانھم میتون عہ امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ کے متبعین۔

جیسا کہ اُن کی شان میں وارد ہوا ہے: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ [جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی میت (مردہ) کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اس کو ابو بکر ابن ابی قحافہ کی طرف دیکھ لینا چاہیئے] اگرچہ تمام صحابہ بھی اس موت کے ساتھ متصف تھے لیکن اس بشارت کے ساتھ ان کی تخصیص اس صفت میں دوسروں سے زیادہ ان کے کمال کی خبر دینے والی ہے اور جو شخص کہ اس صفت میں زیادہ کامل ہے اس کا ایمان بھی اسی قدر زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ موت (قبل از موت) اطمینانِ نفس کا ثمرہ دینے والی ہے اور اطمینانِ نفس ایمانِ حقیقی ہے جو کہ زوال سے محفوظ ہے آیۂ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ[1] اے (ظاہری) ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر (حقیقی طور سے) ایمان لاؤ] گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، اور شاید کہ حدیث اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ کُفْرٌ [اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] میں یہی ایمان مطلوب ہے، یہ وہ موت ہے جو کہ دائمی زندگی تک پہنچاتی ہے اور قرب و معرفت کے انوار کے ساتھ متصف کرتی ہے، آیۂ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ[2] [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے] میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات۔

مکتوب ۲۵

میر عبد الفتاح ولد حقائق آگاہ میر محمد نعمان قدس سرہٗ کے نام طلبگاری کے لوازم ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ روزمرہ کے امور و حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی عافیت سے ہوں گے اور سنتِ منورہ و شریعتِ عالیہ کے راستے پر استقامت رکھتے اور طلبگاری کے لوازم سے فارغ نہیں ہوں گے اور ہمیشہ تشنہ و مضطرب رہتے ہوں گے، (طلبِ حق سے) سیری و فراغت نصیبِ دشمناں ہو، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف بیقراری ہے جب قرار آگیا تو تصوف نہ رہا۔ مرید کو اس صفت کا ہونا چاہیئے کہ حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ[3]

---

[1] سورۃ ۴ آیۃ ۱۳۶ [2] سورۃ ۶ آیۃ ۱۲۳ [3] سورۃ ۹ آیۃ ۱۱۸۔

[یہاں تک کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود اُن پر تنگ ہو گئی اور وہ خود بھی اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ (کے غضب) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے] جب طالبِ صادق اس صفت کا ہو جائے تو امید ہے کہ بخشش کا سمندر جوش میں آ جائے اور ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوبُوا [پھر (اللہ تعالیٰ) اُن پر مہربان ہوا تاکہ وہ آئندہ بھی (اس کی طرف) رجوع رہا کریں] کی خوشخبری اس کی جان کے کان میں پہنچائے اور اُس کو اُس سے لے لے، تعجب ہے کہ سعادتمند جوان خوابِ خرگوش میں آرام پذیر ہیں اور لوازمِ طلب سے بیٹھ گئے ہیں اور بچوں کی طرح جواہرِ نفیسہ کی بجائے چند ٹھیکریوں کے ساتھ مشغول ہو گئے ہیں۔

در جہاں شاہدے و ما فارغ ۔۔۔ در قدح جرعۂ و ما ہشیار

[جہان میں ایک معشوق (موجود) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں]

مکتوب ۲۶

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے وقائع کی تعبیر اور احوال کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب جو کہ وقائع روشن و احوالِ پسندیدہ پر مشتمل تھا پہنچا اور اس نے خوش وقت کیا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دو واقعے جو آپ نے لکھے تھے ایک واقعہ میں مصحف اور دوسرے واقعے میں خلعت آپ کو دیا گیا ہے (یہ دونوں) عمدہ بشارت دینے والے ہیں، اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر جب میں اپنے احوال میں مقید ہو جاتا ہوں تو اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں اور مراقبہ میں ایسا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر ایک بال چراغ کی مانند شعلہ دیتا ہے اور کلمۂ طیبہ کے کہنے میں ایسی لذت پیدا ہوتی ہے کہ بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں، کیا کمالِ فنائے نفس یہی ہے یا کوئی اور چیز ہے" (جواب) معلوم فرمائیں کہ یہ احوال عمدہ اور پسندیدہ ہیں اور فنائے نفس کے لوازم و متعلقات میں سے ہیں لیکن فنائے نفس فی نفسہٖ ایک اور امر ہے ع

آنجا ہمہ آنست کہ برتر ز بیان ست ۔۔۔ [وہاں سب کچھ وہ ہے جو کہ بیان سے بالاتر ہے]

ہاں آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ میں اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں اور یہ جو اس کے بعد لکھا ہے کہ نہ اپنے آپ کو جان سکتا ہوں اور نہ عالم کو، اگر (یہ بات) فنائے قلب کے بعد پیش آتی ہے تو فنائے نفس کی مبادیات میں سے اور اس کے لوازم میں سے ہے۔ مختصر یہ ہے کہ امیدوار رہیں اور ہَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ [کیا اور بھی ہے]

کئے ہوئے فوق کی طرف متوجہ رہیں، ع

ہنوز ایوانِ استغنا بلند ست [ابھی بے نیازی کا مقام بلند ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز کے شروع میں بھی اکثر جمعیت رونما ہوتی ہے اکثر اوقات جب اپنے آپ میں مفید ہوجاتا ہوں تو آفتاب و ماہتاب کے شعلہ کی طرح نظر آتا ہے فقیر اس کے ادراک سے عاجز ہے"۔ آپ جان لیں کہ جو حالت نماز میں حاصل ہوتی ہے بہت عمدہ ہے اور یہ جو آپ خود کو آفتاب کا شعلہ پاتے ہیں ہوسکتا ہے بقا کے آثار ہوں اور یہ نورِ حیات کا ہو جو کہ موت پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنادیا] اس کی خبر دینے والی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

۲/۶
۱۲۳

مکتوب ۲۷

مُلا عطاء اللہ سورتی کے نام اُن کو نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، فضائل مآب برادرم ملا عطاء اللہ اس جانب سے سلام عاقبت انجام پڑھیں اور دُور اُفتادہ دوستوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کریں۔ میرے مخدوم! چند روزہ زندگی کو جو کہ بہت قیمتی ہے سب سے قیمتی اشیاء میں صرف کرنا چاہئے اور وہ مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کا حاصل کرنا ہے کمر ہمت کو اس بزرگ کام میں کَس کر باندھیں اور جو کچھ اُس کے منافی ہے اس سے الگ ہوجائیں، بندہ کے حق میں کمال یہ ہے کہ اس کا مولا اس سے راضی ہو اور وہ اس (اپنے مولا) سے راضی ہو اس لئے مقامِ رضا تمام مقامات سے اوپر ہوا، اس رضا کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس تعالیٰ شانہٗ سے راضی ہوجائے اور ارادوں اور خواہشات میں اس تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی کے خلاف اس سے ظاہر نہ ہو اور رنج پہنچنے کی حالت میں نعمت حاصل ہونے کی مانند کشادہ رُو رہے اور اس کے اوامر و نواہی میں اس کی ابرو پر بل نہ آئے اور تمام افعالِ واجبی (اللہ تعالیٰ کے افعال) میں شرحِ صدر کے ساتھ رہے اور اس عزّ برہانہٗ کی قضا و قدر کے ساتھ اطاعت و تسلیم اختیار کرے، والسلام

مکتوب ۲۸

۵۷
د۷

شیخ نور محمد سورتی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وتبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں، دوستوں کی خیریت مطلوب ومقصود ہے، اوقات کو ذکر وفکر کے ساتھ معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جلّت عظمتہ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُہَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الْمَوْتُ بِحَذَافِیْرِہٖ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ (ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی، موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں (یعنی نزع وغیرہ جو موت کے وقت اور احوالِ قبر وغیرہ جو اس کے بعد واقع ہوں گے) احوال لکھتے رہا کریں، اپنے راہِ سلوک اور صاحبزادگان کی کیفیت لکھتے رہیں اور کوشش کریں کہ آپ ہر روز بہتر ہوں ترقیات کے دروازے کھلے رہیں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ (جس شخص کے دو دن یکساں گذریں وہ خسارے میں ہے) دوستوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام

مکتوب ۲۹

میر محمد امین بخاری کے نام آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اور آیۂ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح وتفسیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد سیادت ونقابت پناہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے آپ کی ظاہری وباطنی سلامتی واستقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ ظاہری مشاغل اور متفرق تعلقات کے باوجود باطنی رابطوں اور محبتوں میں کوئی نقص نہیں آیا ہے، امید ہے کہ روز بروز (اس حالت میں) اضافہ ہوگا اور روز افزوں ترقی ہوگی، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ عہ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) اور مفسرین نے اس کی تفسیر لِیَعْرِفُوْنِ (تاکہ مجھے پہچانیں) کے ساتھ کی ہے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ (ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی پس انھوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا) اگر امانت سے مراد معرفت ہے تو یہ انسان عہ کے ساتھ کیا خصوصیت رکھتی ہے اور اگر وہ

عہ اس کو امام بخاری وامام مسلم نے روایت کیا ہے۔ عہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

کوئی دوسری چیز ہے تو مطلع فرمائیں "۔ میرے مخدوم! یہ شبہ اس کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا کہ لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے کی جائے خواہ کسی معنی کے ساتھ بھی تفسیر کریں اور امانت کو بھی اُس معنی میں لیں یعنی لیعبدون کو اگر اپنے معنی میں رکھیں جیسا کہ اکثر علمائے مفسرین نے کہا ہے اور امانت سے بھی تکالیف شرعیہ جو کہ عبادت کا حاصل ہیں مراد لیں یا دونوں جگہ معرفت مراد لیں تو شبہ وارد ہوتا ہے کہ (دوسری آیت میں) امانت کو اٹھانے کی تخصیص انسان کے ساتھ کیا ہے؟ (جبکہ پہلی آیت میں انسان کے ساتھ جنّ بھی عبادت یعنی تکالیفِ شرعیہ کے مکلّف ہیں) ۔جواب :۔ ہم کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے وجہ تخصیص انسان کی شرافت و بزرگی اور اس کی شان کا اہتمام ہو اگرچہ جنّ (بلکہ ہر چیز) کو (اس میں) شرکت ہو کیونکہ جنّ اس تکلیف میں انسان کے تابع ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے متابع ہیں کیونکہ آپ نے لیلۃ الجنّ میں (ان کو) دعوتِ (اسلام) دی اور یہ سب ایمان لائے اور انھوں نے (اپنی قوم میں واپس آکر) کہا یٰقَوۡمَنَاۤ اَجِیۡبُوۡا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوۡا بِہٖ [اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ] اور (اس) آیت (کے سیاق) کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے وہ (قوم جنات) حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے تابع رہے ہیں جیسا کہ انھوں نے کہا ہے: اِنَّا سَمِعۡنَا کِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی الآیہ [بیشک ہم نے سُنا ایک کتاب کو جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے] اور نیز ہوسکتا ہے کہ امانت کا پیش کرنا اور اُس کا اٹھانا خاص انسان کے لئے ہو اور جنات کو اس میں شرکت نہ ہو اگرچہ دونوں کو عبادت یا معرفت کے لئے پیدا کیا گیا ہو اور (اس میں) کوئی اشکال نہیں ہے۔

(۳۱/۴۶ ص۱، ۳۰/۴۶ ص۲)

آپ جان لیں کہ اس سوال کے ان دو جواب کے علاوہ کئی دوسرے جواب بھی ہیں کہ ان صورتوں میں ہرگز کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔ اول یہ کہ لیعبدونِ اپنے معنی پر رہے (یعنی تکالیفِ شرعیہ مراد لی جائے) جیسا کہ علما نے فرمایا ہے اور امانت کو معرفت کے معنی میں کہا جائے جیسا کہ آں مشفق (آپ) نے لکھا ہے تو اشکال وارد نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ مجاہد نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے کی ہے لیکن معرفت کے عام معنی لئے ہیں جو کہ موحد و مشرک، مطیع و عاصی کو شامل ہیں کہ سبھی پہچانتے ہیں لیکن بعض فرمانبرداری نہیں کرتے اور بعض عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں، اس صورت میں اگر امانت سے وہ معرفت مراد لیں جو موحّدین یا اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے یا عبادات اور تکالیفِ شرعیہ مراد لیں تب بھی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ مفسرین نے کہا ہے، ہوسکتا ہے کہ لیعبدونِ اس معنی میں ہو کہ اَیۡ لِیَکُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّیۡ [یعنی تاکہ وہ میرے بندے ہو جائیں]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱؎ یعنی انسان کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ معرفتِ حق تعالیٰ ہر چیز کو حاصل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (۱۵/۴۴)۔

ص۵۹

اس صورت میں بھی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ چہارم یہ کہ اگر آیۂ کریمہ وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ میں انسان سے مراد حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے تب بھی شبہ وارد نہیں ہوتا۔ پنجم یہ کہ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے مکتوبات جلد ثانی کے مکتوب ۴۷ میں لکھا ہے کہ یہ امانت اس فقیر کے زعم میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو کہ انسان کے کامل افراد کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خلافت کے حکم کے مطابق تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور سب کو وجود و بقا اور تمام ظاہری و باطنی کمالات کا فیض اُس کے توسط سے پہنچاتے ہیں اگر فرشتہ ہے تو اس کے ساتھ وسیلہ رکھنے والا ہے اور اگر انسان و جن ہیں تو وہ بھی اس کا سہارا پکڑنے والے ہیں اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اس کی طرف ہے اور سب اس کی طرف دیکھنے والے ہیں (خواہ وہ اشیاء) اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا (یعنی) اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا ہے، اس طرح پر کہ وہ اپنے وجود اور اپنے وجود کے توابع کا نہ کوئی اثر باقی رہنے دیتا ہے اور نہ کوئی حکم، اور جب تک وہ اپنے اوپر ایسا ظلم نہ کرے امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ جَهُولًا (یعنی) بہت جہالت والا، ایسا کہ اس کو مطلوب کا نہ علم ہے نہ ادراک بلکہ مقصود کے ادراک سے عاجز اور اس کے علم سے جاہل ہے، اور (حال یہ ہے کہ) یہ عجز و جہل اس مقام میں کمالِ معرفت ہے اس لئے کہ وہاں جو زیادہ جاہل ہے وہی زیادہ معرفت والا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ان میں جو زیادہ معرفت والا ہے وہی امانت کو اٹھانے کے زیادہ لائق ہے، یہ دو صفات گویا بارِ امانت اٹھانے کے لئے علت ہیں، یہ عارف جو کہ اشیاء کی قیومیت کے منصب سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے، مخلوق کے اہم امور اس کی طرف راجع کر دیئے گئے ہیں اگرچہ انعامات سلطان (کی طرف) سے ہیں لیکن ان کا پہنچنا وزیر کے وسیلے سے وابستہ ہے۔" تَمَّ كَلَامُهٗ (حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا کلام ختم ہوا) اس صورت میں بھی شبہ وارد نہیں ہوتا، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب ۳۰

شیخ حسین منصور جلندری کے نام فنائے کامل کے حصول کے متعلق اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا چونکہ پسندیدہ کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں

اضافہ کیا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسی طرح ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور پسندیدہ سنتوں کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے زوالِ عین واثر کی حالت کے دائمی ہونے اور کمالات کے اپنی اصل کی طرف رجوع کی دائمی دید اور عدم مقید کے عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے، فنا میں ہمارے نزدیک معتبر یہ ہے کہ دوام حاصل کرلے اور جو (فنا) دوام نہ رکھتی ہو وہ دائرہ اعتبار سے ساقط ہے اور اس قسم کی فنا کہ عدم بھی وجود کی طرح اس سے جدا ہو جائے اور اصل کے ساتھ لاحق ہو جائے تجلّیٔ ذاتی کے آثار سے ہے۔

گر بر سر کوئے عشقِ ما کُشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو ہمارے عشق کے کوچے میں قتل ہو جائے تو شکرانہ دے کیونکہ تیرا خونبہا میں ہوں]

جو عروج کہ (آپ کو) اس وقت پیش آیا تھا اور آپ نے بعض مشائخ کے مقابلہ میں اپنی بلندی کو دیکھا در لکھا تھا واضح ہوا، تحریر کا مقام نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [بیاللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے] کسی نے خوب کہا ہے ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب میں بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں]

میاں شیخ جمال جمعیت کے ساتھ رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۳۱

خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام اپنے اطوار پر افسوس کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، ہزار افسوس کہ قیمتی عمر ہوا و ہوس میں چلی گئی اور محرومی و معصیت میں گذر گئی، در و دیوار اس ناکارہ کے کردار پر گریہ و زاری کر رہے ہیں اور ہر پتھر و ٹھیکری زبانِ حال سے فریاد کرتی ہے مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهٰذَا اُمِرْتَ [تجھ کو اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ اس کے لئے تجھ کو امر کیا گیا ہے] ؎

ہر دو عالم در لباسِ تعزیت اشک مے بارند و تو در معصیت

[دونوں عالم تعزیت کے لباس میں اشک برساتے ہیں اور تو گناہ میں (مبتلا) ہے]

اُذْكُرُوا اللّٰهَ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ [اللہ کا ذکر کرو اور اس کی طرف رجوع کرو] جَاۤءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ

جاء الموت بما فیہ بحذافیرہ [ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنیوالی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں (یعنی نزع وغیرہ جو موت کے وقت اور احوالِ قبر وغیرہ جو اس کے بعد واقع ہوں گے)]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۳۲

قاضی حیدر لاہوری کے نام معرفت اور ایمانِ حقیقی حاصل کرنے پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون اللھم صل علیہ وعلیٰ آلہٖ وسائر النبیین وآل کل وسائر الصالحین۔ مکتوب گرامی جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مسرور و مشرف ہوا، چونکہ اظہارِ شوق پر مشتمل اور دردِ طلب کی خبر دینے والا تھا (اس لئے) مزید خوشی بخشی، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ اس شوق کو نعمتِ عظمیٰ جانیں اور سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں۔ کسی بزرگ نے کہا ہے اگر (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ حق سبحانہ اس شوق کی آگ کو مشتعل کرے اور شعلۂ طلب کو سر بلند بنائے تاکہ مطلوب (حقیقی) کے ماسوا سے بالکل بیگانہ کر دے اور تفرقہ (جدائی) کی کشمکش سے پوری طرح رہا کر دے اور مطلوبِ حقیقی تک پہنچائے، اس دنیائے فانی میں مطلوب حق جل وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اور معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اس کی صورت وہ ہے جو علمائے کرام نے بیان کی ہے اور مطلق ایمان اس کے ساتھ وابستہ ہے اور معرفت کی حقیقت کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں معروف میں فنا ہونے سے عبارت ہے اور اس (معرفت کی) صورت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ یہ اس کے بغیر متصور نہیں ہوتی، اور ایمانِ حقیقی جو کہ زوال سے محفوظ ہے اس معرفت سے وابستہ ہے شاید کہ حدیث شریف میں اس ایمان کی طرف اشارہ ہے کہ وارد ہوا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ [اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہیں ہے] اور یہ فنا جس پر کہ معرفت کا مدار ہے ایک وجدانی و ذوقی امر ہے جو کہ کہنے اور لکھنے میں نہیں آتا اور کتابوں کے درس و مطالعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا، وَمَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [اور جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

لذتِ مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت نہیں پہچانے گا]

پس عقلمندوں اور ہوشمندوں کو اس سے چارہ نہیں ہے کہ حاصل کار و نقد روزگار میں غور کریں، جس

کسی کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشخبری و بشارت ہے، جو کچھ اس کی پیدائش کا مقصد تھا وہ بجا لایا اور ظل سے اصل کی طرف چلا گیا، مولوی (رومی) قدس سرہٗ کا شعر ہے ؎

چوں بدانستی تو خود را از نخست سوئے آنحضرت نسب کردی درست
وآنکہ دانستی کہ ظلِّ کیستی فارغی گر مُردی وگر زیستی

[جب تو نے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی نسبت کو درست کر لیا
اور جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل (سایہ) ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو بے فکر ہے]

اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے وہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس شخص سے فانی دنیا میں طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کو تعمیر کرتا ہے۔ ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (ہمارا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا ہی رہے (اور) یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العُلیٰ۔

مکتوب ۳۳

عُبیدُ اللہ

خواجہ عبداللہ کولابی کے نام اس بارے میں کہ کثرت کے آئینہ میں وحدتِ حقیقی مشہود نہیں ہے بلکہ اس کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ارواح کا شہود کمال میں داخل نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقے پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے ان دنوں بھیجا تھا پہنچا چونکہ شوق پر مشتمل اور دردِ طلب کی خبر دینے والا تھا مزید خوشی کا باعث ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اس کو اور زیادہ فرما]۔ آپ نے اپنے احوال کو اس شعر پر محمول کیا تھا ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

[کثرتِ شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں]

میرے مخدوم! میں آپ کے احوال کو اس شعر کے مضمون سے بلند جانتا ہوں، آپ کا باطن خالص تنزیہ کی طرف متوجہ ہے اور اس شعر کا مضمون کثرت کے آئینے میں وحدت کے شہود کی خبر دینے والا ہے۔ میرے مخدوم! جو کچھ کثرت کے آئینے میں مشہود ہے وہ وحدتِ حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کی نظیر و مثال اور اس کے ظلال میں سے کوئی ظل ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ وراء الوراء ہے اور ہماری دید و دانش سے ماوراء ہے، ع

در کدام آئینہ در آید او [وہ کونسے آئینے میں سما سکتا ہے]

حق سبحانہٗ کو مخلوق کے آئینے میں ڈھونڈنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص آفتاب کو پانی کے طشت میں تلاش کرے ؎

کسے در صحنِ کاچی قلیہ جوید اَضَاعَ الْعُمُرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ

[جو شخص حلوے کی پلیٹ میں بھنا ہوا گوشت ڈھونڈتا ہے وہ اپنی عمر محال چیز کی طلب میں ضائع کرتا ہے]۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

۶۳ [(بارِ الہا) جب تو خوبی کی وجہ سے عالَم (دنیا) میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کسی طالب کو یہ دید پیش آجائے کہ وہ ظاہری آنکھ سے پاک روحوں کو مشاہدہ کرنے لگے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟" میرے مخدوم! مشاہدۂ ارواح خواہ چشمِ ظاہر سے ہو یا چشمِ باطن سے، کسی کمال میں داخل نہیں ہے اور منازلِ قرب میں سے کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ باطن ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جائے اور غیر کا کوئی نام و نشان دیدۂ باطن میں باقی نہ رہے۔ ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس]

اس قسم کی چیزیں جو سالکوں کو اثنائے راہ میں پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ علمِ بلاغت میں مُحسّناتِ بدیعی ہوتے ہیں کہ وہ کلام میں حُسن پیدا کرتے ہیں اور وہ بلاغت میں کوئی دخل نہیں رکھتے بلکہ یہ ارواح کا مشاہدہ مُحسّنات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات مقصد سے باز رکھتے ہیں اور (سالک کو) کمال کے وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں اگر یہ امور (مشاہداتِ ارواح) اس نقصان سے خالی ہوں تو بھی اُن کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ سالک کی طلب میں معاونت کرتے ہیں اور اس کے کام میں مددگار ہو جاتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے کچھ سوالات سابقہ خط میں عرض کئے تھے اُن کے جواب کا منتظر ہوں" میرے مخدوم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ خط فقیر کی علالت کے دنوں میں پہنچا تھا اُس وقت خط کا جواب لکھنے بلکہ پڑھنے اور غور کرنے کی بھی طاقت نہ تھی، اِس وقت وہ خط نہیں ملا معذور رکھیں،

والسلام علیکم و علی من لدیکم۔

شیخ امان اللہ نبیرۂ شیخ حمید بنگالی کے نام اُن کو نصیحت کرنے اور حصولِ معرفت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الورٰی محمد ن المصطفٰی وعلیٰ آلہٖ وصحبہ البررۃ التقٰی، مکتوبِ گرامی نے پہنچکر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا اللہ تعالیٰ بطریقِ احسن میسر فرمائے، امید ہے کہ اس شوق کا شعلہ مشتعل اور محبت کی آگ سربلند رہے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور مطلوب کی خوشبو دماغ میں پہنچائے ؎

عشق آں شعلہ است کاں چوں برفروخت ہرچہ جز معشوق آں راجملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اُٹھا تو اس نے معشوق کے سوا جو کچھ باقی ہو سب کو جلا دیا]۔

بزرگوں کے طریقہ پر استقامت رکھیں اور ان کے مقام کا اچھی طرح خیال رکھیں اور فقراء وطالبین کی خدمت بطریقِ احسن بجالائیں اور شریعت کے راستہ پر قائم رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور اس سے بچتے رہیں اَھلُ الْبِدْعَۃِ کِلَابُ اَھْلِ النَّارِ [بدعتی لوگ اہلِ دوزخ کے کتے ہیں] آپ نے سُنا ہوگا اور بزرگوں کے طریقے میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں کیونکہ طریقہ کی برکات اس وقت تک جاری رہتی ہیں جبتک اس کو امورِ محدثہ (دین میں نئے پیدا کردہ امور) سے ملوث نہیں کیا جاتا اور حق جل وعلا کی طلب سے فارغ نہ بیٹھیں اور اُس تعالیٰ شانہٗ کی معرفت کی طرف راستہ تلاش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائیں، اس فانی دنیا میں مطلوب اس نعمت کا حصول ہے اور انسان کی پیدائش سے مقصود معرفت کا حاصل کرنا ہے افسوس ہے کہ جو کچھ اس (انسان) سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے ناآشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]۔

آپ نے بعض ظاہری پریشانیوں کے لاحق ہونے کے بارے میں لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن (پریشانیوں) کو

جمعیتِ (قلبی) سے تبدیل فرمادے اور ما سوا کے فکر و غم سے رہائی بخشے، جو مسلمان کہ اس ملک (بنگال) میں آئے ہیں ان میں سے اکثر یہاں کے حاکم کی شکایت کرتے ہیں اور اس کی بے دینی و بدعملی کا رونا روتے ہیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اہلِ اسلام اس کی شرارت سے چھوٹ گئے اور اس کے تسلط سے رہائی پا گئے، حاکموں کا ظلم ہماری شامتِ اعمال سے ہے، اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ [تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں] اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور پرہیزگاری و تقویٰ اختیار کرنا چاہئے، وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ [اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی سبیل نکال دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے] دوستوں سے دعاءِ سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

۶۵ ۲،۳

مکتوب ۳۵

شیخ حسین منصور جلندری کے نام فنا و بقا اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور تجدد امثال کے منشا کی طرف اشارہ کے بیان میں اور اس بارے میں کہ تجلیٔ ذات کا آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہونا کس معنی میں ہے اور کیا زوالِ عین واثر (حقیقتِ) محمدی کے ساتھ مخصوص ہے؟ اور عالمِ امر، نفسِ مطمئنہ اور عناصرِ اربعہ کے منتہائے عروج کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ، صاحب قاب قوسین اوادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ ——

مکتوب گرامی پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ احوالِ صحیحہ و کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا (اس لئے) مزید خوشی کا باعث ہوا۔ آپ نے اولاً فنا و استہلاک کے حصول اور ثانیاً وجود اور اس کے تابع کمالات کے اصل کے ساتھ عجیبۃ کی مانند عدم مقید کے عدم مطلق کے ساتھ لحوق کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، تشریح مرقومہ کیا استہلاک و لحوق فنا کا اعلیٰ درجہ ہے کہ نہ وجود کا کوئی اثر رہے اور نہ عدم کا۔

اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانے میں پھر اس عدم کو ہمسایہ و ہمنشین کر دیا ہے اور پہلے سے زیادہ نازک اور زیادہ لطیف ہو گیا گویا کہ وہ نظرِ بصیرت میں نہیں آتا، اس سے پہلے جو عکوس کا قیام اس عدم کے ساتھ تھا اب ایسا نہیں ہے بلکہ معاملہ اُلٹا ہو گیا ہے، میرے مخدوم! یہ دید (دیکھنا) بقا کے

آثار میں سے ہے اور نزول کی خبر دینے والی ہے جس کو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اطمینان کی حقیقت اس مقام میں ہے اور اسلامِ حقیقی اسی جگہ صورت پذیر ہوتا ہے" اور آپ نے لکھا تھا کہ" توسط حال یعنی عروج کے وقت میں ساعت بساعت کبھی عالم کو معدوم پاتا تھا اور کبھی موجود اور فنائے کامل کے وقت میں ہمیشہ اُس کو معدوم اور دائمی عدم والا دیکھتا تھا اور حق تعالیٰ کے سوا موجود نہیں پاتا تھا پھر رجوع و نزول کے وقت میں کبھی عالم نظر میں آتا تھا اور کبھی چھپ جاتا تھا اور اب اس وقت موجود پاتا ہے اور ہمہ از وست [سب اسی سے ہے] کا پلہ غالب و راجح دیکھتا ہے"۔ ہاں اسی طرح ہے اور اس دید کی ہر ایک چیز صحیح اور معقول وجہ پر مبنی ہے اور تجدّدِ امثال کا معاملہ انہی دونوں توسطِ حال (یعنی کبھی عالم کو معدوم پاتا اور کبھی موجود) پر مبنی ہے جیسا کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے کلام میں غور کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے اور آپ نے جو دو بار حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمۃ) کو حال میں دیکھا ہے عمدہ اور بشارت دینے والا ہے" اور جو پرواز کہ اعضاء کے وسیلے کے بغیر ہوتی ہے وہ روحانی پرواز ہے جو کہ اُس پرواز سے جو اعضا کے ذریعہ ہوتی ہے سریع السّیر (زیادہ تیز رفتار) ہے، شتّان ما بینہما [ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے]۔

آپ نے لکھا تھا" جو کیفیت کہ نمازِ پنجگانہ میں ظاہر ہوتی ہے اُسے کیا لکھے" (جواب) بیشک نماز مؤمن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے اور اس کی کیفیات و واردات کو دوسرے واردات سے کیا نسبت ہے۔ جو مکتوب آپ نے ولی داد بیگ کے ہمراہ بھیجا تھا اس میں درج تھا کہ" آپ نے لکھا ہے اس قسم کی فنا کہ عدم بھی وجود کی طرح اُس سے جدا ہو جائے اور اصل کے ساتھ ملحق ہو جائے وہ تجلّیٔ ذات کے آثار میں سے ہے اور اکابر کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ تجلّیٔ ذات حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے کامل تبعین کے ساتھ مخصوص ہے الخ" (جواب) میرے مخدوم! تجلّیٔ ذات اصالت کے طور پر آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے لیکن آپ کے طفیل و تبعیت کے طور پر تمام انبیاء علیہم الصلوات والتحیات اور آپ کے کامل تبعین کو نصیب ہے سب سے پہلے جس کو اس نعمت کی دعوت دی گئی وہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں دوسرے آپ ہی کے طفیل سے اس دعوت میں شریک ہیں اور آپ کی متابعت سے پس خوردہ کے امیدوار ہیں۔ نیز آپ نے لکھا تھا" ایسا سمجھ میں آیا ہے کہ اگر سالک محمدی المشرب ہے تو وہ عین و اثر دونوں کو زائل کر دیتا ہے اور اس کے غیر (غیر محمدی المشرب) کا اثر زائل نہیں ہوتا"۔ میرے مخدوم! غیر محمدی المشرب اگر محمدی المشرب کامل و مکمل پیر کی صحبت میں اس کے طفیل سے ولایتِ محمدی کے کمالات کو پہنچ جائے تو یہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہوتا ہے، اس صورت میں

ہوسکتا ہے کہ عین واثر اُس سے زائل ہوجائے اور فنا کی اس قسم کو حاصل کرلے پس اس فنا والا شخص اگر محمدی المشرب ہے تو کلام کی گنجائش نہیں ہے اور اگر محمدی المشرب نہیں ہے پس یہ جو غیر محمدی المشرب کے بارے میں لکھا ہے تو وہ اس ذریعے سے امیدوار ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد — دست در پائے کبوتر زد وناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اُس نے کبوتر کے پنجے کو پکڑ لیا اور یکایک پہنچ گئی]

اور عالم امر کے لطائفِ خمسہ کی فنا سے فنائے نفس کے مقدم و مؤخر ہونے کی تحقیق اس فقیر نے کسی دوسری جگہ لکھی ہے وہاں سے معلوم کرنا چاہئے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "بارہا معلوم ہوتا ہے کہ لطائفِ خمسہ عرشِ عظیم سے اوپر عروج میں لامحدود مقام تک ہیں لیکن ان کی صورتوں کی کیفیت دیکھنے میں نہیں آتی، کیا اس قسم کا عروج سالکوں کو پیش آتا ہے یا نہیں، اگر پیش آتا ہے تو وہ کوئی اعتبار رکھتا ہے یا نہیں؟" (جواب) آپ جان لیں کہ یہ عروج سالکوں کو پیش آتا ہے اور بہت اعتبار رکھتا ہے، یہ لطائف (عالمِ امر) جو کہ انسان کے اجزا ہیں اگر اپنے مقامات سے عروج کریں تو اپنے اصول کے ساتھ جو کہ عرش کے اوپر ہیں جا ملیں گے اور وہاں سے ظلالِ اسماء وصفات کے دائرے تک عروج کر جائیں گے جو کہ اُن (اصولِ لطائفِ امر) کے اصول ہیں اور ان کو ولایتِ صغریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو ولایتِ اولیاء ہے، اور وہاں سے اسماء وصفات کے اصول جو کہ ولایتِ کبریٰ سے تعلق رکھتے ہیں جو ولایتِ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہے کے دائرے سے ملحق ہوجائیں گے، ان لطائف (عالمِ امر) کے عروج کی انتہا اصولِ اسماء وصفات کے اس دائرہ تک ہے اور اس کے اوپر عالمِ امر کا گذر نہیں ہے اس مقام سے حصہ نفسِ مطمئنہ کے لئے ہے اور نفسِ مطمئنہ کے معاملہ سے اوپر عالمِ خلق سے واسطہ پڑتا ہے اور عنصرِ خاک تمام عناصر سے اوپر جاتا ہے اور اس کی پستی اس کی سربلندی کا باعث ہوجاتی ہے ؎

خاک شو خاک تا بروید گل — کہ بجز خاک نیست مظہرِ گل

[تو بالکل مٹی ہوجا تاکہ پھول اُگیں کیونکہ مٹی کے بغیر پھول پیدا نہیں ہوتا]

یہ کمال کمالاتِ نبوت کے ساتھ وابستہ ہے جو اصالت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کا حصہ ہے اور اُن کی وراثت وتبعیت سے اُمتیوں کو اُن کمالات سے بہرہ ہے ع

وللارض من کاس الکرام نصیب — [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے]

اور یہ جو آپ نے حال کے اندر اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مصافحہ کیا ہے امید دلاتا ہے کہ آپ ان کے کمالات سے بہرہ مند ہوں گے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۳۶

ملا مشتاق بہرکی کے نام اس بارے میں کہ محبت باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور معمولاتِ عبادات اور گوشہ نشینی و قطع تعلق پر ترغیب دیتے ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر و سلوک سے مقصود شیخ (پیر) بننا اور مرید بنانا نہیں ہے بلکہ فنائیت و محویت کا حاصل ہونا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط ازراہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا، چاہئے کہ اپنے ظاہری و باطنی احوال اسی طرح لکھتے رہیں کہ یہ غائبانہ توجہ کا سبب ہوتا ہے۔ میرے مخدوم! اگرچہ صحبت بہت بڑی تاثیر رکھتی ہے لیکن غائبانہ محبت بھی باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور فیض کے راستے کو کھولتی ہے، ع

بوئے جنسیت کند جذبِ صفات [ہم جنس ہونے کی بُو صفات کو جذب کرتی ہے]

معمولاتِ عبادت پر اچھی طرح عمل کرتے رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی طاعت میں خوب ہمت سے کام لیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ضرورت کے مطابق مخلوق کے ساتھ میل جول رکھیں بلاضرورت ان کے ساتھ صحبت رکھنا زہرِ قاتل ہے البتہ طالبین کے ساتھ صحبت رکھیں اور افادہ و استفادہ کے مطابق ان کے ساتھ میل جول رکھیں، کسی بزرگ نے کہا ہے لَا تَصْحَبِ الْاَشْرَارَ وَلَا تَنْقَطِعْ عَنِ اللّٰہِ بِصُحْبَۃِ الْاَخْیَارِ [بُرے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کر اور نیکوں کی صحبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے قطع نہ کر] اور اپنے احوال کا علم نہ ہونے اور دوستوں کے احوال (معلوم ہونے) سے غمگین نہ ہوں کیونکہ مقصود احوال ہیں، احوال کا علم اگر دیدیا جائے تو نعمت ہے اور اگر نہ دیا جائے تو کوئی غم نہیں ہے جس کسی کا آپ سے حصہ ہے وہ ضرور آپ سے فیض یاب ہو جائے گا۔ سیر و سلوک سے مقصود پیری و مریدی نہیں ہے اس سے مقصود نفس کی زکوٰۃ کے بغیر بندگی کے وظائف کا ادا کرنا ہے اور نیز مقصود فنائیت و محویت ہے اور نفسِ امارہ کی سرکشی اور خودی کا زائل ہونا ہے کہ معرفت اس سے وابستہ ہے، جو کوئی اس شخص کی طرف رجوع کرتا اور انابت لاتا ہے وہ اس کو حق سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو کوئی (اس کی طرف) رجوع نہیں کرتا وہ اس کو حق کے ساتھ رکھتا ہے اس کا ممنون ہونا چاہئے، رباعی

یارب ہمہ خلق را بمن بد خو کن | وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دلِ من صرف کنی از ہر جہتے | در عشقِ خودم یکجہت و یکرو کن

[اے پروردگار! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کردے اور تمام اہلِ جہان سے مجھ کو یکسو کردے (جب) تو میرے دل کے رُخ کو ہر طرف سے پھیرتا ہے تو مجھے اپنے عشق میں یک جہت و یک رُو کرلے] والسلام اولاً و آخراً۔

میر عبداللہ بخشی کابلی کے نام طلبِ حق جل وعلا پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی خیر و عافیت سے ہوں گے اور شریعتِ عالیہ وسنّتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت رکھتے ہوں گے اور پوست سے مغز کی جانب آئیں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجودِ خویش فانی رفتہ زحروف درمعانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے (اور) وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

مکتوب شریف پہنچکر مسرت کا باعث ہوا آپ کو آئندہ بھی اسی طرح اپنے احوالِ خیر انجام لکھتے رہنا چاہئے کہ (یہ) غائبانہ توجہ کا باعث ہے، آپ نے طلب کا اظہار کیا تھا حق سبحانہٗ آتشِ طلب کو مشتعل فرمائے اور اور شعلۂ شوق کو سربلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور محبتِ ذاتیہ تک پہنچادے میرے مکرم! بقدرِ محبت و شوق فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے اور (پیر کے) باطن سے (مرید کے) باطن تک راہ کشادہ ہے امیدوار رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس علاقے کے خلفا میں سے کسی ایک کو حکم ہوجائے جو کہ اس فقیر کے حصولِ مطالب کا ذریعہ بنے اور وہ توجہات دیتا رہے" میرے مخدوم! شیخ عبدالکریم یہاں موجود تھے میں نے ان سے کہہ دیا ہے اور خواجہ محمد حنیف وہاں ہیں وہ آپ کو سمجھادیں گے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے (ان دونوں میں سے) جس کسی سے آپ رجوع کریں بہتر ہے، والسلام اولاً و آخراً۔ ۶۹

غلام محمد افغان کے نام ایک حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا کہ فنا فی اللہ ہوجا اور بقاباللہ نہ ہو، اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس عالمِ فانی میں مطلوب یہی درد و شوق ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھے، گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، چونکہ اعلیٰ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا (اسئے) اس نے مزید مسرت بخشی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ایک رات نمازِ تہجد ادا کرنے کے بعد دیکھا کہ نور ظاہر ہوا اور اس بندہ سے کہتا ہے کہ فنا فی اللہ ہوجا۔ اور بقا باللہ نہ ہوا اور افاقہ کے بعد اپنے آپ کو فنا فی اللہ پاتا تھا بقا باللہ کا کوئی اثر نہیں تھا الخ"۔۔۔

میرے مخدوم! یہ واقعہ اور یہ یافت فنا فی الشیخ کا اثر ہے کہ جس کو آپ یہاں رہتے ہوئے بیان کرتے تھے اور مدتوں اس (حالت) میں رہے تھے حَمْدًا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ھٰذِہِ الْعَطِیَّۃِ الْعُظْمٰی وَعَلٰی سَائِرِ نَعْمَائِہٖ [اللہ سبحانہٗ کی اس عطیۂ عظمیٰ اور اس کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے]۔ آپ جان لیں کہ فنا کمالاتِ ولایت کا پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے ؎

تو مباش اصلا کمال این ست وبس رَو دروگم شو وصال این ست وبس

[تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹادے) کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہوجا، وصال یہی ہے اور بس]

اور فنا و بقا کے بارے میں مشائخ کے (مختلف) اقوال ہیں اس لئے ان معانی کو حاصل کرنا دشوار ہے، اس معاملہ کی جو تنقیح و توضیح ہمارے حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے بیان فرمائی ہے اور اسے نہایت بلندی تک پہنچایا ہے وہ ایک دوسرا امر ہے اور ایک الگ حقیقت رکھتی ہے گویا فنا کی حقیقت اس مقام میں ہے مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا نہیں جانا] ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جبتک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) نے آپ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا ہے، اس حال سے ہوش میں آنے کے بعد آپ بقا کے آثار اپنے اندر پاتے ہیں اور یہ کیفیت روز بروز زیادہ ہورہی ہے" واضح ہوا۔ میرے مکرم! فنا و بقا دونوں ولایت کے رکن ہیں، الحمد للہ کہ آپ نے ہر ایک سے کچھ حصہ پالیا ہے اور قدرے ایمان حاصل کرلیا ہے۔ اور یہ جو حال میں کہا گیا ہے کہ "بقا باللہ مت ہو" ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ بقا رکسب کی مداخلت کے بغیر محض (اللہ تعالیٰ کی) عنایت ہے کیونکہ اس کی تمہید جو کہ فنا ہے نیز عنایت ہے پس (اس کے) معنی اس طرح ہوں گے کہ بقا کے حاصل ہونے میں سختی نہ اٹھا کیونکہ تیری کوشش کے بغیر فنائے کامل کے بعد فضل و عنایت کے ذریعہ اس کے ساتھ مشرف کردینگے، بخلاف فنا کے کہ اگرچہ (وہ بھی) عنایت ہے لیکن اس کے مبادیات کسبی ہیں (یعنی سعی و سختی کے محتاج ہیں) کیونکہ فنا جو کہ انتفا ہے وہ نفی کا نتیجہ ہے اور نفی کسبی چیز ہے کیونکہ نفی طریقت ہے اور انتفا حقیقت ہے، اور

طریقت بظاہر کسب کے ساتھ وابستہ ہے اور حقیقت عنایت ہے پس فنا فی اللہ ہو جا یعنی اس کے مبادیات کے حاصل کرنے میں کوشش کر اور نفی کو کمال تک پہنچا تاکہ انتفا بدرجۂ کمال حاصل ہو جائے، دیگر جو کچھ سیر و سلوک سے مقصود ہے وہ ماسوائے حق جل وعزا کے ساتھ گرفتاری کا زائل ہونا اور نفس کی شرارت اور اس کی سرکشی و خود آرائی سے رہائی پانا ہے جو کہ فنا میں حاصل ہوتا ہے اور بقا کا معاملہ سالکین کے قدموں کی لغزش کا مقام ہے اور اس توہم کا مقام ہے کہ بندہ شاید حق ہو جاتا ہے تعالی اللہ عن ذلك [اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے] اگرچہ توہم اس بات سے دور ہو جاتا ہے کہ بقا کی حقیقت بُرے اخلاق سے رہائی پانے کے بعد جو کہ فنا سے وابستہ ہے اخلاقِ حسنہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ فنا ہو جا یعنی فنا کا طالب ہو جا اور بقا مت ہو یعنی اس کے حصول کی کوشش نہ کر کہ اگر اپنی طرف سے عطا فرما دیں تو ایک بہت بڑی نعمت ہے اور امید ہے کہ لغزش سے محفوظ رکھیں گے۔ دیگر قبض و بسط احوال ہیں جو کہ سالک کو پیش آتے ہیں قبض کے وارد ہونے کے وقت بے قابو نہ ہو جائیں اور طاعات و عبادات میں بہت زیادہ رغبت کریں۔ اور یہ جو آپ احوال میں اپنے آپ کو موتیوں اور یاقوتوں سے جڑے ہوئے سونے کے لباسوں سے آراستہ دیکھتے ہیں بہت خوب ہے بقا کی بشارت دینے والا ہے۔ آپ نے دردِ طلب و شوقِ مطلوب اور اپنی تشنگی و بے قراری کے بارے میں اظہار فرمایا تھا، عمدہ و مبارک ہے، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اس دنیائے فانی میں یہی درد و شوقِ مطلوب اور تشنگی و بیقراری مرغوب ہے کامل طور پر یافت کا عالمِ باقی کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے، مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت آنے والی ہے] ۲۹/۵
تمام مخلوقات پر انسان کی فضیلت اسی درد و بیقراری کے باعث ہے جو کہ انسان کے معاملہ کو عروج بخشتی ہے۔

؎ قدسیاں را عشق ہست و درد نیست　　درد را جز آدمی در خورد نیست

[قدسیوں (فرشتوں) کو عشق ہے اور درد نہیں ہے، درد کا اہل آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۳۹

ص۷۱
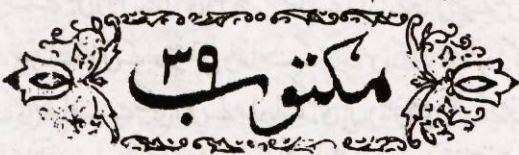
صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کی کیفیات و احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک مسلم ہے یہ ہے کہ مطلوب کی یافت انفس میں منحصر ہے

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ کے نزدیک یافت کی حقیقت انفُس سے باہر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو خط کہ میرے دینی بھائی ملا سعد اللہ نے بھیجا تھا، پہنچا، اُس نے مسرور کیا۔ یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ کوئی مکتوب آپ کو پہنچا ہے (جس میں) لکھا ہوا ہے کہ آپ کو قرآن مجید کے ساتھ ایک گونہ مناسبت حاصل ہو گئی ہے اور نیز کمالاتِ فرقانی سے کچھ حصہ پا لیا ہے، حافظ محمد محسن کہتا ہے کہ مجھ کو ہرگز فلاں شخص نے ان کمالات کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ جان لیں کہ قرآن حق تعالیٰ کا کلام اور اُس عزّ اسمہٗ کی حقیقی صفت ہے، اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات لاتعداد و بیشمار ہیں، دیکھئے کون صاحبِ نصیب ہے جو کہ اس بے کنار سمندر میں تیراکی کرے یا اس میں سے ایک چلّو بھر لے تاکہ اس کے کسی حرف کا موتی حاصل کرے، آپ کے اس حال نے امیدوار کر دیا ہے، حق تعالیٰ اس سرچشمہ سے کوئی قطرہ آپ کے اور حافظ مذکور کے کامِ جان (حلق) میں پہنچائے اِنَّہٗ المُیَسِّرُ لِکُلِّ عَسِیْرٍ [بیشک وہ (تعالیٰ شانہٗ) ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے]۔

آپ نے جمعیت و حضوری اور نمازِ فرض و نفل میں خاص کیفیت کے حصول اور نیز اس (نماز) میں اور اس کے باہر تجلیات، محویت و فنائیت کا ورود اور نماز کی کیفیات کی غیر نماز کی کیفیات پر فضیلت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، عمدہ اور مبارک ہے نماز کی حالت فضیلت کیوں نہ رکھے جبکہ نماز مؤمن کی معراج ہے اور معراج کا کمال تمام کمالات سے اوپر ہے حدیث اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ [اے بلال! مجھے راحت دو] اور حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اس معنی کی تائید کرتی ہے ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک روز ایک گوشے میں بیٹھا تضرع و زاری کے ساتھ التجا کر رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی دوران میں گویا آپ (خواجہ محمد معصومؒ) موجود ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اے فلاں! تو نے سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی کی تکمیل کر لی ہے، تو کیوں غم کھاتا ہے اور کیا چاہتا ہے میں امیدوار ہوں کہ مطلع کیا جاؤں کہ دائرۂ سیرِ آفاقی و انفسی کہاں تک منتہی ہوتا ہے اور طالب اس وقت میں کونسے مقام سے مشرف ہوتا ہے"۔ (جواب) آپ جان لیں کہ سلوک سیرِ آفاقی ہے اور جذبہ سیرِ انفسی ہے۔ (صوفیہ) کہتے ہیں کہ سیرِ آفاقی بُعد در بُعد ہے اور سیرِ انفسی قرب در قرب ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے آپ سے باہر تلاش کرنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے اور یہ دونوں (سیر) ولایت کے رکن ہیں جب تک دونوں حاصل نہ ہو جائیں ولایت صورت پذیر نہیں ہوتی اور قوم (صوفیہ) کے نزدیک مسلّم ہے کہ ولایت کی انتہا سیرِ انفسی کی انتہا کے ساتھ ہے اس کے ماوراء کوئی کمال نہیں ہے جو کہ ولایت میں معتبر ہو، کمال کا کمال

شہودِ انفسی کو کہا گیا ہے، اپنے آپ سے باہر شہود و یافت نہیں ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست پا در داماں و سر بجیب اندر کش

[جب اس جمال (حُسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے اس لئے کہ مطلوب آفاق و انفس سے باہر ہے جو کچھ آفاق و انفس کے آئینے میں ظاہر ہے وہ سب ظلال سے وابستہ ہے دائرۂ ظل سیرِ انفسی پر ختم ہو جاتا ہے اور اصل کا معاملہ سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی سے ماوراء ہے اور جذبہ و سلوک سے ماسوا ہے انفس ہی آفاق کی مانند گذر جانا چاہئے تاکہ مطلوب کی خوشبو دماغ تک پہنچے۔

ع لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جبتک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

پس سالک جب سیرِ آفاقی و انفسی کی تکمیل کر لیتا ہے تو ولایتِ صغریٰ کی نہایت تک پہنچتا ہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۰
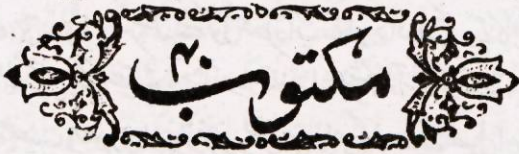
ملا ابو محمد لاہوری کے نام انسان کی عدمیتِ ذاتیہ کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ نجوم الہدیٰ۔ نامۂ نامی و مکتوب گرامی جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مشرف ہوا، اللہ تعالیٰ قرب کے مدارج میں ترقیات عطا فرمائے اور اپنے جذبات و عنایات سے مکرم و ممتاز کرے، وجود اور تمام کمالات جو وجود کے تابع ہیں بارگاہِ ربِّ معبود کا خاصہ ہیں، ان کمالات میں سے جو کچھ ممکن میں ظاہر ہے وہ اس بارگاہ سے مستفاد و مستعار ہے جو کچھ ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے جو کہ کمالاتِ (حق) کے انعکاس کے ذریعے وجود نما ہو گیا ہے اور اپنے اس عارتی کمال اور انعکاسی ہستی کے باعث اپنے آپ کو کامل و خیر تصور کر لیا ہے اور موجودِ حقیقی کے ساتھ شرکت و ہمسری کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور اس بے بنیاد (خیال) پر طویل بنیاد رکھی ہے اور اس کے واسطے سے انانیت و سرکشی و تکبر بہم پہنچایا ہے اور جب عنایتِ الٰہی اس کے حق میں سبقت کرتی ہے تو وہ اپنی حقیقت کو کماحقہٗ [جیسی کہ وہ ہے] پا لیتا ہے اور اپنی عدمیتِ ذاتی پر مطلع ہو جاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ کمالات اس میں عارتی ہیں اور یہ خیر ہونا انعکاسی ہے نہ کہ ذاتی، اسوقت سعادت کا سر رشتہ اُس کے ہاتھ آ جاتا ہے اور مطلوب کی خوشبو اس کے دماغ تک پہنچ جاتی ہے۔

ـــه چوں بدانستی کہ ظلِّ کیستی فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تونے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

اور جب یہ عاریت کی دید غالب آجاتی ہے وجود اور تمام صفات کے کمالات کو بہ تمام و کمال اصل کے سپرد کردیتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا محض خالی پاتا ہے اور خیر ہونے کی کوئی بُو نہیں دیکھتا بلکہ عدم محض پاتا ہے اور وجود و صفات کا کوئی اثر اپنے اندر نہیں دیکھتا اس وقت فنائے حقیقی سے مشرف ہوجاتا ہے اور اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ بجالاتا ہے کیونکہ اس عالمِ فانی (دنیا) میں اس شخص سے مطلوب اپنی نفی کرنا اور فنا ہونا ہے ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹادے) کمال یہی ہے اور بس]

کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت سلبِ خیریت میں ہے، بیچارہ (سالک) کہ مطلوب سے جس کا حصہ فنائیت و نیستی ہے اور جس کا کمال سلبِ کمال ہے وہ مطلوب کے کمال سے کیا پائے اور اس کے حُسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے مگر یہ کہ عدم کے بعد اس کو وجود دیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت وہی عارف و معروف ہوگا پس وہی ذاکر و مذکور ہوگا۔

آپ نے اس دیار (سرہند) کے آنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا ع

کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست [مہربانی کر اور تشریف لا کہ یہ گھر تیرا گھر ہے]

اس ناکارہ سے جو درخواست کی ہے وہ آپ کے حُسنِ ظن کی وجہ سے ہے ورنہ یہ فقیر اپنے آپ کو کسی اعتبار سے بھی کسی قابل نہیں سمجھتا، منازلِ قرب تک پہنچنا ایک عظیم کام ہے البتہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[1] [میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں] کے مطابق ممکن ہے کہ آپ کے حُسنِ ظن کے موافق آپ کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔

ـــه می تواند کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس اللہ نے بارش کے قطرہ کو موتی بنادیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۱
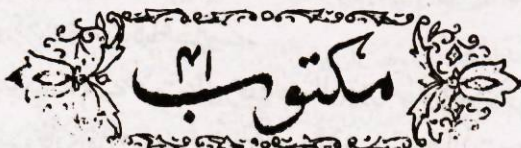
سلطان عبدالرحمن کے نام حق جل و علا کی خوشنودیاں حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ باطنی

---

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے (حصن حصین)

انعامات وجذبات سے معزز ومشرف رکھے، آپ نے جو مکتوب گرامی اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اُس نے مشرف کیا، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہٗ شوق کی آگ کو مشتعل فرمائے اور محبت کے شعلہ کو سربلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور سراپردۂ قرب کے سائے میں پہنچائے، چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہیئے کہ مولائے حقیقی کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف ہو اور ذکر و فکر میں بسر ہو، کمینی دنیا کی آسائشیں جو کہ فنا ہونے والی اور ہلاکت کے مقام میں ہیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو آخرت کا بدل بنایا جائے اور اُن کے حاصل کرنے میں ابدی ملک اور دائمی آسائشوں اور بارگاہِ صمدی (اللہ تعالیٰ) کی رضامندی سے محروم رہا جائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ و التزم متابعۃ المصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۴۲

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے روشن احوال کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت جس جگہ سے بھی پہنچے (اس کو) اپنے پیر (کی جانب) سے جاننا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰے، جو خط عزیز م ملا سعد اللہ نے بھیجا تھا پہنچا اُس نے خوشوقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ جمعیت سے ہیں اور ہر روز بہتر ہیں۔ آپ جانیں کہ یہ جو آپ نے حال میں پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہے اور ہر ایک کے ساتھ گفتگو کی ہے اور جو خاص نسبت وکیفیت اس واقعہ پر مترتب ہوئی ہے اور دوسرے روز جو محویت و فنائیت کی نسبت اور جو شوق و ولولہ پیدا ہوا اور عصر کی نماز میں جو عظیم کیفیت حاصل ہوئی یہ سب امور واضح ہوئے اور فرحت ومسرت کا باعث ہوئے۔

اور یہ جو آپ نے ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ اور حضرت خواجۂ بزرگ (بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ) اور غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ) کو دیکھا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ اکابر آپ کی تربیت کے لئے آئے ہیں اور (ان میں سے) ہر ایک سے نسبتیں پہنچی ہیں اور انھوں نے خلعتیں عنایت فرمائی ہیں، عمدہ اور مبارک ہے، لیکن اسقدر جان لینا چاہیئے کہ جہاں کہیں سے بھی فیض ونسبت مشاہدہ کیا جائے اس کو اپنے پیر کی طرف راجع کرنا چاہیئے کہ جس نے کسی بزرگ کی صورت میں متشکل ہو کر نسبت کا فیض جاری کیا ہے۔ والسلام اولاً وآخراً۔

خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ (و مشیت) کی طرف لوٹانے اور اُن سے متلوّن نہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد برادرِ عزیز و ارشد سے عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، حالات لکھتے رہیں اور ہر روز ترقی پر رہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ ۰ [جس شخص کے دو دن یکساں گذرے (یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی) وہ خسارے میں ہے] دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں، زمانہ کی گردشوں اور اہلِ زمانہ کے انقلاب سے رنجیدہ نہ ہوں اور اُس (زمانہ) کے پست و بلند کرنے سے متغیّر نہ ہوں بلکہ عبرت حاصل کریں اور اپنے بارے میں ترساں و لرزاں رہیں، مومن[1] کا دل رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ اس کو جس طرح چاہتا ہے مبدل دیتا ہے، ع

چو بید بر سرِ ایمانِ خویش مے لرزم [میں اپنے ایمان پر بید کی مانند کانپتا ہوں]

اللہ جل شانہٗ کی تدبیر سے ڈرنا چاہئے اور استدراج سے خوف کرنا چاہئے۔ عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ[2] مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ [اے مسلمانو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو، جب تم ہدایت پا گئے تو تم کو کسی کا گمراہ ہونا ضرر نہیں پہنچائے گا] سب کچھ حق سبحانہٗ سے جاننا چاہئے اور سب (امور) کو اس تعالیٰ شانہٗ کے سپرد کرنا چاہئے ؎

از خداداں خلافِ دشمن و دوست — کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

[تو دشمن و دوست کی مخالفت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اُس کے تصرف میں ہیں]

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ[3] ۰ [اے ہمارے پروردگار! جبکہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے]

مکتوب ۴۴

خواجہ عبید اللہ کولابی کے نام کمالاتِ فنا و بقا کی شرح میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ

[1] ابن ماجہ و ترمذی میں روایت ہے: ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ الخ [2] ۵/۱۰۵ [3] ۳/۸

کام کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے فرحت و مسرت حاصل ہوئی، اس میں درج تھا کہ "نمازِ عصر میں ایک حال ظاهر ہوا کہ اس ناچیز کی ذات کے جو اعراض تھے اپنی اصل کی طرف عود کر گئے اور اُن کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا اور اپنی اصل میں پوری طرح ناپید و نابود ہو گئے اور اکثر اوقات محویت اس قدر صورت پذیر ہوتی ہے کہ اپنے اور اپنے غیر کے متعلق ذرا شعور نہیں رہتا۔" (جواب) میرے مخدوم! یہ محویت اور یہ کمالات کا اصل کی طرف عود کرنا فنا و اطمینانِ نفس میں درجۂ کاملہ ہے اور اسلامِ حقیقی فنا کی اسی قسم پر مرتب ہوتا ہے، اور یہ جو وارد ہوا ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) (اس میں) موت سے مراد یہی فنا ہے کہ نفس اس فنا میں غلبۂ محبت کے ظہور اور صاعقۂ احدیت کے نزول کے باعث ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو چکا ہے اور انانیت (خودی) سے گذر گیا ہے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان نہیں چھوڑا ہے اور غیبِ ہُوِیّت کی تیغِ آرزو سے مقتول ہو گیا ہے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا] کی خوشخبری اور مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوں] کی بشارت اس طرح کے مقتول و گم شدہ کو سربلند کرتی ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کر دیتی ہے۔ یہ حیات جو کہ اس موت کے بعد ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے زوال پذیر نہیں ہے اور چونکہ محض (اللہ تعالیٰ کا) عطیہ ہے (اس لئے) موت اُس کو نہیں اٹھا سکتی، یہ صورتِ موت ہے حقیقتِ موت نہیں ہے کہ جو حیاتِ حقیقی سے متصادم ہو اور (ان کا) جمع ہونا محال ہو، اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ [آگاہ رہو کہ بیشک اولیاء اللہ مرتے نہیں ولیکن ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں] اور آیۂ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ [جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں تم اُن کو مُردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں] آپ نے سُنا ہو گا۔ ع

هرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　[جس شخص کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ ہرگز نہیں مرتا]

اور صورت کے اعتبار سے موت فرمایا اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ [پس اگر وہ (رسول) مر گیا یا قتل کر دیا گیا ہو تو کیا تم اپنے پاؤں پر پلٹ جاؤ گے (یعنی اپنے دین سے پھر جاؤ گے)] پس (ان دونوں میں) کوئی مخالفت نہیں ہے ـــــ آپ نے لکھا تھا "اعمال سے ناامیدی متصور ہوتی ہے، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعمال جو کہ یہ قصور وار رکھتا ہے اس بارگاہ میں کچھ نہیں ہیں اور محض ناچیز ہیں (یہ عاجز) حیران ہے کہ

کس طرح عمل کرے کہ اُس بارگاہ کے لائق ہو" میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور درست ہے کامیابی کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے اور عمل میں پوری طرح کوشش کرنی چاہئے اور فضل و رحمت پر اعتماد رکھنا چاہئے اور اس عمل کو (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کے لائق نہیں جاننا چاہئے، بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر]۔ لوگوں نے حضرت رابعہ (بصریہ رحمہا اللہ) سے پوچھا تو جو امید رکھتی ہے تو کس چیز سے امید رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا میں اپنے ہر عمل سے ناامیدی کے ساتھ امید رکھتی ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے نجات نہیں پائیگا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا آپ بھی نہیں؟ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور میں بھی نہیں لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ میری اس سے پردہ پوشی فرمادی ہے ـــــ اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ " رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نعمتیں ہیں اور تجھ کو امر ہوا ہے کہ اُن کو تقسیم کردے اور تو ہر جگہ پہنچاتا ہے اور فقیر کو ایک دوسری جماعت کے ساتھ لے جاکر آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی خدمت و پابوسی کے ساتھ مشرف کرایا ہے" عمدہ و مبارک ہے ـــــ اور دوسری دفعہ آپ نے دیکھا کہ تو (خواجہ محمد معصوم ح) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا ہے اور ایک ساعت نہیں گذری تھی کہ تیری صورت غائب ہوکر تیری بجائے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک غائب ہوگئی اور تو اُن کی بجائے ظاہر ہوا۔ تین مرتبہ تک اسی طرح مشاہدات ہوتے رہے، حمداً للّٰہِ سبحانہٗ علیٰ ذٰلك وعلیٰ جمیع نعمائہٖ [اس نعمت پر اور اس کی تمام نعمتوں پر اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے]۔

مکتوب ۴۵
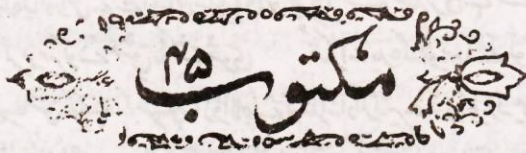
سید نور بحر بارہہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیادت پناہ سید نور بحر کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ کو چاہئے کہ اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے، اوقات کو حق جل وعلا کی یاد میں معمور رکھیں اور اُس عز برہانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں (انسان کو) دنیا میں کھانے اور سونے کے لئے نہیں لایا گیا ہے اور عیش و آسائش کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے عیش و آسائش کا مقام آگے آنے والا ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ

الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ [درحقیقت عیش تو آخرت کا عیش ہے] بلکہ طاعت و بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اپنی معرفت کے لئے لایا گیا ہے، وظائفِ بندگی کی ادائیگی میں کوشش کی رعایت رکھنی چاہئے اور معرفت کے حصول اور اس کی طلب میں اپنے آپ کو سکون و آرام نہیں دینا چاہئے اور جہاں کہیں سے بھی اس کی بُو دماغ میں پہنچے اُس کے درپے ہونا چاہئے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام   دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۶

جان محمد بیگ کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہستیٔ حقیقی کو نیستی (فنائیت) کے جال کے بغیر شکار نہیں کرسکتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر حال میں حمد کے لائق ہیں اور آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کے متعدد خطوط پے درپے پہنچے چونکہ صحت و عافیت ظہورِ فنائیت و دیدِ قصور پر مشتمل تھے مسرت کا سبب ہوئے حق سبحانہ وتعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے اور اپنی ہستیٔ حقیقی کی معرفت عطا فرمائے تاکہ نیستی کے جال سے ہستی کا شکار کرے، عشق کے مقتول کے لئے مَنْ قَتَلْتُهُ فَأَنَا دِيَتُهُ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونبہا میں خود ہوں] کی بشارت کافی ہے اور تیغِ محبت کے مارے ہوئے کو فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْرًا [پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا] کی خوشخبری سر بلند کرتی ہے ؎

گر بر سر کوئے عشقِ ما کشتہ شوی   شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچے کے سرے پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام طریقۂ خواجگان کے حقائق و خصائص اور جس چیز کے ساتھ

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانیؒ) ممتاز ہیں اس کی طرف اشارہ اور طریقہ نفی اثبات کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے اپنے کسی آدمی کے ہاتھ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مسرور و خوشوقت ہوا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقے پر استقامت و مداومت عطا فرما کر آپ کے باطن کو حضرات خواجگان کی نسبت سے معمور رکھے، اس طریقہ (یعنی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ) کا قلیل دوسرے طریقوں کے کثیر سے بہتر و پسندیدہ ہے، یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور لازمی طور پر پہنچانے والا، طالبِ صادق اگر پیرِ کامل کی صحبت میں رہے تو امید ہے کہ وہ راستہ میں نہیں رہے گا اور اگر ناقص کی صحبت میں رہے تو طریقہ کا قصور نہیں ہے کیونکہ (جب) وہ خود واصل نہیں ہے کوئی دوسرا شخص اس کی صحبت میں کس طرح واصل ہوگا اور اس کے طریقے میں اندراجِ نہایت در بدایت ہے، اس طریقہ کا بندی ارشد نہایت کی چاشنی سے بے بہرہ نہیں ہے لیکن ہمارے طریقہ کا مدار صحبت اور پیر کی توجہ پر ہے، ترقی اسی کے ساتھ وابستہ ہے، سعادتمند مرید اگرچہ پیر کی غیر موجودگی میں اُس کے باطن سے (اپنی) محبت و عقیدت کے مطابق بہرہ ور ہوتا ہے اور فیوض و برکات اخذ کرتا ہے لیکن صحبت اور غیبت میں سینکڑوں گنا فرق ہے اور جو دقائق کہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے اس طریقہ میں بیان فرمائے ہیں اور اس طریقہ کی تحقیقات و تدقیقات کہ جن پر انھوں نے عمل فرمایا ہے اور معاملہ کو پستی سے بلندی تک پہنچایا ہے اور جس نسبت طریقہ کے ساتھ حضرتِ عالی ممتاز ہیں اور وہ نسبت ہزار سال کے بعد ظہور کے تخت پر جلوہ افروز ہوئی ہے اور از سرِ نو تازہ ہوئی ہے اور اتنی مدت تک پوشیدہ رہی ہے اور کام کے چہرہ سے نقاب نہیں اُٹھایا تھا جیسا کہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے رسائل و مکاتیب سے اس کا کچھ حصہ واضح و نمایاں ہے کہاں تک بیان کرے۔

ص ۷۹

آپ نے (ذکر) نفی و اثبات کا طریقہ طلب کیا تھا، لکھا جاتا ہے اس کے مطابق عمل میں لائیں اور اس کی برکات کے امیدوار رہیں اگرچہ نمایاں ترقی اور کامل تاثیر صحبت و توجہ پر موقوف ہے لیکن مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ [جو چیز کامل طور پر حاصل نہ ہو اس کو بالکل ترک نہیں کرنا چاہیئے] نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کرلیں اور سانس کو ناف کے نیچے روک لیں اور لفظ لَا کو خیال کے ساتھ ناف سے کھینچیں اور سر کے اوپر پہنچائیں اور لفظ اِلٰہَ کو سر سے دائیں کندھے تک لیجائیں اور لفظ اِلَّا اللّٰہُ کو دائیں کندھے سے دل پر لیجائیں اور سانس کو ...

اور اس کلمہ کے ساتھ اس کلمہ کے معنی کو بھی خیال میں لائیں اس طرح پر کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہے، لَا کے ساتھ نہیں ہے کا تصور کریں اور اِلٰہَ کے ساتھ کوئی مقصود کا خیال کریں اور اِلَّا اللہ کے وقت سوائے ذات پاک سمجھیں، ہر سانس میں طاق عدد کہیں (یعنی) ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ کہیں اور اسی طرح بتدریج زیادہ کریں جہاں تک سانس برداشت کر سکے، اور اسی وجہ سے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں یعنی (ایک سانس میں) ذکر کی تعداد پر واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۸

شیخ عبد الرحمٰن برادرِ شیخ عرب بخاری کے نام زمین ہند کی برکات اور نسبت کی حفاظت کی ہمیشگی پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ مرغوب محبت کے باعث ارسال کیا تھا اُس نے خوشوقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے کشمیر سے ولایت (وطن بخارا) کا ارادہ کیا تھا کہ جاؤں لیکن پشاور میں جناب حاجی جیو نے نہیں چھوڑا اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللہُ سُبْحَانَہٗ [جو کچھ اللہ سبحانہ کرتا ہے اسی میں بہتری ہے] بظاہر اسی میں بہتری ہوگی"۔ (جواب) میرے مخدوم! ہندوستان میں بھی ولایت (وطن) میسر ہے، کیوں اسی جگہ سیرِ معنوی کے ذریعے ولایت کا ارادہ نہ کریں اور کیوں اس نعمت کے طالب نہ رہیں اور کیوں سفر در وطن نہ کریں اور سیرِ انفسی کے ذریعے سیرِ آفاقی سے مستغنی رہیں۔ آج ہندوستان میں وہ (نعمت) میسر ہے جو اکثر جگھوں میں میسر نہیں ہے فیوض و واردات کی کثرت کے باعث بہت سے خطوں اور شہروں کے لئے قابلِ رشک ہے اور صباحت و ملاحت کے امتزاج کے باعث حُسن و لطافت میں یثرب و بطحا (مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ) کی خاک کے ساتھ مشابہتِ کامل رکھتا ہے، اس کے انوار و برکات کا بیش از بیش امیدوار ہے ــــ بات دوسری طرف چلی گئی، چاہئے کہ سیکھے ہوئے طریقہ پر مداومت رکھیں اور نسبتِ باطن کی نگہداشت میں کوشاں رہیں، نسبت کی حفاظت پر اسقدر کوشش کریں کہ حضوری کی نسبت دل کا ملکہ ہو جائے اور مذکور کے ماسوا سے کُلّی انقطاع حاصل ہو جائے ع　　این کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

[یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔
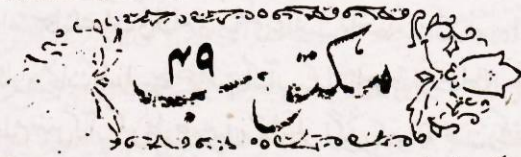
محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ چونکہ مطلوبِ حقیقی آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اس لئے) اس کے طالب کو چاہئے کہ آفاق و انفس سے گذر جائے اور اس کے ماوراء جد و جہد کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ طویل سفر سے واپسی ہوگئی ہے اب سیرِ انفسی میں مشغول ہوجائیں اور سیرِ مستطیل سے سیرِ مستدیر کی طرف آجائیں اور بُعد سے قرب کی طرف مائل ہوں، قوم (صوفیہ) کے نزدیک انتہائے کار سیرِ انفسی ہے، سیرِ آفاقی کو یہ حضرات دُور از کار جانتے ہیں اور مطلوب کی یافت کو انفس میں منحصر کہتے ہیں، فرماتے ہیں ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیرونِ زتو نیست پا در دامان و سر بجیب اندر کش

[جب اُس جمال (حُسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدّد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز کے نزدیک سیرِ انفسی بھی سیرِ آفاقی کی مانند مطلوب کی یافت سے خالی ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ جس طرح آفاق سے ماوراء ہے انفس سے بھی ماوراء ہے، نیز جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں جلوہ گر ہے وہ سب نشانات و ظلال ہیں اور شبہ و مثال کے ساتھ تسلّی پانا ہے پس مطلوب کو آفاق و انفس کے ماوراء تلاش کرنا چاہئے اور سلوک و جذبہ کے ماوراء ملک جانا چاہئے اور بیرون و اندرونِ عالم کے ماسوا طلب کرنا چاہئے، محدود عقل اس معما کو حل نہیں کرسکتی اور خروج و دخول سے ماوراء اور آفاق و انفس سے باہر تصور نہیں کرسکتی، عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے (یکجا) جمع کردینے سے پہچانا] والسلام اولاً و آخراً۔
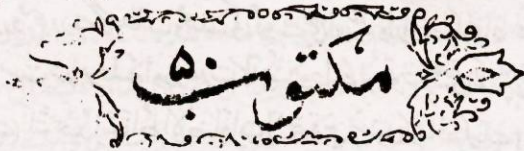
حاجی مصطفےٰ بنگالی کے نام نصیحت اور دریافتِ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار

حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی ظاہری و باطنی عافیت و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی اصلِ کار اور نجات کا مدار ہے، عرصہ ہوا کہ آپ کے احوال و اطوار سے اطلاع نہیں رکھتا ہوں دل منتظر ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس طرح پر رہوں گے اور کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتے ہوں گے زیادہ تر گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف راغب ہیں یا لوگوں کے ساتھ میل جول کی طرف، لوگوں کو طریقہ سکھاتے ہیں یا نہیں اور اگر سکھاتے ہیں تو کس قسم کا اثر پیدا ہوتا ہے، فنا کی حد تک کوئی شخص پہنچا ہے یا نہیں، ظاہری علم کے ساتھ زیادہ تر مشغولیت ہے یا ذکر و مراقبہ کے ساتھ ترقی کا راستہ کھلا ہوا ہے یا نہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ (جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی) وہ خسارے میں ہے) ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز　　کا غوشِ کہ شد منزل و آسائشِ خوابت

(اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی)

مختصر یہ کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو معمور رکھیں اور گوشہ نشینی کی طرف زیادہ راغب رہیں اور ظاہری علم میں مشغول ہونے سے بھی فارغ نہ رہیں اور اگر کوئی طالب آئے تو اس کے احوال میں مشغول رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور تاریک راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵۱

میرزا محمد ہادی کے نام اس بیان میں کہ وحدت کے طالب کے لئے کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے اور سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، قُلِ اللہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ (تو کہہ اللہ پھر ان لوگوں کو چھوڑ دے)۔ میرے مخدوم! وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، وحدت کے طالب کو کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے (طالب) جس قدر کثرت کے اسباب اپنے ساتھ رکھے گا اسی قدر وحدتِ حقیقی سے دور و مہجور رہے گا، طلب و محبت کی رو سے بھی اور علم و ارادے کے لحاظ سے بھی وحدانی ہونا چاہئے تاکہ مناسبت پیدا ہو جائے اور وحدت کا آئینہ ہو جائے اور توحیدِ حقیقی تک پہنچ جائے۔ (بزرگوں کا منقولہ ہے) اَلتَّوْحِیْدُ اِسْقَاطُ الْاِضَافَاتِ (یعنی توحید نسبتوں کو ساقط کرنا ہے) اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور باطن کو جو کہ مولا تعالیٰ کی نظر کا مقام ہے منور کرنے میں کوشش کریں اور باطن کا منور ہونا ذکر و مراقبہ کی ہمیشگی پر موقوف ہے اور وظائفِ بندگی کی بجا آوری اور فرائض و سنن و واجبات

کی ادائیگی اور بدعت و محرمات و مکروہات سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے، شریعت و سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب میں جسقدر کوشش کی جائے (اسی قدر) باطن کا نور بڑھے گا اور بارگاہِ قدس کا راستہ کھل جائے گا، اتباعِ سنت یقینی طور پر نجات دینے والا، ثمر بخشنے والا اور درجات کو بلند کرنے والا ہے، تخلّف (اس کے خلاف) کا احتمال نہیں رکھتا، اس کے علاوہ خطرہ ہی خطرہ اور شیطان کا راستہ ہے پس اس سے پوری طرح بچنا چاہیے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے) دینِ قویم (اسلام) کو جو کہ وحی قطعی سے ثابت ہے باطل باتوں اور اوہام و خیالات کی بنا پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ (رسول کا کام (پیغام) پہنچا دینا ہے) والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۲

رفعت بیگ کے نام اپنے آپ سے اعراض کرنے اور اصل کی طرف متوجہ ہونے اور فنا و نیستی کے حصول پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا تاکہ بقائے کامل اس پر مترتب ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں برادرِ عزیز (آپ) بھی بعافیت ہوں گے اور ظاہری و باطنی جمعیت سے متصف ہوں گے اور لفظ سے معنی کی طرف آئیں گے اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں گے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے اور اصل تک پہنچنے کا مانع ظل کی اپنی طرف توجہ اور اس کی اصل سے روگردانی ہے اور جب سیر و سلوک کے ذریعہ بلکہ محض عنایتِ ازلی سے اپنی طرف توجہ زائل ہونے لگا اور روگردانی کی بجائے اصل کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تو سعادت کا مدعا حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مضبوط حلقے کو تھامنے والا ہو جاتا ہے۔

چوں بدانستی کہ ظلِّ کیستی　　　فارغی گر مُردی وگر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ظل کے اصل تک پہنچ جانے اور اس سے ملحق ہو جانے کے بعد سالک کے لئے استہلاک و اضمحلال اور فنا و نیستی ہے اور یہ معنی اس کے حق میں کمال ہے کیونکہ اس کے حق میں کمال سلبِ کمال میں ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں بھلائی ہے معرفت اس فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور قرب اس نفی کرنے پر موقوف ہے، اِذَا تَجَلَّى اللّٰهُ لِشَيْءٍ خَضَعَ لَهٗ [جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس (تعالیٰ شانہٗ) کیلئے جُھک جاتی ہے]

اور اس کے بعد اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ وہ (تعالیٰ شانہٗ) اپنے پاس سے اس کو حیات عطا فرماتا ہے اور اپنے اخلاق کے ساتھ متصف کر دیتا ہے مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو اس کا خونبہا میں خود ہوں] اور اس کو ناقصوں کی تکمیل کے لئے واپس کر دیا جاتا ہے۔ آیہ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ (۶/۱۲۲) [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] اُس کے حال کی خبر دینے والی ہے اُس وقت نعمت اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے اور خلافت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

آپ نے میاں لشکری کے بیٹے کے انتقال کر جانے کی بابت لکھا تھا اور اس کی جدائی کے باعث طرح طرح کا غم والم ظاہر کیا تھا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (۲/۱۵۸) [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] تقدیر و ارادۂ الٰہی پر رضامندی کے سوا چارہ نہیں ہے کیونکہ ظاہری (دنیوی) مصائب باطنی طراوت و شادابی کے وسائل اور اخروی ترقیات کا سبب ہیں، حق سبحانہٗ اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ترقی کی راہ کھول دے اور نعم البدل عنایت فرمائے، اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]

مکتوب ۵۳

حضرت والا (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ کے خواہر زادہ (بھانجہ) شیخ عبد اللطیف کے نام لا یذکر اللہ الا اللہ کی تشریح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ کلام مجید کے ساتھ متصف ہونا اس دید کے آثار سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ کے بعد فرزندِ سعادت آثار سے عرض ہے کہ جو خط آپ نے بھیجا تھا اس کے مطالعہ نے بہت فرحت بخشی اور مسرور کیا، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (۱۴/۷) [اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دونگا] ——— آپ نے لکھا تھا کہ ایک رات نماز تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت پڑھنے والا (میں) اپنے آپ کو درمیان میں نہیں پاتا تھا اور تلاوت کو اس (اپنی) طرف منسوب نہیں دیکھتا تھا بلکہ (ایسا دیکھتا تھا) گویا اس تعالیٰ شانہٗ کی محض قدرت سے اس کا کلام اس جگہ ظہور فرماتا ہے اور اپنی زبان کو شجرِ موسوی (علیہ السلام) کی مانند پاتا تھا اور لا یذکر اللہ الا اللہ کے نور کو اس حال کے مصداق دیکھتا تھا اور (اب) کبھی تلاوت کے وقت اس (قرآن مجید) کے ساتھ بقا و تحقق پاتا ہے اور یہ شعر اس ذوق کے موافق ہو جاتا ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت   تا برلبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

۸۴ اے سعادت اطوار! اول جو کچھ آپ نے لکھا ہے فنا میں عالی درجہ ہے، جبتک سالک کے آثار میں سے کوئی اثر باقی ہے لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صادق نہیں آتا اور اس کا ذکر اسی کی طرف لوٹتا ہے وہ بات اسی وجہ سے ہوگی جو کہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ (ایک دفعہ) وہ ہلاکت کے گرداب میں پڑا تھا اُس نے منّت مانی کہ اگر میں اس گرداب سے نجات پاؤں تو ہرگز حق تعالیٰ کو یاد نہ کروں اس کا سبب یہی ہوگا کہ اپنی یاد کو اس پستی و کمینگی کے ساتھ اس بارگاہِ مقدس کے لائق کسی طرح نہیں دیکھا اور اپنی طرف عائد پایا اور (اس کو) گناہ پایا اور گناہِ کبیرہ تصور کیا، اور یہ جو وحدتِ وجود والے حضرات لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اُن کا اللہ (کہنا) تعینِ امکانی پر اطلاق پاتا ہے کہ جس کو انھوں نے عنوانِ حقانی سے جانا ہے کیونکہ یہ لوگ ہمہ اوست کہتے ہیں اور مقیدات کو عینِ مطلق سمجھتے ہیں، اور جس مقام کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں یہاں تعینِ امکانی کا کوئی اثر نہیں رہتا، شَتَّانَ مَا بَیْنَہُمَا [ان دونوں میں بہت فرق ہے] لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت اِس مقام میں ہے نہ کہ وہاں کہ (جس میں) ذاکر کا وجود درمیان میں ہے، نہایتِ امر یہ ہے کہ (اُن کے نزدیک) عنوان کا اختلاف ہے (یہ حضرات) کلمۂ نفی و اثبات سے عنوانِ غیریت کی نفی کر کے اپنی الوہیت کا اثبات کرتے ہیں، وہی قصہ ہے، ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد   [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ بن گیا ہے]

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں (وہ یہ ہے) کہ عارف کا قدم فنا میں جسقدر راسخ ہوگا فوق اور فوق الفوق کے کمالات میں اسی قدر زیادہ راسخ ہوگا اور البطن بطون تک پہنچ جائے گا، اور یہ جو آپ نے دوبارہ کلام مجید کے ساتھ فنا و بقا متحقق ہونے کے بارے میں لکھا ہے یہ پہلی دید کا نتیجہ اور اس فنا کا ثمرہ ہے اچھی طرح غور کر لینا چاہئے جو قرب و منزلت کہ کلام کو متکلم کے ساتھ ہے کسی دوسرے کو نہیں ہے پس عارف کلام کے ذریعے جو قرب حاصل کرے گا وہ بھی اسی قیاس پر ہوگا اور بات میں پنہاں ہو کر البطن بطون تک پہنچ جائے گا۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂

⁂

مکتوب ۵۴

شیخ مظفر برہانپوری کے نام اس بیان میں کہ جب تک سالک کا واسطہ صفات واعتبارات سے ہے علم وتمیز کی گنجائش ہے (اور) جب معاملہ غیب ذات سے پڑتا ہے تو جہل وعدم تمیز بڑھ جاتا ہے اور بعض نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

م ۸۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچکر مسرت کا باعث ہوا چونکہ دوستوں کی عافیت وسلامتی پر مشتمل اور ان کی ظاہری وباطنی استقامت کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت افزا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات فرض ونفل نمازیں قسم قسم کے انوار اور طرح طرح کے فیوض اس حد تک ظاہر ہوتے ہیں کہ (یہ عاجز نماز کے ارکان میں سے) جس رکن میں پہنچتا ہے اسی میں محو ہو جاتا ہے اور تمام صفات وحرکات وسکنات کو نماز وغیر نماز میں دیکھنے والا (راقم) اپنی طرف منسوب نہیں پاتا اور لفظ انا کسی وقت خیال میں نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! یہ تمام احوال سنجیدہ اور کیفیات پسندیدہ ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے، اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "بعض واردات جو پیش آتی ہیں تقریر وتحریر میں نہیں سماتیں الخ"۔ شاید کہ یہ واردات مرتبۂ مقدسۂ غیب ذات سے پیدا ہوئی ہیں کہ اس مرتبہ سے حصہ جہل وعدم تمیز ہے کیونکہ جس جگہ علم وتمیز کی گفتگو ہے وہ صفات وشیون واعتبارات سے پیدا ہوتی ہے اور جب معاملہ غیب الغیب سے پڑتا ہے اور اصول وشیون کی تمیز نہیں رہتی تو جہل وحیرت بڑھ جاتی ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ [جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہو گئی] (یہ مقولہ) اس مقام کے حال کی خبر دیتا ہے ــــ آپ نے مجلس کی رونق، توجہات کی تاثیر، طالبین کے فنائے قلب تک پہنچنے اور بعض کے فنائے نفس تک پہنچنے کے بارے میں جو لکھا تھا اُس نے خوش وقت کیا، اَللّٰهُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دونگا] ۷/۱۴ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تدبیر سے خوفزدہ اور ڈرتے اور کانپتے رہیں، اس امر عظیم (پیری) کے ضرر کے گمان سے استغفار کو لازم پکڑیں، توجہات کو طالبین سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقیات کے طالب رہیں اور تمام اوقات کو گوشۂ نامرادی میں بسر کریں اور تقصیرات کے یاد کرنے اور نعمتوں اور واردات میں تفکر کرنے سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زاد راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جلّت عظمتہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور (ہم)

دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں اور سلامتی خاتمہ کی دعا کریں۔ اور آپ نے خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد مومن کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ عمدہ احوال و کیفیات رکھتے ہیں اور دو فناؤں (فنائے قلب و نفس) سے مشرف ہو کر حیرت کے مقام میں ہیں واضح ہوا اور (اس سے) مسرور ہوا، آپ نے ان دونوں کے لئے طالبین کی تعداد کے تعین کی استدعا کی تھی، یہ امر آپ کی رائے کے حوالے ہے استخارہ کے بعد جو تعداد آپ متعین کریں اور حسبِ وقت بھی آپ اس پر اضافہ کریں یا مطلق اجازت دیں امید ہے کہ مبارک ہوگا، لیکن جب کبھی کسی شخص کو اجازت دیں تو چاہیئے کہ اتباعِ شریعت والتزامِ سنّت اور مشائخ کی محبت پر استقامت کے ساتھ مشروط کر دیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلی۔ م ۸۶

مشیخت پناہ شیخ درویش محمد بُرکی جالندھری کے نام کفار کے ساتھ محبت و دوستی کے احکام اور تقیہ کے احکام اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت و دشمنی کرنے کی فضیلت اور اس جماعت کے اعتقادات کے رد میں تحریر فرمایا جو کہتے ہیں کہ فقیری کسی شخص کے ساتھ برا نہ ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ نجوم الھدیٰ وصحبہ البررۃ التقیٰ اما بعد اس مسکین کی طرف سے سلام و دعا مطالعہ فرمائیں، گرامی نامہ نے مشرف کیا، آپ نے آیۂ کریمہ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً [مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم کو ان سے کسی قسم کا اندیشہ ہو] ۳/۲۸ کے بارے میں دریافت کیا تھا اور کفار کے ساتھ موالات (دوستی) وعدم موالات اور تقیہ وعدم تقیہ کے بارے میں وضاحت طلب کی تھی۔ میرے مخدوم! صاحبِ تفسیر کبیر نے اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اس کو بعینہٖ لکھا جاتا ہے، انھوں نے اس (تفسیر کبیر) میں کہا ہے کہ "یہ آیت کافروں کے ساتھ معاملات کی حرمت میں نازل ہوئی ہے، آپ جان لیں کہ بیشک دوسری بہت سی آیات (بھی) اس معنی میں نازل ہوئی ہیں ان میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ ۳/۱۱۸

[انہوں کے سوا کسی کو رازدار نہ بناؤ] اور اللہ سبحانہٗ کا یہ قول ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ [جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہیں پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں] اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ [یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ] اور اللہ عزوجل کا یہ قول یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ [اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ] اور ہر کمینے والے سے زیادہ عزت والے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ [اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں] اور آپ جان لیں کہ مؤمن کا کافر سے دوستی کرنا تین قسم کا احتمال رکھتا ہے، ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اُس کے کفر سے راضی ہو جائے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ دوستی رکھے اور اس سے (مؤمن کو) منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ جس شخص نے ایسا کیا تو وہ اس دین میں اس کو درست ماننے والا ہوگا اور کفر کو درست ماننا کفر ہے اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے پس محال ہے کہ اس صفت کے باوجود وہ شخص مؤمن باقی رہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ دنیا میں باعتبار ظاہر (ان کے ساتھ) اچھی معاشرت رکھنا اور اس سے اُس (مؤمن) کو منع نہیں کیا گیا۔ اور تیسری قسم پہلی دونوں قسموں کے درمیانی قسم کی مانند ہے وہ یہ کہ اس اعتقاد کے باوجود کہ کفار کا دین باطل ہے ان کے ساتھ دوستی کرنا اُن کی قرابت کے باعث یا محبت کے سبب سے ان کی طرف میلان و معاونت اور مدد و نصرت کے معنی میں ہو تو اس سے کفر لازم نہیں آتا مگر بلاشبہ اس (مؤمن) کو اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس معنی سے ان کے ساتھ دوستی اس (مؤمن) کو اس کے طریقے کو اچھا سمجھنے اور اس کے دین کو پسند کرنے کی طرف لے جائیگی اور یہ بات اس کو اسلام سے خارج کر دے گی پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس (مؤمن) کو اس بارے میں تنبیہ فرمائی ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ [اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔] پس اگر یہ کہا جائے کہ "یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت والی آیت سے یہ معنی مراد ہوں کہ وہ مؤمنوں کو چھوڑ کر اُن سے دوستی کرتے ہوں، لیکن اگر وہ اُن سے دوستی کرتے ہوں اور ساتھ ہی مؤمنین سے بھی دوستی کرتے ہوں تو اس سے اُن (مؤمنین) کو منع نہیں کیا گیا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ [مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں] اس آیت میں فضیلت کی زیادتی کا بیان ہے اس لئے کہ بلاشبہ آدمی کبھی کسی

دوسرے شخص سے دوستی تو کرتا ہے لیکن اس سے بھائی چارہ نہیں کرتا پس اُس (کافر) کے ساتھ بھائی چارہ کی ممانعت سے اس کے ساتھ سرے سے دوستی کی ممانعت لازم نہیں آتی۔" ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ یہ دونوں احتمالات اگرچہ اس آیت میں پیدا ہوتے ہیں لیکن دوسری تمام آیات جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اُن (کفار) سے موالات جائز نہیں ہے وہ ان دونوں احتمالات کے ساقط ہونے پر (بھی) دلالت کرتی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو پکڑا اور ان میں سے ایک سے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اُس نے کہا ہاں ہاں ہاں۔ پھر اُس نے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اُس نے کہا ہاں۔ اور مسیلمہ یہ گمان کرتا تھا کہ بلاشبہ وہ بنی حنیفہ کا رسول ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کے رسول ہیں، پس اس (مسیلمہ) نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو بُلایا اور اس سے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں، اس (مسیلمہ) نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں پس اُس نے کہا تحقیق میں بہرہ ہوں، یہ تین دفعہ کہا۔ پس اس (مسیلمہ) نے اس کو آگے بڑھایا اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا البتہ یہ مقتول اپنے یقین اور سچائی پر گذرا پس اس کے لئے مبارکباد ہے اور البتہ اس دوسرے شخص نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول کیا پس اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اور آپ جان لیں کہ بیشک اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ [مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو]۔ آپ جان لیں کہ تحقیق تقیہ کے لئے بہت سے احکام ہیں اور ہم اُن میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:- پہلا حکم یہ ہے کہ بیشک تقیہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص قوم کفار میں (رہتا) ہو اور ان سے اپنی جان و مال کا خوف رکھتا ہو تو وہ زبان سے اُن کی خوشامد کرے اور یہ اس لئے کرے تاکہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ ہو بلکہ اس کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایسے کلام کا اظہار کرے جس سے محبت و دوستی کا وہم ظاہر ہوتا ہو اور لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دل میں اس کے خلاف رکھے اور جو کچھ کہے کنایہ میں کہے کیونکہ بلاشبہ تقیہ کا اثر ظاہر میں ہوتا ہے دلوں کے احوال میں نہیں ہوتا۔ تقیہ کا دوسرا حکم یہ ہے کہ جس صورت میں تقیہ کرنا جائز ہو اس صورت میں ایمان و حق کو ظاہر کرے تو یہ افضل ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جو مسیلمہ (کذاب) کا قصہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ تقیہ کا تیسرا حکم یہ ہے کہ بیشک یہ ان امور میں جائز ہے جو دوستی و دشمنی سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اُن امور میں بھی جائز ہے جو

۸۸ ۱۲/۱۰۶

جو اظہارِ دین سے تعلق رکھتے ہیں، البتہ جس چیز کا ضرر غیر کی طرف راجع ہوتا ہے مثلاً قتل و زنا اور اموال کا غصب کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا، اور کفار کو مسلمانوں کے راز بتانا تو یہ یقیناً ناجائز ہے۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تقیہ غلبہ پانے والے کفار کے ساتھ (جائز) ہے لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے درمیان ایسی حالت ہو جائے جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان کی حالت سے مشابہ ہو تو جان کی حفاظت کے لئے تقیہ کرنا جائز ہے۔ پانچواں حکم یہ ہے کہ تقیہ جان کی حفاظت کیلئے جائز ہے اور کیا یہ مال کی حفاظت کے لئے بھی جائز ہے؟ تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کے جائز ہونے کا حکم لگایا جائے اس لئے کہ رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول ہے کہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی مانند ہے اور اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مال کے باعث قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہے اور اس لئے کہ مال کی طرف حاجت شدید ہوتی ہے اور پانی جب بہت مہنگا بیچا جائے تو مال کے اس قدر (بیجا) خرچ سے بچانے کے لئے وضو ساقط ہو جاتا ہے اور تیمم پر اکتفا کرنا جائز ہو جاتا ہے تو یہاں کیوں جائز نہیں ہوگا۔ چھٹا حکم یہ ہے، مجاہدؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے یہ حکم شروع اسلام میں ثابت تھا لیکن سلطنتِ اسلام کے قوی ہو جانے کے بعد (عدم حاجت کے باعث) یہ حکم ثابت نہیں رہا اور (مجاہدؒ کے قول کے بالمقابل حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تحقیق انھوں نے کہا کہ تقیہ مؤمنین کے لئے قیامت تک جائز ہے اور یہ قول اولیٰ ہے کیونکہ اپنی جان سے بقدر امکان ضرر کو دور کرنا واجب ہے۔ (انتہی)"

اے شفقت آثار! اکثر صوفیۂ خام اور اس دور کے ملحدین کفار کے ساتھ دوستی کرنے سے مضائقہ نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ فقیری کا طریقہ کسی شخص کے ساتھ برا نہ ہونا ہے، سبحان اللہ! سرورِ انبیاء سردارِ فقراء و اولیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو جنھوں نے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) فرمایا ہے حکم ہوتا ہے: یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ (اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو) اور اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پسندیدہ طریقہ بھی کفار کے ساتھ سختی اور قتال کا رہا ہے، عجیب فقراء ہیں کہ جنھوں نے پیغمبرِ خدا اور اپنے پیشوا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اختیار کیا ہے اور اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پسندیدہ طریقے کے خلاف قبول کیا ہے (اس سے) ضلالت اور گمراہی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے) کفار بیشک اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں کیونکہ (یہ) نصوصِ قطعیہ

(حاشیہ: ص ۸۹ — ۹/۶۶ — ۱۰/۳۲)

ثابت ہے، عجب دعویٔ دوستی ہے کہ اس (تعالیٰ شانہٗ) کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور اُن سے بیزاری نہیں کرتے، اگر کفار و فاسقین، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور اس کے دشمن نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی رکھنا واجباتِ دین میں سے نہ ہوتا اور اعمالِ مقربہ میں سب سے افضل اور ایمان کی تکمیل کرنے والا عمل نہ ہوتا اور ولایت اور حق سبحانہٗ کی رضا و قرب کے حصول کا سبب نہ ہوتا۔ حضرت عمرو بن جموح رضؓ سے روایت ہے کہ تحقیق انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا بندہ صریح ایمان کا حق ادا نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرے پس جب اُس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کا حق ادا کر دیا، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے روکا تو اس نے اپنا دین مکمل کر لیا، اس کو ابوداؤد (رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: اہلِ معاصی کے ساتھ دشمنی کے ذریعہ اللہ سبحانہٗ کا قرب حاصل کرو اور اُن سے ترش روئی کے ساتھ ملو اور ان کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرو، اور اُن سے دوری اختیار کر کے اللہ عزوجل کا قُرب حاصل کرو، اس کو ابنِ شاہین دیلمی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ فلاں عابد سے کہہ دیجئے کہ البتہ تیرا دنیا سے زہد اختیار کرنا تیرا اپنے نفس کی راحت کے لئے جلدی کرنا ہے اور البتہ تیرا دنیا سے قطع تعلق کر کے میری طرف آنا تو میرے ذریعے سے تیرا عزت حاصل کرنا ہے تو پھر کونسا عمل کیا جو میرے لئے تیرے اوپر واجب تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب! میرے ذمہ وہ کیا حق تھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو نے میرے کسی دشمن سے دشمنی کی اور میرے کسی دوست سے دوستی کی، حل حٰا عن ابنِ مسعود۔ اور حق یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے دشمنی محبت کے لوازم میں سے ہے محبِّ صادق ان دو اعمال میں کسب و عمل کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ دوسرے اعمال میں محتاج ہے، دوستانِ دوست کسقدر زیادہ اچھے نظر آتے ہیں اور اس کے دشمن کسقدر زیادہ بُرے نظر آتے ہیں، یہ معنی مجاز (عشقِ مجازی) میں ظاہر ہیں، یہ شخص جس کسی سے دوستی کا دعوی کرتا ہے جبتک اُس (دوست) کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے وہ شخص (اس دوست کا) مقبول نہیں ہے بلکہ (لوگ) اس کو منافق جانتے ہیں۔ شیخ الاسلامؒ نے کہا کہ میں ابوالحسن سمعون کے ساتھ اچھا نہیں ہوں کیونکہ وہ میرے استاد خضری کو رنج

مــ۹۰

ے ۱ یعنی خواجہ ابو اسمٰعیل عبداللہ ابن ابی منصور محمد انصاری قدس سرہٗ جو کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

پہنچاتا تھا اور جو شخص کہ تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اس سے رنجیدہ نہ ہو تو کتا تجھ سے بہتر ہے،
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ [تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان لوگوں میں جو کہ ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ اُن سب نے اپنی قوم سے کہدیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں، ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جبتک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ] اس کے بعد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ [بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو] - یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبِ حق جلّ وعلا کے لئے یہ بیزاری لازمی و ضروری ہے نہ جیسا کہ انہوں نے گمان کیا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ [اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں] یعنی جو شخص کہ کافروں کے ساتھ موالات و دوستی کرتا ہے وہ شخص حق تعالیٰ کی دوستی و ولایت سے کچھ بھی حصہ نہیں رکھتا یعنی وہ حق تعالیٰ کی دوستی سے کلّی طور پر خارج ہے اس لئے کہ دو متضاد یعنی دو دشمنوں کی دوستی جمع نہیں ہوتی جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

تَوَدُّ عَدُوِّي ثُمَّ تَزْعَمُ أَنَّنِي	صَدِيقُكَ لَيْسَ النُّوكُ عَنْكَ بِعَازِبِ
فَلَيْسَ أَخِي مَنْ وَدَّنِي رَأْيَ عَيْنِهِ	وَلٰكِنْ أَخِي مَنْ وَدَّنِي فِي الْمَغَائِبِ

[تو میرے دشمن سے محبت کرتا ہے پھر (یہ بھی) گمان کرتا ہے کہ میں بلاشبہ تیرا دوست ہوں (لہٰذا) حماقت تجھ سے دور نہیں ہے (یعنی تو احمق ہے) پس جو شخص سامنے دیکھ کر مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا بھائی نہیں ہے اور لیکن میرا بھائی وہ ہے جو مجھ سے پسِ پشت محبت کرتا ہے]

پس حق تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے وہ دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سے کسی چیز پر نہیں ہے یعنی دین سے کچھ نہیں رکھتا اور جو شخص کہ دین سے بے بہرہ ہے وہ قرب و معرفت سے کیا حصہ رکھے گا۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ [اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے] یعنی حق سبحانہ تم کو کفار کے ساتھ موالات کے باعث اس عذاب سے ڈراتا ہے جو کہ (حق تعالیٰ کی) ذات سے صادر ہوتا ہے۔ انھوں (مفسرین) نے کہا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی دھمکی ہے (جو) منہی عنہ کے نہایت برا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ تفسیر کبیر میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں اہلِ حیرہ میں سے ایک آدمی یعنی ایک نصرانی ہے جس سے زیادہ قوی حافظ والا اور جس سے عمدہ خط والا کوئی نہیں سمجھا جاتا پس اگر آپ چاہیں تو اس کو (اپنا) کاتب بنالیں پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے انکار کردیا اور کہا اس صورت میں تو میں غیر مؤمن کو دوست بنانے والا ہو جاؤں گا۔ پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے نصرانی کو دوست بنانے کے انکار پر اس آیت کو دلیل بنایا (انتہیٰ)۔ اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ میرا ایک کاتب نصرانی ہے تو انھوں نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے کیا تو نے کسی مسلمان کو (کاتب) نہیں بنایا، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ [اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ]۔ میں نے کہا اُس کا دین اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے ہے۔ تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اہانت کی ہے تو میں اُن کا اکرام نہیں کروں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت دی ہے تو میں ان کو عزت نہیں دونگا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دُور کردیا ہے تو میں ان کو قریب نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ دانائی کا کام اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا، تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا کہ اگر نصرانی مرجائے تو اس کے بعد تو کیا کرے گا پس جو عمل تو اُس کے مرنے کے بعد کرے گا وہی عمل اَب بھی کر اور اس سے اس کے غیر کے ساتھ مستغنی ہو جا"۔ ہمارے حضرت عالی (مجددِ الفِ ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات قدسی آیات میں لکھتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تمام بزرگی جو پائی اور شجرۂ انبیاء (علیہم السلام) ہو گئے تو یہ اس تعالیٰ شانہٗ کے دشمنوں سے بیزاری کے باعث تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ [تحقیق تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں عمدہ نمونہ ہے] فقیر کی نظر میں حق جل وعلا کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس بیزاری کے برابر کوئی عمل نہیں ہے، فقیر ایسا پاتا ہے کہ ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کو کفر و کافری کے ساتھ ذاتی عداوت ہے اور آفاقی معبود مثلاً لات و عزیٰ اور ان کی عبادت کرنے والے لوگ بالذات حق جل سلطانہٗ کے دشمن ہیں اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا اس بُرے عمل کا بدلہ ہے اور خواہش و نفس کے معبود اور تمام بُرے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ اُن کے مقابلہ میں اِن سے دشمنی اور غصہ بالذات نہیں ہے اگر غصہ ہے تو صفات سے نسبت رکھتا ہے اور اگر عذاب و سزا ہے تو افعال کی طرف راجع ہے اس لئے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ان بُرے اعمال کی سزا نہیں ہوتی بلکہ ان کی مغفرت کو اپنی مشیت سے وابستہ رکھا ہے اور یہ اس خط کا آخر ہے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام الیٰ یوم القیام۔

پ ۶ ع ۱۳ / ۵۱
پ ۲۸ ع ۷ / ۴
م ۹۲ ج ۱

مرزا ابو المعالی کے نام اُن کے خط کے جواب میں کہ (جس میں) انھوں نے شوق و صحبت کی طلب کا اظہار کیا تھا اور شیخ عبد الخالق کے بعض احوال کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ احباب میں سے ہیں اور اس مکتوب کو ایک جلیل القدر حدیث کے ساتھ ختم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ و تقدس وسعتِ سینہ کو ماسوا کے نقوش سے صاف اور خواہش کی میل سے پاک کر کے جمالِ لایزال جو کہ وہم و خیال کے احاطہ سے باہر ہے کی شعاعوں کے ظہور سے مزین فرمائے۔ آپ کے مکتوب گرامی نے جو کہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا، چونکہ آپ کی ذاتِ با برکات کی سلامتی کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت افزا ہوا۔ آپ نے برادرِ دینی شیخ عبد الخالق کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا چونکہ استخارہ موافق نہیں آتا (اس لئے) اس پر موقوف رہے کہ ملاقات کی صورت میں جو کچھ مقدر ہے اور طرفین کا حصہ ہے ظہور پذیر ہو جائے گا۔ میرے مکرم! شیخ عبد الخالق نے کچھ عرصہ صحبت میں گذارا ہے اور اس راستہ کے ضروری فیوض اخذ کئے ہیں اور وہ تلوین سے تمکین کے ساتھ جا ملے ہیں اور فنا سے جو کہ اس راستے کا رکنِ اعظم ہے آگاہی پائی ہے، اُن کو حال سے خالی کس طرح کہہ سکتے ہیں مگر اس اعتبار سے کہ وہ حال سے گذر کر حال کو بدلنے والے کے ساتھ جا ملے ہیں کیونکہ حال تلوین کی خبر دیتا ہے اور صاحبِ تمکین نے حال کو پیچھے چھوڑ دیا ہے البتہ کیفیات و واردات ایسے امور ہیں جو کہ باطن سے تعلق رکھتے ہیں اور تائیدِ ربانی اور اخلاقِ الٰہی جل شانہٗ سے متصف ہوئے بغیر اُن پر مطلع ہونا دشوار ہے، اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ [میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں اُن کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا] بہت سے اولیاء اللہ (ایسے) ہیں جو کہ اپنی ولایت پر بھی اطلاع نہیں رکھتے اور اُن کا ظاہر اُن کے باطن سے بے خبر ہے دوسرے لوگوں کے لئے مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کئے بغیر ان کی ولایت کا پتہ لگائیں۔ ع

کس چہ داند کہ دریں گرد سوارے باشد　　[کوئی شخص کیا جانے کہ اس گرد میں کوئی سوار ہے]

مشارٌ الیہ (شیخ عبد الخالق) کو محروم و بے بہرہ مان لینے کی صورت میں اس امرِ عظیم میں اُس کو ملحوظ نہیں رکھنا چاہئے اور بھیجے ہوئے شخص کو بھیجنے والے کے آئینے میں دیکھنا چاہئے۔ ع

مـ ۹۳

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان مطرب است　　[وہ نہیں ہیں یہ ... نوازی مطرب کی ہے]

اس کے باوجود چونکہ آپ کے قلب کی توجہ اس عزیز (عبدالخالق) کی طرف نہیں ہے (اس لئے) توقف کریں اور منتظر رہیں تاکہ دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

سعادتہاست اندر پردۂ غیب　　　نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں]

یہ حقیر دعا و توجہ اور خیر خواہی کے جملہ لوازم میں کوتاہی کو پسند نہیں کرتا اور دل و جان سے آپ کا کمال چاہتا ہے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

ہم اس مکتوب کو اچھے خاتمہ کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روزمرہ کے وقت پر تشریف نہ لائے) حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے پس نماز کے لئے تکبیرِ اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں تخفیف کی پھر جب سلام پھیرا تو اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو جیسا کہ بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مُڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک ابھی میں تم کو اس چیز کی خبر دونگا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو (نمازِ تہجد کے لئے) اٹھا پس میں نے وضو کیا اور جسقدر نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اونگھ آگئی یہانتک کہ میں بھاری ہو گیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہو گیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اُس (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے محمدؐ! پس میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے، میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا (اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا پس تے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی، پس میرے لئے ہر چیز ظاہر و روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں، فرمایا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے میں نے عرض کیا کفارات میں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا (نماز کی) جماعتوں کی طرف چل کر آنا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور ناخوشگواریوں کے وقت (بھی) وضو کو

پورا کرنا، فرمایا پھر کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے کہا درجات کے بارے میں، فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانا اور نرم کلامی کرنا اور رات کے کسی حصے میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ، میں نے یہ دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ فِعۡلَ الۡخَيۡرَاتِ وَتَرۡكَ الۡمُنۡكَرَاتِ وَحُبَّ الۡمَسَاكِيۡنِ وَاَنۡ تَغۡفِرَلِیۡ وَتَرۡحَمَنِیۡ وَاِذَا اَرَدۡتَّ فِتۡنَةً فِیۡ قَوۡمٍ فَتَوَفَّنِیۡ غَيۡرَ مَفۡتُوۡنٍ وَّاَسۡئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنۡ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنِیۡ اِلٰی حُبِّكَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزمائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اُس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اُس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے] پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی نے کہا) کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور میں نے محمد بن اسماعیل (بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مکتوب ۵۷

حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام اُن کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھے اور لکھے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: میرے دینی بھائی حاجی حبیب اللہ وفقہ اللہ تعالیٰ لمرضاتہ [اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خوشنودیوں کی توفیق دے] نے لکھا تھا کہ میں "ایک روز صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ گویا مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا اور میرا کوئی اثر نہ رہا اس کے بعد میں نے ایک نور اپنے اندر دیکھا کہ وہ نور آسمان تک بلند ہو گیا اور وہاں سے تمام عالم کو احاطہ کر لیا۔ (جواب) میرے مخدوم! آپ کو اپنے آپ سے بے خود کر دینا اور آپ کا کوئی اثر نہ رہنا فنائے کامل کی طرف اشارہ ہے اور اپنے اندر نور کو مشاہدہ کرنا بقا کے آثار سے ہے اور آیۂ کریمہ اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِیۡ بِهٖ فِی النَّاسِ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] اس پر شاہد ہے اور یہ کہ وہ نور آسمان تک بلند ہو گیا ہے اور اس نے تمام عالم کو احاطہ کر لیا ہے یہ آپ کی استعداد کی

جامعیت کی طرف اور اس اسم کی جامعیت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آپ کا مُربّی (تربیت کرنے والا) مبدأ تعیّن ہے اور وہ تمام مبادیٔ تعینات کو احاطہ کئے ہوئے ہے، اور وہ حال کہ جس میں آپ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور جو پیالہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پُر کر کے آپ کو دیا ہے اور آپ نے اس پیالے کو پورا پی لیا ہے اور اس کی لذت آپ پر غالب آگئی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ تجھ کو اصل سے حصہ (ملا) ہے مبارک ہو، اور ہو سکتا ہے کہ وہ پیالہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبتِ خاص ہو کہ جس کا ایک گھونٹ آپ کے حلق میں پہنچا ہو اور اصل سے حصہ پانے کی بشارت اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام اصول کی اصل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب (مربّی) ہے اور اس بات پر قرینہ کہ وہ بزرگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ان کا سبز نور میں مستغرق ہونا اور اس مقام کا سبز ہونا اور حوض کا سبز ہونا ہے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ولایتِ اخفیٰ ہے اور اخفیٰ کا نور سبز ہے، اور دوسرا حال کہ جس میں آپ نے آسمان کے اوپر چند تخت دیکھے ہیں اور خود کو اس تخت پر پایا ہے جو تمام تختوں سے اوپر ہے (یہ بھی) نسبتِ خاص عطا ہونے کی تائید کرتا ہے۔ دوسرا حال بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک بہت بڑا دائرہ نظر آیا ہے جس نے تمام عالم کو احاطہ کیا ہوا ہے، اور چند دوسرے دائرے جو اس دائرے کے نیچے ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور میں اپنے آپ کو بڑے دائرے کا مرکز پاتا تھا اس وقت میں معلوم ہوتا ہے کہ نیچے والے دائرے اور ان کے مرکز اس دائرے کے مرکز سے پیدا ہوئے ہیں کہ جس دائرے کا مرکز میں اپنے آپ کو پاتا ہوں"۔ آپ جان لیں کہ ہو سکتا ہے بڑے دائرے کا مرکز حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کنایہ ہو اس دلیل سے کہ یہ حقیقت ہر وقت اُس (بڑے دائرہ) کا مرکز ہے اور اس کو تمام حقائق پر فوقیت ہے اور تمام حقائق و مبادیٔ تعینات اس حقیقت سے پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ آپ نے خود کو اس دائرہ کا مرکز پایا ہے (اس لئے) تائید کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے، مختصر یہ کہ یہ حال اور اسی طرح کے دوسرے احوال بہت روشن اور بلند ہیں۔ اور وہ جو آپ نے پہلے اپنے نور کو تمام عالم کا احاطہ کئے ہوئے دیکھا ہے یہ بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے کیونکہ جامعیت و احاطہ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کے مناسب ہے (البتہ) اتنی بات ہے کہ اکثر احوال و خواب مبشرات ہیں اور استعداد کی خبر دینے والے ہیں اور ان میں سے بعض قریب بفعل ہونے کی قوت کی خبر دینے والے ہیں اور ان میں بعض حصول پر دلالت کرتے ہیں مطلق طور پر حصول کی دلیل نہیں ہیں بہرحال امیدوار رہیں۔

می توانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

[اے وہ ذات (اللہ تعالیٰ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے تو میرے آنسوؤں کو بھی شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے] والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۸

مُلّا قاسم ردپٹری کے نام اس بیان میں کہ فنا و بقا ظلیت واصالت کے تعلق سے ہے، جب معاملہ غیب سے پڑتا ہے اور یہ تعلق نہیں رہتا تو فنا و بقا کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بیان میں کہ وجہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نہ کہ ذاتِ تعالیٰ کی طرف اور نماز سے متعلق بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ پسندیدہ احوال و بلند کیفیات پر مشتمل تھا مسرت افزا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکثر اپنا کوئی نام و نشان محسوس نہیں کرتا وجود اور اُس کے توابع کو محض عاریتی جانتا ہے اور یہ دید بدیہی اوّلی ہو گئی ہے اور اپنی بقا کو کبھی اس سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات سے سمجھتا ہے اور اکثر اوقات (اس سبحانہٗ تعالیٰ کی) صفات سے (جانتا ہے) لیکن اس وقت میں بھی ذات کا ایک پرتو ملحوظ ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ فنا و بقا کے درجۂ کمال تک پہنچ گئے ہیں اور عین کا زوال حاصل ہو گیا ہے۔ اور یہ جو آپ نے عاریت کی دید کی بابت لکھا ہے کہ "البتہ عاریت و امانت اس کے اہل کی طرف لوٹ گئی ہے اور ظل اصل کے ساتھ جا ملا ہے اور عدم بھی جو کہ آئینہ تھا عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہو گیا ہے یہاں تک کہ معاملہ عین واثر کے زائل ہونے تک جا پہنچا ہے"۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بقا کبھی ذات کے ساتھ سمجھتا ہے" ذات البتہ اس مقام میں کسی شان و اعتبار سے ماخوذ ہوگی نہ کہ ذاتِ بحت مجرد کہ اس مرتبہ کو عالمِ فنا و بقا سے اصالت و ظلیت کے تعلق کے ساتھ غنائے ذاتی ہے اسلئے کہ اس کی صفاتِ زائدہ و شیون و اعتباراتِ ذاتیہ غیر زائدہ میں سے جہاں اصل کا اطلاق ہے بقا کی گنجائش ہے اور جب معاملہ غیبِ ذات سے پڑتا ہے اور اصل ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتا ہے فنا و بقا متصور نہیں ہے، ہاں اگر قوم (صوفیہ) کی اصطلاح والی ذات مراد لیں تو گنجائش ہے کیونکہ یہ حضرات مرتبۂ وحدت پر ذات کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلیٔ ذات کہتے ہیں اور فنا و بقا کا اطلاق اسی مرتبہ کے لائق ہے، اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے بقائے ذات لکھا ہے وہ نشانِ بے نشان کی مانند ایک دقیق سر ہے، ہم جیسے بوالہوسوں کا دستِ ادراک اس کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا اگر ہم لوگوں کو ان معانی کے ساتھ قدرے ایمان حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے ؎

ما تماشا کناں و کوتہ دست | تو درختِ بلند و بالائی

[ہم (صرف) سیر کرنے والے اور کوتاہ دست ہیں (اور) تو بلند و بالا درخت ہے]

سنئے! عالم اسماء وصفات کا ظلال ہے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے ظل کے حق میں
کمال یہ ہے کہ اصل کے ساتھ جا ملے پس افرادِ عالم کا وصول اسماء و صفات تک ہے اور اگر انتہائی ترقی ہو
تو اسماء و صفات کے اصول اور اُن اصول کے اصول تک ہوگی یہاں تک کہ حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس تک
پہنچ جائے، پس، جہاں تک کہ اصالت و ظلیت کا تعلق ہے (وہاں تک) ترقی ممکن ہے اور جب یہ
تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو ترقی و عروج متصور نہیں ہوتا اس لئے ان (افرادِ عالم) کو مرتبۂ ذاتِ بحت سے
کچھ حصہ نہیں ہے کیونکہ ذات سے ممکن میں ذرا بھی آمیزش نہیں ہے کہ ذات سے حصہ ہو اُن کا سارا وجود
وجوہ و اعتبارات ہیں وجوہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نہ کہ ذات کی طرف کہ اس مرتبۂ عالیہ سے وجوہ کا
تعلق منقطع ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت (اس طرح) جاری ہوئی ہے کہ زمانۂ دراز کے بعد کسی عارف کو
فنائے اکمل کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرماتے ہیں کہ اس ذات سے ذاتِ اقدس کی طرف راستہ ہے
پس یہ عارف (اُس) ذات کے تعلق سے ذاتِ مقدس (تعالیٰ شانہٗ) سے کچھ حصہ پالیتا ہے اور افرادِ عالم
جو کہ اعراض کی مانند ہیں اور (ان کی) کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کے ساتھ وہ قائم ہوں ان کا قیام
(اُس) عارف کی ذات کے ساتھ ہے اور اُن سب کی ذات بھی عارف کی ذات ہے اور عارف نیابت و
خلافت کے حکم کے مطابق اُن کا قیوم ہے پس عارف کو افرادِ عالم کے ساتھ نام کی مشارکت اور صورت
کی مماثلت کے سوا کونسی مشارکت اور کیا مماثلت ہے؟ (کیونکہ) جوہر کو اعراض کے ساتھ کیا مشارکت ہے؟
ہمارے حضرت عالی (مجدد) قدسنا اللہ بسرہ نے لکھا ہے کہ اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے
جبکہ زمانۂ دراز کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے تو ایک زمانہ میں اس کا متعدد ہونا کیسے متصور
ہو سکتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(راقم کو) نماز میں اور کبھی نماز کے علاوہ ایک کیفیت و حالت پیش آتی ہے اس وقت
میں اپنے آپ کو محض لاشئے و فانی پاتا ہے اور اپنے حق میں خاص عنایت و مہربانی سمجھتا ہے جیسا کہ
کسی کو مہربانی سے آغوش میں لیتے ہیں اور گویا کشاں کشاں لیجاتے ہیں اور اپنے آپ کو تمام تعلقات سے
صاف و پاک پاتا ہے اور امور کا تعلق کبھی (اپنے) دائیں پہلو میں اور کبھی پس پشت سمجھتا ہے جیسا کہ گھر
کو صاف کر کے کوڑا کرکٹ کو ایک کنارہ میں جمع کر دیا جائے"۔ میرے مخدوم! نماز مؤمن کی معراج ہے جو
حالت کہ اس کے ادا کرنے وقت پیش آتی ہے وہ حالتِ معراجیہ کے مناسب ہوگی اور تمام حالات سے
ممتاز ہوگی، تمام حالات کو نماز کی حالت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ صورت کو حقیقت کے ساتھ ہے
مثلاً جو صورت کہ آئینہ میں منعکس ہے اس کو اپنی اصل کے ساتھ ظاہری مماثلت و اسمی مشارکت کے سوا
اور کونسی مساوات ہے؟ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ص ۹۷

گر مصورِ صورتِ آں دلستاں خواہد کشید حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

[اگر مصور اس دلربا (محبوب) کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویر میں) کھینچ سکے گا]

آپ نماز کی تکمیل میں جسقدر کوشش کریں گے اور اس کے سنن و آداب کی رعایت میں جسقدر جد و جہد اور قراءت، رکوع و سجود کو سنت کے موافق دراز کرنے میں جتنی سعی کریں گے اس کے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ وارد ہوں گے اور اس کا حُسن و جمال و کمال اسی قدر زیادہ ظہور فرمائیگا اور ترقیات رونما ہوں گی اور خاص عنایت و مہربانی اسی قدر تجلّی فرمائے گی اور تعلقات سے اسی قدر زیادہ پاک صاف ہو جائے گا کہ (وہ کوڑا کرکٹ) پہلو اور پشت سے بھی زیادہ دُور ہو جائے گا، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب ۵۹

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور اُن کی کیفیات کی تعریف کے بارے میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کے بعض فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

ص ۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد برادرِ دینی مُلّا سعد اللہ سے عرض ہے، آپ نے جو خط ارسال کیا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے جو بیخودی، فنا، نیستی، بقا اور بشارات جو کہ آپ کو احوال اور خوابوں میں ظاہر ہوئی ہیں ان کی بابت لکھا تھا ظاہر ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق اور معرفت و عروج کو اور زیادہ کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نمازِ تہجد کے بعد بیٹھا تھا کہ دو بزرگ ظاہر ہوئے ایک کہتا ہے کہ صوفی سعد اللہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت میں ہے اور دوسرا کہتا ہے ملاءِ اعلیٰ کی ولایت سے بھی اوپر چلا گیا ہے اور میں نے یہ دونوں نسبتیں اپنے اندر علیحدہ علیحدہ ملاحظہ کیں، جب میں ہوش میں آیا اسوقت بھی میں نے مذکورہ دونوں نسبتوں کا اثر اپنے اندر مشاہدہ کیا۔" میرے مخدوم! یہ حال ایک اعلیٰ بشارت ہے حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے آثار کامل طور پر ظاہر فرمائے اور ولایت میں اعلیٰ درجہ ولایتِ ملاءِ اعلیٰ ہے (جو) ولایتِ کبریٰ سے بھی زیادہ بلند ہے اس کے اوپر ولایت نہیں ہے مگر کمالاتِ نبوت ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کی فضیلت ان کمالات کے ساتھ وابستہ ہے، ملاءِ اعلیٰ (مقرب فرشتے) معصیت سے معصوم ہیں جو شخص کہ ان کی ولایت سے مشرف ہو چاہئیے کہ وہ عصمت سے کچھ حصہ رکھتا ہو اور گناہوں سے محفوظ ہو۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَا

اَبْقَیْتَنَا[1] [اے اللہ! جبتک تو ہمیں زندہ رکھے ہم کو ہمیشہ گناہوں کا ترک مرحمت فرما] (یہ دعائے ماثورہ) اس واقعہ کے مناسب ہے۔ یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "دوسرے روز ایک نسبت ظاہر ہوئی اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا، کہا گیا کہ یہ ملائکہ مقربین کا مقام ہے اور رضا کا مقام ہے اس حال میں علم و ادراک نہیں رہا کہ میں اس کا مشاہدہ کر سکتا" آپ جان لیں کہ مقامِ رضا کی مقامِ ملأ اعلیٰ سے مناسبت یہ ہو سکتی ہے کہ مقامِ رضا مقاماتِ سلوک کی انتہا ہے اور ملأ اعلیٰ کی ولایت ولایتوں کی انتہا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "میں نمازِ فجر کے بعد مراقب تھا ایک نسبت ظاہر ہوئی کہ تمام علم و ادراک مجھ سے زائل ہو گیا اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا اور میں نسبتِ مذکورہ کا ادراک نہیں کر سکا اُس وقت کہا گیا کہ یہ نسبت اور یہ مقام اصحابِ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔" اس عجیب مقام میں علم و ادراک کیوں زائل نہ ہو کہ اصحاب میں سب سے افضل اور احباب میں سب سے مکرم (یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ [ادراک کے حصول سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے] بزرگوں نے کہا ہے کہ ادراک اور چیز ہے اور درکِ ادراک اور چیز ہے جس کی نفی کی گئی ہے وہ درکِ ادراک ہے نہ کہ درکِ بسیط، کیونکہ ادراکِ بسیط ہی ہے جو کہ عارف کو جہل و حیرت تک لایا ہے اور اس نسبتِ شریفہ میں اس کو اپنے آپ سے بیخود کیوں نہ کیا جائے جبکہ صحابیٔ مذکور (صدیق اکبرؓ) کی شان میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایسے مردہ کی طرف دیکھے جو سطح زمین پر چلتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ابن ابی قحافہ کو دیکھ لے، ص ۹۹ یہی موت ہے جو کہ اُس (تعالیٰ شانہٗ) کی معیتِ خاص کا سبب ہوئی ہے (اللہ تعالیٰ نے) دوسرے اصحاب کو دوسرے فضائل کے ساتھ یاد فرمایا ہے اور اُن (صدیق اکبرؓ) کو معیت کے ساتھ (یاد فرمایا) جیسا کہ (دوسرے اصحاب کے بارے میں) فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ [اور وہ لوگ جو اُس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں] اور نیز (قرآن کریم میں) اُن (صدیق اکبرؓ) کے حق میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا [بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے] اور نیز (حدیث شریف میں) آیا ہے مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُہُمَا [تیرا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۰

محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بیان میں کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے مدارجِ قرب میں ترقیات عطا فرمائے۔ جو مکتوبِ گرامی آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔

[1] یہ ایک دعائے ماثورہ ہے۔

حدیثِ شوق اور آیۂ اخلاص جو آپ نے لکھی تھی واضح ہوئی، اس جانب سے بھی یہ حدیث پڑھیں اور یہی آیت مطالعہ فرمائیں۔ اشدِ شوق اصل سے منسوب ہوا ہے اور اس طرف کی محبت نے سبقت فرمائی ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ [وہ اُس سے محبت کرتے ہیں اور وہ اُن سے محبت کرتا ہے] وہی محبت ہے جو کہ پوشیدہ خزانے کو تختِ ظہور پر اور عروسِ پردہ نشین کو جلوہ گاہِ شہود پر لے آئی ہے اور وجود و ایجاد کا سبب بنتی ہے اور عاشق کو معشوق سے آشکارا کر کے پھر اپنی محبت کے حلقوں سے اس محبِّ شیدا کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اپنے جمال و کمال کا آئینہ بنایا ہے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ فرع رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے اگر محبت رکھتی ہے تو اس کی محبت کا ایک گھونٹ ہے اور اگر شوق رکھتی ہے تو اس شوق کا ایک شرارہ ہے، فرع خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ادائے حقِ محبت عنایتیست ز دوست وگرنہ عاشقِ مسکین بہیچ خورسند است

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت کا حق ادا) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

اور یہ جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ بدخشانِ رسالت کے لعل اور خاتمِ نبوت کے نگینہ (سرورِ کائنات) علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نماز کے لئے تیار ہو کر فرماتے ہیں کہ جو شخص (امام) ابو حنیفہ کوفی (رحمہ اللہ) کی ملّت کے تابع ہے وہ ابو حنیفہ کوفیؒ کے ہمراہ اس صف میں داخل ہو جائے، بندہ آپ کے ساتھ اس صف میں داخل ہو گیا اور آنحضرت فخرِ موجودات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی" واضح ہوا (یہ خواب) آپ کے لئے بھی اور ہمارے لئے بھی نہایت عمدہ بشارت ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے بہرہ ور فرمائے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے کہ اُن کی معراج ہے کچھ حصہ عطا فرمائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۱
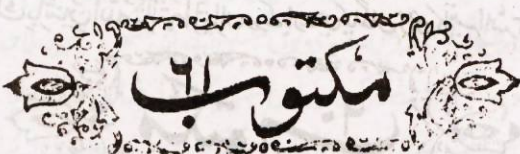
صوفی زاہد برق انداز کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ آپ نے جو خط ان دنوں بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، رخصت کے وقت (آپ کو) تبرک کا کپڑا نہ دینے کے باعث آپ نے جو رنجیدگی کا اظہار کیا تھا واضح ہوا، اس کا سبب وہی ہے کہ عید گاہ کے ہجوم سے آپ رخصت ہوئے وہاں کپڑا نہیں تھا تاکہ دیا جاتا اس کے ساتھ ہی ہم نے

کہا تھا کہ بعد میں بھیج دیں گے، اب حاملِ مکتوب مغل بیگ کے ہمراہ پیراہن بھیج دیا گیا آپ پہن لیں گے اور رنجیدگی کا لباس دور کر دیں گے۔ یہ جو حال آپ نے دیکھا تھا کہ "نماز کا وقت آگیا اور آپ تنہا ہیں آپ چاہتے ہیں کہ نماز ادا کریں، اول آپ نے ارادہ کیا کہ امامت کی نیت کرلیں پھر خیال آیا کہ مقتدی نہیں ہے تو امامت کی کیا ضرورت ہے اسی اثنا میں غیبی الہام سنائی دیا کہ ملائکہ کا ایک گروہ جماعت میں داخل ہو جائے، چنانچہ فرشتے آنے لگے سب نے سفید لباس پہن رکھے تھے میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی، جب سلام (پھیرنے) کا وقت آیا سب نے میرے ساتھ سلام پھیرا۔ میں نے دائیں طرف نظر کی تقریباً چار سو اور پانسو آدمی نظر آئے اور بائیں طرف بھی اسی کی مانند (نظر آئے) اس کے بعد جب میں نے پھر نظر کی تو گویا کوئی شخص نہیں تھا"۔

میرے مخدوم! چونکہ آپ امام کے سلام کے بعد پہنچے جیسا کہ آپ نے لکھا تھا اور یہ آپ کی آزردگی کا باعث ہوا (اس لئے) آپ کی تسلّی کے لئے یہ کرامت آپ کے لئے ظاہر کی گئی، اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں کہ آپ کو اس کرامت اور اس الہام اور اس دید کے ساتھ ممتاز کیا گیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے جس شخص نے زمین کی فضا میں اذان دی اور اقامت کہی اور اکیلے نماز پڑھی تو فرشتے اس کے پیچھے صفیں بنا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ (تنہا) ہو اور وہ نماز کے لئے (تکبیر) اقامت کہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ اذان دے اور اقامت کہے تو اس کے پیچھے اسقدر فرشتے نماز پڑھتے ہیں کہ اُن کے دونوں طرف کے سرے نظر نہیں آتے وہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔ ص ۱۰۱

مکتوب ٦٢

خواجہ میرزائے گل بہاری کے نام ایک شبہ کے حل کے جواب میں جو کہ انھوں نے ہمارے حضرتِ عالی (مجدد) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے کلام پر کیا تھا اور معتزلہ کے استدلال کے جواب میں جو کہ انھوں نے نفیِ رویت کے بارے میں کیا ہے نیز اس اعتراض کے جواب میں جو انھوں نے لمعات کی عبارت پر کیا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ اجمعین۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "معتزلہ اس دلیل کے ساتھ رویتِ اُخروی (آخرت میں دیدارِ الٰہی) کی نفی کرتے ہیں کہ رویتِ مرئی (دیکھی جانے والی شئے) کے مقابل و محاذی ہونے کا تقاضا کرتی ہے اگر حق تعالےٰ مرئی ہو گا تو اس تعالیٰ شانہٗ کے لئے جہت و نہایت ثابت ہو گی" اور حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) نے

اس شبہ کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے میں مقابل و محاذی ہونا شرط ہے کیونکہ مقابل ہونا ایک نسبت ہے جو کہ دو مقابل چیزوں میں قائم ہے پس جس طرح مرئی (دیکھی جانے والی شئے) کی جانب سے شرط ہے (اسی طرح) رائی (دیکھنے والے) کی جانب سے بھی شرط ہے کہ وہ مرئی کے سامنے ہو اور حالانکہ حق تعالیٰ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے اور (اس کے باوجود) کوئی محاذات نہیں ہے (حضرت مجددؒ کا کلام ختم ہوا)۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اس نادان (میرزا گل صاحبِ مکتوب) کے دل میں آتا ہے کہ معتزلہ[له] نے جو یہ کہا ہے کہ رویتِ بصری مقابل و محاذی ہونے کا تقاضا کرتی ہے، بصر سے ان کی مراد عصبی عضو ہے اور اس عضو کی اُس بارگاہ (حق سبحانہٗ) میں نفی ہے، علماء نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ آنکھ کے بغیر دیکھنے والا اور کان کے بغیر سننے والا ہے"۔ میں اس[عه] کے جواب میں کہتا ہوں اوّل یہ کہ (تمہاری طرف سے) یہ شبہ سندِ اخص (یعنی قولِ مجدد قدس سرہٗ) پر اعتراض ہے جو ناقابلِ تسلیم ہے، علمائے مناظرہ نے کہا ہے کہ سند کو رد نہیں کیا جاتا مگر جبکہ رد کے لئے اس کے مساوی سند لائی جائے۔ دوم یہ کہ آپ نے لکھا ہے کہ بصر سے معتزلہ کی مراد عصبی عضو ہے اس نقل کی صحت کی جانچ کرنی چاہئے کہ اُن (معتزلہ) کی مراد یہ ہے، سوم[عه] یہ کہ معتزلہ جو رویت کے صحیح ہونے میں محاذات وغیرہ کی شرائط لگاتے ہیں یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ بداہتِ عقل جس کا حکم لگاتی ہو بلکہ ایک ایسا استبعاد[عه] (رویت کو بعید جاننا) ہے جو کہ غائب کو حاضر پر قیاس کرنے کے باعث پیدا ہوا ہے یعنی حاضر میں ان شرائط کے بغیر رویت واقع نہیں ہے اور چونکہ عقل نے اس حکم کے ساتھ محبت اور لگاؤ پیدا کر لیا ہے (اسلئے) غائب میں بھی حاضر پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم لگا دیتی ہے اور حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حاضر میں رویت کا حصول بطریقِ خاص ہے اس لئے کہ یہ دو چیزوں کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا، ایک یہ کہ دیکھنے والی چیز عصبی عضو ہو دوسرے یہ کہ جس چیز کو دیکھا جائے وہ محدود اور جہات والی اور مکانی ہو، کیونکہ اس دنیا میں غیر محدود کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ پس اگر غائب میں ان دونوں میں سے ایک چیز مفقود ہو جائے تو قیاس کا حکم فاسد ہو جائیگا کیونکہ قیاس (مقیس و مقیس علیہ میں) مماثلت چاہتا ہے (اور یہاں یہ مماثلت مفقود ہے) اس لئے یہ حکم حق تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے کے بارے میں جاری نہیں ہوا کیونکہ ان دونوں شرطوں میں سے ایک شرط مفقود ہے اس لئے کہ جس کو دیکھا جائے اگرچہ محدود ہے لیکن دیکھنے والا عصبی عضو نہیں ہے اور مؤمنوں کے حق سبحانہٗ کو دیکھنے کے بارے میں بھی ان دونوں میں سے ایک شرط مفقود ہے کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو ہے لیکن جس کو دیکھا جائے

له یہ میرزا گل کی طرف سے حضرت مجددؒ کے کلام پر شبہ ہے۔ عه اس شبہ کا جواب جو میرزا گل نے حضرت مجدد قدس سرہ کے کلام پر کیا ہے۔

عـه یعنی ان شرائط کا لحاظ ان شرائط کے ثابت ہونے کے بغیر رویت کو بعید جاننے کی وجہ سے ہے اور یہ بعید ... ص ۱۰۲ ... جاننا غائب کو حاضر پر قیاس کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے (مترجم)

وہ محدود اور جہات والا نہیں ہے پس قیاس فاسد ہوگا اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک شرط کے مفقود ہونے کے باوجود بینائی کا حکم درست ہو تو لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو نہ دیکھے کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو نہیں ہے لیکن جس کو دیکھا جائے وہ محدود و مکانی ہے اس لئے محاذات وغیرہ اس کیلئے لازمی ہونگی، پس جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے میں محاذات وغیرہ لازم نہیں آتیں باوجود دیکہ جس کو دیکھا جائے وہ محدود ہے تو مؤمنوں کے اُس (حق سبحانہٗ) کے دیکھنے میں بھی محاذات وغیرہ لازم نہیں ہوں گی کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو ہے لیکن جس کو دیکھا جائے وہ مکانی نہیں ہے یعنی جس طرح عصبی عضو سے مرئی (دیکھی جانے والی شئے) کو دیکھنا محاذات کی شرط پائے جانے کے بغیر عقل کے نزدیک بعید ہے اسی طرح مرئی محدود و مکانی کو محاذات کے بغیر دیکھنا بعید ہے اور عقلی طور پر بعید ہونے میں دونوں برابر ہیں پس ایک کو جائز کہنا اور دوسرے سے گریز کرنا عدمِ تدبر کے باعث ہے اور اس تقریر سے علامہ تفتازانی کا اعتراض جاتا رہا ہم اس کو انشاء اللہ تعالیٰ ابھی کسی حیلے بہانے کے بغیر ذکر کریں گے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ جو اعتراض آپ نے (حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کلام پر) کیا ہے (بعض) علماء نے بھی اسی قسم کا اعتراض کیا ہے اور دوسرے علماء نے اس کا جواب دیا ہے، شارح عقائدِ نسفی نے کہا ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے کے بارے میں عدمِ اشتراط پر استدلال کیا جاتا ہے اور اس میں تامل ہے اس لئے کہ بحث حاسۂ بصر کی رویت میں ہے۔ مُلّا فرکمال محشی نے استدلال مذکور پر حاشیہ لکھا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حاضر (بندہ) کو غائب (حق تعالیٰ) پر قیاس کرنا ہے اور یہ بھی فاسد ہے (جیسا کہ اس کا عکس فاسد ہے) اور اگر اس استدلال کو منکرینِ رویت کے مقابلہ میں اُن پر الزام کے طور پر رکھا جائے نہ کہ تحقیق کے طور پر تو شرح میں نظرِ مذکور (تامل) وارد نہیں ہوگا۔ غور کر لیجئے، یعنی اگر ہم شارح کے استدلال کو مدعا کے ثابت کرنے پر جو کہ رویت کا واقع ہونا ہے استدلال کریں اور بندہ کی رویت کو حق جل وعلا کی رویت پر قیاس کریں تو درست نہیں آتی اور شارح کی بحث جو کہ اس نے فیہ نظر (اس میں تامل ہے) کہا ہے وارد ہوتی ہے کیونکہ حاضر کا غائب پر قیاس کرنا فارق ہوتے ہوئے جو کہ حاسۂ بصر ہے حاضر میں فاسد ہے نہ کہ غائب میں، اور اگر اس استدلال کو رویت کے بارے میں جہت وغیرہ کے شرط ہونے کے لئے معتزلہ پر الزامی دلیل بنائیں تو درست ہوتا ہے اور شارح کا نظر (تامل) وارد نہیں ہوتا۔ محشی کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ محاذات کے شرط ہونے کے لئے عصبی عضو کی قید نہیں لگاتے ورنہ اُن پر یہ الزام درست نہیں ہوتا اور کسی فاضل نے اس معنی کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے، تحقیق یہ ہے کہ ہم انکشافِ تام حسی ثابت کرتے ہیں

اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں بلکہ وہ انکشافِ تام علمی ثابت کرتے ہیں انتہی، اس سے یہ نکلتا ہے کہ وہ مطلق رویت کا انکار کرتے ہیں نہ کہ اس کی خاص معروف قسم کا۔ پنجم یہ کہ سندِ منع سے غرض یہ ہے کہ محاذات وغیرہ رویت کے مفہوم میں معتبر نہیں ہے اور ممکن ہے کہ رویت ان امور کے بغیر واقع ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے بندوں کو دیکھنے میں پس ادلۂ سمعی کو ظاہر پر کیوں نہ محمول کریں کیونکہ حق تعالیٰ قادر ہے کہ ہماری آنکھوں میں ایسی قوت پیدا فرمادے کہ (رویت) ان چیزوں کے ساتھ مشروط نہ رہے اور کسی محقق کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ رویت کے محل کا امرِ جسمانی ہونا جو کہ آنکھ کی پتلی ہے اس کے منافی نہیں ہے کہ رویت کا متعلق غیر جسمانی ہو اور وہ باری تعالیٰ ہے جیسا کہ بلاشبہ علمِ ضروری کے محل کا امرِ جسمانی ہونا جو کہ ہمارے نزدیک (بھی) قلب ہے اور معتزلہ کے نزدیک بھی یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ علمِ ضروری کا متعلق غیر جسمانی ہو اور وہ باری تعالیٰ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "شیخ عراقیؒ[1] نے لمعات میں فرمایا ہے کہ اگر محب صاحبِ کشف ہے جیسا کہ وہ ہر صورت میں دوست کی شکل دیکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ نا پسندیدہ صورت کو پسند نہ کرے اگرچہ وہ محبوب کا چہرہ دیکھے کیونکہ اس کا چہرہ اس کی نا پسندیدگی میں ہے کہ راضی نہیں ہے، بندہ کا سوال یہ ہے کہ محبوب کے چہرہ کا ظہور اس صورت میں کہ جس سے وہ راضی نہ ہو کیا ہے وہ ایسی صورت میں کیوں ظاہر ہوا جو کہ اس کی مرضی کے موافق نہیں ہے، چاہئے کہ تمام مظاہر و مصادر پسندیدہ ہوں۔ جواب: یہ جو شیخ (عراقیؒ) نے کہا ہے کہ "صورتِ ناپسندیدہ میں" یہ اس معنیٰ میں نہیں ہے کہ اس صورتِ ناپسندیدہ میں ظہور ہے کہ جو یہ سوال وارد ہو بلکہ اس معنی میں ہے کہ اس مظہر کا کسب ناپسندیدہ ہے جیسا کہ علما نے کہا ہے کہ کفر کا پیدا کرنا قبیح نہیں ہے اور بندہ کا کفر کو کسب کرنا اور اس کا کافر ہونا قبیح ہے ؎

خَالِقُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ الْقَبِیْحِ　　وَلٰکِنْ لَیْسَ یَرْضیٰ بِالْمُحَالِ

[اللہ تعالیٰ خیر اور شرِ قبیح کا خالق ہے، لیکن باطل سے راضی نہیں ہوتا ہے۔]

پس معلوم ہوا کہ تمام مظاہر اپنے اندر ظہور (صفاتِ الٰہی) اور ان کی خلقت کے اعتبار سے پسندیدہ ہیں قبیح و ناپسندیدہ اُن کا کسب ہے اور صوفیۂ وحدت الوجود کے مطابق خلق اس کے اس لباس کے ساتھ ظہور اور اس کے آثار و احکام کے ساتھ اس کے متحقق ہونے سے عبارت ہے، وحدت الوجود والے کہتے ہیں کہ کسی چیز میں بُرائی اور شر ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اضافی ہے ؎

پس بدی مطلق نباشد در جہاں　　بد بہ نسبت باشد آں را ہم بداں

[پس دنیا میں بُرائی مطلقاً نہیں ہے، بُرا نسبت سے ہوتا ہے تو اس کو بھی جان لے]

---

[1] شیخ عراقی یعنی شیخ فخر الدین ابراہیم بن شہریار العراقی، آپ نے صدر الدین محمد القونوی کی خدمت میں رہ کر ان سے فصوص الحکم کے حقائق سُنے اور ان کو ایک مختصر کتاب میں جمع کیا جو چند لمعات پر مشتمل ہے اسلئے ان حقائق کا نام لمعات رکھا۔

اور اس مقام میں ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کی جداگانہ تحقیقات و مقالات ہیں جیسا کہ حضرتِ موصوف کے رسائل و مکتوبات سے روشن و واضح ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۳

محمد یار خادمِ حضرت خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہٗ) کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ فنا و بقائے اَتم کی خبر دینے والا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے احوال و کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل جو خط ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے کیونکہ کام کا مدار اسی استقامت پر ہے وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ [اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں یقینِ کامل کے ساتھ منکشف ہوتا ہے کہ وجود اور وجود کے تابع کمالات جو عدم کے آئینہ میں منعکس ہوتے تھے اپنی اصل کے ساتھ جا ملے ہیں اور جس طرح کہ صفات نے اپنی اصل کی طرف رجوع کیا تھا ذات بھی جو کہ عدم مقید ہے اپنی اصل کی طرف راجع ہو گئی اور وجود و عدم میں سے کوئی چیز اس جانب منسوب نہیں رہی"۔ آپ معلوم کریں کہ یہ حالت جو آپ نے لکھی ہے فنائے نفس میں درجۂ کامل ہے جو کہ عین و اثر کا زائل کرنے والا ہے اس مقام میں نفس اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور راضی و مرضی ہو جاتا ہے۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ "ہر بال کے سرے سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے اور اس قسم کی وسعت و کشادگی پیدا کر لیتا ہے کہ تمام آفاق کو عرش سے زمین تک احاطہ کر لیتا ہے اور ذراتِ عالم میں سے ہر ذرہ میں سرایت کر جاتا ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ دید بقا کے آثار میں سے ہے جو کہ فنائے اکمل پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کیلئے ہم نے نور بنا دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] اس کی خبر دینے والی ہے اور احاطۂ نور کی وسعت اس شان کی جامعیت پر دلالت کرتی ہے کہ جس کے ساتھ بقا حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "یہ دید کچھ اصلیت رکھتی ہے یا محض وہم و خیال ہے" امید ہے کہ خیال کی تراشیدہ نہیں ہو گی، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ حال کے صحیح ہونے کی علامت یقین کا بدرجۂ کمال حاصل ہونا ہے چونکہ یقین بدرجۂ کمال ہے اسلئے وہم و خیال کی تراش نہیں ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآب، والسلام

ص ۱۰۵

۵۶/۶/۱۲۳

مکتوب ۶۴

خواجہ محمد صادق بخاری مدنی کے نام رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے روضۂ مقدس پر سلام وانکسار کے اظہار کے بارے میں اور اُن اذکار و اعمال کے بیان میں جو کہ ولایاتِ ثلٰثہ میں سے ہر ایک ولایت اور کمالاتِ نبوت اور اس سے اوپر کے مقامات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور اُن مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جہاں ترقی اعمال پر وابستہ نہیں ہے بلکہ فضل یا صرف محبت پر موقوف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ حمد وصلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل سے آپ کی عافیت اور شریعت عالیہ وسنتِ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے۔

میرے مخدوم! ہم دور افتادہ و ناکارہ فقرا امید رکھتے ہیں کہ روضۂ مقدسہ (گنبدِ خضرا) کے مجاور اور اُس آستانۂ عالیہ کے جاروب کش اور اُس دیارِ پُر انوار کے معتکفین اور اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ [جب وہ دونوں غار میں تھے) کے زائرین اس شکستہ دل افگار کو اُس بارگاہِ اسرار میں یاد رکھیں گے اور انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ اس (فقیر) کا سلام پیش کریں گے اور اس سرگشتۂ مشتاق کی طرف کبھی کبھی ایک نگاہِ کرم فرمانے کی درخواست بھی کریں گے کہ اس عاجز درماندہ کی تکمیلِ کار کی ضمانت نیم نگاہ پر موقوف ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

از دردِ سر و خمارِ ہستی رستن　　　موقوفِ بیک نگاہِ مستانۂ تست

(دردِ سر اور نشۂ ہستی سے رہائی پانا تیری ایک نگاہِ مستانہ پر موقوف ہے۔)

آپ کے کئی خطوط پہنچکر مسرت بخش ہوئے لیکن جواب ارسال کرنے میں اس جانب سے کوتاہی واقع ہوئی ہے، فاصلہ کی دوری عُذر خواہ ہے، اس وقت اُن خطوط میں سے کوئی خط بھی موجود نہیں ہے تاکہ اس کے مطابق کچھ لکھا جاتا۔ مختصر یہ کہ ضبطِ اوقات میں کوشش کریں اور وقت وحال کے موافق اعمال و عبادات میں مشغول اور ترقی کے طالب رہیں اور ہر روز ترقی کریں مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذرے وہ خسارے میں ہے] ولایاتِ سہ گانہ کے کمالات میں ترقی غالب طور پر قرآن مجید کے سوا (باقی) اذکار کے ساتھ وابستہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ولایتِ ظلی میں جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے مراقبات اور قلبی اذکار بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور دوسری دو ولایتوں

(ولایتِ کبریٰ وولایتِ عُلیا) ہیں کہ (ان دونوں میں سے) ہر ایک اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ظل سے نکل چکی ہے ذکرِ لسانی اور کلمۂ طیبہ کا تکرار بہت زیادہ ترقی بخشنے والا ہے اور جب معاملہ کمالاتِ نبوت میں واقع ہوتا ہے تو اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوت اور نماز خاص طور پر فرض نمازیں فائدہ مند و نفع بخش ہیں اور جب معاملہ اس سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو ایک ایسا مقام پیش آتا ہے کہ عمل و اعتقاد کا جہاں کوئی اثر نہیں ہے اس مقام میں ترقی محض فضل واحسان سے ہے، یہ مقام انبیائے مرسلین علیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے طفیل اُمتیوں میں سے جسے چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں، اور جب اس مقام سے بھی ترقی واقع ہوتی ہے تو معاملہ فضل واحسان سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس مقام میں کمالات کا حصول و ترقی صرف محبت پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی دو کمال ہیں محبّیت و محبوبیت، کمالاتِ محبیت کا ظہور حضرت کلیم (موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ اوّلاً حبیبِ رب العالمین علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان دونوں اکابر کے طفیل دوسرے بھی ان دونوں (قسم کے) کمال کے امیدوار ہیں۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۶۵

صـ ۱۰۷
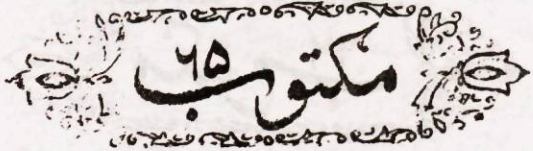
فضائل مآب شیخ بدر الدین سلطانپوری کے نام شوقِ ملاقات کے اظہار اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ منورہ کے فیوض وبرکات کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ عزّ وجلّ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! جدائی کا زمانہ دراز ہو گیا ہے اور حدیثِ شوق بیان سے باہر ہے، احباب ہر سال حجاج کی واپسی کے وقت قدوم شریف (آپ کی تشریف آوری) کا انتظار کرتے ہیں جب معلوم ہوتا ہے کہ نہیں آئے تو چشم منتظر دوسرے سال پر لگا دیتے ہیں، اگر اُس جگہ کو وطن بنانے کا ارادہ ہے تو اطلاع دیں تاکہ مشتاقین کو دونوں راحتوں میں سے ایک حاصل ہو جائے۔ دراصل یہ افسوس (کی بات) ہے کہ کوئی شخص اُس دیارِ عالیہ سے اِس دیارِ سفلی کی طرف آئے اور اُن متبرک مقامات سے جو کہ فیوض وانوار کا منبع ہیں اِن ظلمانی مقامات کی طرف مائل ہو جو کہ کفر وبدعت کی کان ہیں (کاتب الحروف)

اپنے آنے سے اسقدر نفرت و حسرت رکھتا ہے کہ کیا لکھے، ہاں اگر حضرتِ پیر دستگیر (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کی نیت اور اس مزارِ پُر انوار کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں اور اس مقام کی برکات سے بھی بہرہ مند ہوں تو گنجائش رکھتا ہے کہ اس جگہ (روضۂ مجددؒ) کے فیوض و انوار اُس مقام (مدینہ طیبہ) کے انوار سے ماخوذ و مستفاد ہیں لیکن ان کا حاصل ہونا آسان ہے، سرزمینِ ہند اگرچہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے لیکن چشمۂ حیات تاریکیوں میں ہے۔ ع

بتاریکی درون آبِ حیات ست　　[آبِ حیات تاریکی کے اندر ہے]

انوارِ خلّت کے آثار یہاں ہیں اور اسرارِ محبت سے اس جگہ کے شیدائی امیدوار ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر استخارہ موافقت کرے اور ان مقامات کی سیر کریں اور مشتاقوں کو خوش کریں تو مناسب ہے، توقع ہے کہ اس مسکین کو اُن مقاماتِ متبرکہ میں اور کعبۂ مکرمہ میں داخل ہونے پر دعائے خیر سے یاد کریں گے اور اس فقیر کی سلامتیٔ خاتمہ کے لئے دعا کریں گے اور روضۂ منورہ کے مواجہہ شریفہ میں اس درویش کا فقیرانہ سلام عرض کرینگے۔

ع　گر قبول افتد زہے عزّ و شرف　　[اگر قبول ہوجائے تو نہایت عزت و شرف ہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

ص ۱۰۸
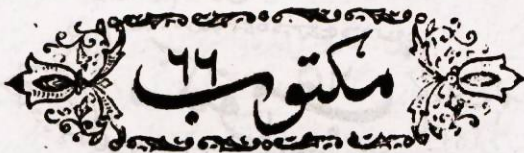
گرامی قدر قدوۃ الکاملین امام العارفین زبدۃ الراسخین مظہرِ اسرارِ ربِّ حمید حضرت شیخ محمد سعید برادرِ کلانِ خود کے نام شوق کے بیان و غمِ دوری کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام　　دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

[میں دیدہ و دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

احقرِ مخلصین عرض کرتا ہے کہ غمِ دُوری اور دردِ فرقت کو کس طرح ظاہر کرے اور حضورِ فرحت افزا کے حصول کے شوق کو کہاں تک بیان کرے ؎

این خطِ سر بمہر بجاناں کہ می دہد　　وین دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد

[یہ سربمہر خط محبوب کو کون پہنچاتا ہے اور اس دردِ سر کا علاج کون آزردہ لطف کرتا ہے]

دلِ منتظر برکت آثار خبروں کا منتظر ہے، امید وار ہے کہ اس کی اطلاع سے مشرف و مسرور ہوگا [illegible]
اس مسکین کے درد میں کمی ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر پیرِ دستگیر مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے عرس کی
مجلس میں چند ساعت کے لئے حاضر ہوا تھا اور گرم وقت میں بھی ڈولی میں بیٹھ کر نمازِ باجماعت میں
حاضر ہوتا ہے، الحمد للہ سبحانہٗ علیٰ جمیع نعمائہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل انبیائہٖ وعلیٰ آلہٖ وسائر احبائہٖ۔

مکتوب ۶۷

خواجہ ضیائی مودودی کے نام ارادوں کی نفی پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ صفتِ ارادہ کے
زائل ہونے پر موقوف ہے اور ان احوال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھے تھے اور کمالِ فنا کے
حصول اور اخلاقِ رذیلہ کے زائل ہونے کے بارے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ما اللہ تعالیٰ [illegible] مقصد کے حصول [illegible] سے مشرف کرے بلکہ تمام ارادوں
اور صفتِ ارادہ سے بھی فارغ کردے، [illegible] عبدیت بندگی کے اطوار میں صفتِ ارادہ کی گنجائش نہیں ہے،
اپنے ارادہ کا طلب کرنا حق تعالیٰ [illegible] و تقدس کی مرضی کی نفی کرنا ہے، چاہئے کہ وسعتِ سینہ تمام ارادوں اور
آرزوؤں سے خالی [illegible] ہو حق سبحانہ کے ماسوا کوئی خواہش و طلب نہ رہے ع

[illegible] در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست (تیرے اندر کی ایک ایک خواہش تیرا ابلیس (شیطان) ہے)

[illegible] اللہ ارادوں کی نفی کرنے کے لئے صفتِ ارادہ کے زائل ہونے میں کوشش کرتے ہیں اور اصل کا علاج
کرتے ہیں کیونکہ جبتک ارادہ کی صفت بندہ میں ہے (اس وقت تک) ارادوں کا وارد ہونا متصور ہے
اور جب صفتِ ارادہ کی نفی ہوجائے تو ارادوں کا دل میں پیدا ہونا متصور نہیں ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا
کہ "نفی و اثبات (ایک سانس میں) [illegible] سو اکاون تک پہنچ جاتا ہے اور فنا و نیستی معلوم ہوتی ہے
اس سے پہلے فنا [illegible] کے ضمن میں اپنے وجود کو فانی پاتا تھا اور اپنے سر کو دیکھتا تھا کہ ہے اور اب سر کو
[illegible] وجود کی مانند فانی پاتا ہے اور لیکن زبان نظر آتی ہے گویا اس کو فنا حاصل نہیں ہوئی ہے"۔
میرے مخدوم! آپ جس عضو کو فنا تک نہ پہنچا ہوا دیکھتے ہیں وہ فنا کے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے
کہ کمال کو نہیں پہنچا ہے خصوصاً سر کو جو کہ اعضا کا سردار ہے اور نفس کا ٹھکانا اور انانیت (میں پن)
و تکبر کا محل ہے جو کہ بندگی کے منافی ہے اور خیالاتِ فاسدہ کا مقام ہے کہ جس کی فنا نہایت
اہم کام ہے اب جبکہ آپ سر کو فانی پاتے ہیں تو یہ ایک نعمت و بشارت ہے لیکن زبان کا

نفس ابھی تک ہے زبان بھی اعضا کا سردار ہے اور سر کی مانند اخلاقِ ذمیمہ و رذیلہ کا منبع ہے (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے کہ (ہر روز) جب صبح ہوتی ہے تمام اعضا زبان کے سامنے آتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر تو سلامت رہی تو ہم سب سلامت رہیں گے اگر تو لغزش میں مبتلا ہو گئی تو ہم سب تیری لغزش میں مبتلا ہو جائیں گے۔" اس کی اصلاح ضروریات میں سے ہے کیونکہ دین و دنیا کی اصلاح اس پر موقوف ہے۔ آپ جان لیں کہ فنا حقیقت میں اخلاقِ ذمیمہ سے رہائی پانا اور اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونا ہے پس ہر عضو کو جو کہ اخلاقِ ذمیمہ کا مقام ہے اپنی جگہ پر دیکھا کہ فنا نے اس میں راہ نہیں پائی ہے اسی اخلاق کے زائل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ فنا کے ناقص ہونے کی دلیل ہے کیونکہ فنا اگر درست ہو جائے تو یہ اخلاقِ ذمیمہ جو کہ عدم کے شر کے باعث ہے نہیں رہتا، اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ" اس سے پہلے اپنے آپ کو ایک گھر میں دیکھتا تھا جس کا دروازہ نہیں ہے اور ہر چند باہر آنے کا قصد کرتا تھا لیکن میسر نہیں ہوتا تھا اور اب اسی جگہ اپنے آپ کو دیکھا کہ جس طرف بھی رُخ کرتا تھا دیوار شق ہو جاتی اور راستہ دے دیتی تھی، اسی طرح چھت پر بھی نظر کرتا تھا تو شق ہو جاتی اور راستہ دے دیتی تھی لیکن باہر نہیں نکلا" یہ بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ آپ ابھی تک تقید و تعین کے کوچے سے نہیں نکلے ہیں اور فضائے اطلاق تک نہیں پہنچے ہیں، اور یہ فنا کا ناقص ہونا ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ" آپ دانتوں میں خلال کرتے ہیں اور وہاں سے گوشت مٹھی مٹھی بھر نکلتا ہے آپ اس کو پرندوں اور کتوں کے سامنے ڈالتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں الخ" بہت خوب ہے کہ پاک و صاف ہو رہے ہیں اور اخلاقِ سیئہ باہر نکل رہے ہیں اور یہ جو سر کے اوپر سفید روشن نور ظاہر ہوتا ہے شاید کہ آپ کے (لطیفۂ) سِر کا نور ہے کہ سینہ سے سر پر آ گیا ہے اور ساکنانِ سر کی تربیت کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ ضبطِ اوقات میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کی تیاری کریں اور دوستوں کو دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۸
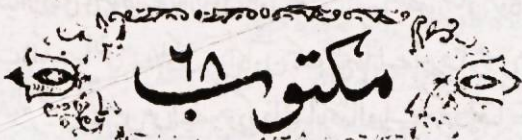
خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ عبادات میں ظاہری جمعیت باطنی نسبت کا اثر ہے اور خود پسندی و خود بینی سے بیزاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

لہ مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان میں ترمذی سے اس طرح روایت ہے: قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلھا تکفر اللسان فتقول اتق اللہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط حاجی یوسف کے ہمراہ بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، آپ نے جو ضبطِ اوقات اور لوگوں کے ساتھ میل جول اور ملاقات کم کرنے اور اذکار و عبادات کے ساتھ اوقات کو مصروف رکھنے اور طعام اور تمام خواہشات کے ترک کرنے کے بارے میں لکھا تھا واضح اور مسرت افزا ہوا، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے اور اتباعِ رسول اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو آپ کا رفیق بنائے۔ میرے مخدوم! ظاہری جمعیت اور ضبطِ اوقات باطنی نسبت کا اثر ہے جو کہ باطن پر چمکی ہے اور اس کو اپنے جال میں لے آئی ہے اور مطلوبِ حقیقی کے تجسس میں ماسوا سے بالکل رہا کر دیا ہے اور اس کے آثار کے مشاہدہ میں مستغرق و فانی کر دیا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان نہیں چھوڑا ہے اور عین و اثر کو دور کر دیا ہے، عارف کا باطن حضور کی شکست و ریخت اور جدا کرنے میں لگا ہوا ہے اس کا ظاہر جو کہ اس سے منزلوں دور ہے اذکار و طاعات کے معمولات کے ساتھ مسرور و مانوس ہے مختصر یہ کہ اس ظاہری توفیق پر حق جل وعلا کا شکر بجا لائیں اور اس کے نتائج و ثمرات کے امیدوار رہیں اور باطنی ترقیات پر متوجہ رہیں اور خود پسندی وغیرہ کے تصور سے ڈرتے اور کانپتے رہیں اور استغفار کو لازم پکڑیں اور بارگاہِ قدس کو اس سے بالاتر جانیں کہ ہمارے ناقص اعمال اس بارگاہِ مقدس کے لائق ہوں اس کے باوجود اعمال میں کوتاہی نہ کریں اور ان کی زیادتی میں کوشش کریں اور ان سے استغفار کریں کہ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر] دونوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔

آپ نے جسمانی تکلیف اور فرزندِ دلبند کی وفات کی بابت لکھا تھا معلوم ہوا، چونکہ یہ تقدیر و ارادۂ الٰہی سے ہے (اس لئے) راضی و شاکر رہنا چاہئے بلکہ محبوب کے فعل سے لذت یاب ہونا چاہئے ظاہری آلام باطنی ترقیات کا وسیلہ ہیں۔ میرے مخدوم! لوگوں کے کہنے سے پریشان نہ ہوں جو نسبت کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ہے امتیازی درجہ کی ہے بیان کی محتاج نہیں خط و کتابت کی کمی بیشی سے اس میں فرق نہیں آتا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۹

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے لئے نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، آپ نے جو خط حاجی یوسف کے ہاتھ بھیجا تھا وہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے طالبین کے راغب ہونے اور ان کے مکث...

توجہات کے آثار کے ظاہر ہونے کی بابت لکھا تھا، واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور طالبین کے احوال کو اپنے احوال کا آئینہ جانیں، آپ کی پوشیدہ کیفیات ہیں جو کہ ان میں ظہور کرتی ہیں اور اُن (طالبین) کے رجوع کرنے سے ڈرتے رہیں اور خود پسندی و خود بینی سے خائف رہیں، استخارہ کے بعد ان کو شغل کی تعلیم دیں اور ان کے حق میں توجہات کو مبذول رکھیں اور تمام اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھیں، جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَآءَتِ الْمَوْتُ بِحَذَافِیْرِہٖ [ہلچل مچا دینے والی (سورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے متصل ہی دوسری پھونک ہے موت پوری طرح آگئی] اس مسکین کو دعائے غائبانہ سے یاد کریں اور اس کے لئے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کریں۔ آپ نے سعادت آثار خواجہ عبد اللہ کے نیک کام کے لئے لکھا تھا [illegible] استخارہ کریں اور اس کار خیر کو شروع کریں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

مخدوم زادہ عالی تبار شیخ محمد صدیق کے نام حقائق آگاہ میرزا امان اللہ برہانپوری کے بعض احوال کے بیان میں اور حضرت (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہٗ کی برکات سے ان کے استفادات کی شرح میں اس سے متعلق حکمت و مصلحت کے لئے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، حقائق آگاہ میرزا امان اللہ بیگ ۱۰۵۷ھ میں شہر برہان پور سے حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرّہ العزیز کے مزارِ مطہر کی زیارت اور اس روضۂ مطہرہ کے مجاوروں کی ملاقات کے لئے کمال شوق و نیاز کے ساتھ پہنچے ہوئے تھے بعد ازاں کہ اس احقر نے یہاں (سرہند شریف) آنے کا ارادہ کیا، یکایک اپنے آپ کو ایک دوسری چیز پایا اور اس عجیب و غریب معاملہ سے حیران ہوا کہ یہ کیا ہے جو کہ وارد ہو رہا ہے اور ہر وقت ایک ایسی حقیقت ظہور کرتی ہے کہ جس کا بیان وہم و گمان میں نہیں آتا، ایک رات جبکہ میں سرائے مغل میں تھا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں دیکھتا ہوں کہ تمام عالم کا بوجھ آنسرور (علیہ الصلوۃ والسلام) کے سر مبارک پر ہے اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام نے اس بوجھ کو حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کے سر مبارک پر رکھ دیا اور حضرت عالی نے تیرے

ص۱۱۲

(خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے سر پر رکھ دیا، اُنھوں (میرزا امان اللہ بیگ) نے فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کو مخاطب ... کہا کہ تونے اُس بوجھ کو میرے سر پر رکھ دیا — اور جب وہ (مرزا موصوف) شہر سرہند میں داخل ہوئے تو کہتے تھے کہ میں جو نسبت حرمین شریفین میں پاتا تھا بعینہٖ میں نے یہاں پائی — اور نیز وہ کہتے تھے کہ "میں دوشنبہ (پیر) کے دن کہ دس صفر تھی میں حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے روضۂ منورہ میں تھا خاص الخاص نسبت وہاں ظاہر ہوئی کہ یہ کمترین اس کے لکھنے اور بیان کرنے سے عاجز ہے اور وہ کسی طرح سے تحریر و بیان میں نہیں آتی اور درک و ادراک کو اس میں راہ نہیں ہے اور وہم و فہم کو اس میں گنجائش نہیں ہے الخ" — اور نیز کہتے تھے کہ ایک روز میں دیکھتا ہوں کہ عظیم خیمہ قائم کیا گیا ہے اور اس کی طنابیں دُور دُور تک چلی گئی ہیں فقیر (خواجہ محمد معصوم رح) کا نام لیکر کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا خیمہ ہے اور تمام اہلِ جہان اس خیمہ کے نیچے ہیں لیکن عوام اور خواص کے درمیان فرق یہ ہے کہ عوام طنابوں کے نیچے ہیں اور خواص عین خیمہ میں ہیں، اسی عرصہ میں صاحبِ خیمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر رسی کے نیچے سے کھینچکر خیمہ میں داخل کر دیا اور اپنے نزدیک بٹھالیا، اس مجلس والے حضرات مجھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس محفلِ عالی میں داخل ہونے کی مبارکباد دیتے ہیں اور اسی طرح بار ہا اس بزرگ (مرزا امان اللہ) نے اظہار کیا کہ آج یا کل حلقہ میں یا اس کے بغیر فلاں نسبت اور اس طرح کا فیض مجھ (خواجہ محمد معصوم رح) سے مجھے پہنچا ہے — وہ ایک روز کہتے تھے کہ مجھ کو بشارت دی گئی ہے کہ جس جنازے پر تو نماز پڑھے گا میں اس کو بخش دونگا — اور نیز کہتے تھے کہ میں ایک روز اپنی کوتاہیوں، لغزشوں، گناہوں اور نافرمانیوں کو جو کہ سرزد ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں یاد کرکے گریہ و زاری میں تھا اور نادم و معذرت خواہ تھا مجھ کو الہام کیا گیا کہ تیری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں — ایک روز وہ کہتے تھے کہ میں روضۂ مطہرہ میں بیٹھا ہوا تھا، میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور نہایت مہربانی سے مجھ کو فرماتے ہیں کہ میں خدائے عزّ وجل کے لئے تجھ کو دوست رکھتا ہوں اور جو شخص تجھ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے یا میں اس کو دوست رکھتا ہوں، ان دو جملوں میں سے ایک فرمایا، اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں اس (مرزا مذکور) کی غریب الوطنی و نامرادی پر اس کو دوست رکھتا ہوں — ایک روز فقیر کے پاس لکھکر بھیجا کہ اس ذرۂ بیمقدار کو تحریر و تقریر کی قوت و استعداد نہیں ہے کہ فیوض و برکات و کیفیات کے وارد ہونے کو ضبطِ تحریر و تقریر میں لاسکے اور جو کچھ ہے یا نہیں ہے حضرت سے پوشیدہ و پنہاں نہیں ہے اور چونکہ لازم ہے کہ عرضِ خدمت کرے ناچار حدِ ادب سے قدم باہر رکھکر عرض کرتا ہے کہ اس حلقہ میں جس میں کہ ظہر کی

نماز کے بعد حافظ نے قرآن مجید پڑھا ایسی نسبت وارد ہوئی جو کہ تحریر و تقریر سے باہر ہے ایک ایسے مقام پر پہنچا کہ اُس مقام تک روح کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا اور بدن میں حس و حرکت کا کوئی نشان نہیں ہے، یہ فقیر چاہتا ہے کہ پیچھے اپنا کوئی نشان نہیں دیکھتا ہے البتہ اس حالت کو کہ جس کو بیان کر رہا ہے پاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ قابَ قوسَین کا مقام ہے یہ جسم جو تھا نہیں رہ گیا اور سیر اس کے اوپر واقع ہوئی جو کہ اَوْ اَدْنیٰ کا مقام ہے، اس مقام کے احوال کو میں کسی طرح بیان نہیں کر سکتا اسقدر عرض کرتا ہوں کہ اس حالت میں پھر ایک حالت حاصل ہوئی جو کہ اس سے فوقیت رکھتی تھی لیکن اسقدر نہیں جو سیر کی حالت میں واقع ہوتی ہے ایک ایسی حالت و کیفیت تھی جو کہ ادراک و وہم و فہم میں نہیں آتی، حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس اور آنجناب (خواجہ محمد معصوم رح) جو کہ حاضر ہیں فرماتے ہیں کہ یہ مقام مقامِ محمود ہے لیکن کچھ محسوس و معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت کی طرف سے اطلاع بخشنے کی یہ کیفیت کس کیف کے ساتھ ہے اور اس حقیر پر تقصیر کا سننا جو کہ سننے والا ہے کس کیفیت کے ساتھ ہے اور جو کچھ عرض کرتا ہے کیا ہے کوشش کرتا ہے کہ پھر اس سے اوپر کا مقام ظاہر ہو جائے اور وہاں تک پہنچے اور بہت کوشش کی اور کچھ ظاہر نہیں ہوا، اس حال میں (اللہ تعالیٰ کے) فضل نے دستگیری کی اور نصف دائرہ کی شکل ظاہر ہوئی اور اس سے اوپر متصور نہیں ہوا اور تصور کرنے والے کا اور تصور کا کچھ اثر نہیں تھا تم کلامہٗ وہ کہتے تھے کہ جسوقت میں حج کے ارادہ سے اہل و عیال کے ساتھ گھر سے نکلا اور کشتی پر سوار ہوا، ایک روز آندھی آئی اور اہلِ کشتی کو خاص ناامیدی پیش آئی اور میں حج فوت ہو جانے کے افسوس اور غم میں تھا کہ اسی اثناء میں مجھ کو الہام کیا گیا کہ اہلِ عرفات کا حج اس سال　تیرے حج کے باعث قبول ہوگا، میں خوش ہو گیا کہ مہلک گرداب سے نجات کی امید بھی حاصل ہو گئی اور حج ادا ہونے کی بشارت بھی مل گئی اور دوسری عنایت نورٌ علیٰ نور ہو گئی ـــــ وہ کہتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے میر منصور کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا، میں نے (لوگوں سے) دریافت کیا تو انھوں نے ایک بڑے مقبرے کی نشاندہی کی، جب میں اس جگہ پہنچا میں نے بہت سی قبریں دیکھیں، میں حیران ہوا، میں میر (منصور) کی قبر پر پہنچا اس کے بعد معلوم ہوا کہ میر (منصور) کی قبر یہی ہے نہایت ندامت و افسوس و غم کے ساتھ میر (مذکور) ظاہر ہوئے گویا کہتے ہیں اس ندامت و افسوس سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے، میں اس کا سبب پوچھتا ہوں وہ کہتے ہیں یہی کہ اس مجلس سے یعنی میں حضرتِ عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کی مجلس سے جدا ہو گیا اور اس دوسری مجلس یعنی شیخ آدم بنوری قدس سرہ کی مجلس سے جا ملا ہوں، جب میں شیخ تاج سنبھلی رح کی قبر کے نزدیک پہنچا وہ بھی ندامت و افسوس کے ساتھ ظاہر ہوئے اور کہتے تھے کہ حقیقتِ واقعی اب ظاہر ہوئی ہے لیکن کیا فائدہ، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۱

سید علی بارہہ کے نام کمالاتِ محبت اور اس کے دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قرب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے، گرامی نامہ پہنچا چونکہ دوستوں کی سلامتی (کی اطلاع) پر مشتمل تھا اس لئے شادمانی و مسرت کا باعث ہوا، آپ نے توجہ کی درخواست کی تھی، میرے مخدوم! جس جگہ محبت کا نشہ ہے وہ (خود) پوشیدہ معانی کو جذب کر لیتا ہے اور فیض پہنچانے والے کے باطن سے بقدرِ محبت فیوض اخذ کرتا ہے، توجہ کے مقام پر نگاہ رکھتا ہے اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے، اور اس معاملہ (سلوک) میں سب سے اعلیٰ چیز محبت ہے اس کے بغیر توجہ کارگر نہیں ہوتی اور یہ (محبت) توجہ کے بغیر بھی کام کرتی ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] حدیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے، محبت ہے کہ جس نے وجود و ایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور میں لائی ہے اور پوشیدہ حُسن کو بے پردہ کیا ہے، بیشک حُسن بے پردگی کا خواہاں ہے اور جمال پوشیدگی کی تاب نہیں رکھتا ع

پری رُو تابِ مستوری ندارد [پری چہرہ پوشیدگی کی طاقت نہیں رکھتا]

یہ محبت صفتِ محبوب کا مظہر ہے کیونکہ حسن نظارگی چاہتا ہے اور محبوب کو کوئی ایک محب چاہئے تاکہ اس کی صفتِ محبوبیت آشکار ہو جائے ؎

منم کاستاد را استاد کردم غلامم خواجہ را آزاد کردم

[میں ہی ہوں کہ جس نے استاد کو استاد کر دیا، میں وہ غلام ہوں کہ جس نے خواجہ (مالک) کو آزاد کر دیا۔]

جو محبت کہ عاشق کی صفت ہے وہ اسی محبت کا پرتو ہے جو کہ معشوق میں موجود ہے کیونکہ عاشق صفتِ کمال سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب اس (معشوق) کے کمالات کے ظلال ہیں پس یہ اسی محبت کا ظہور ہے جو کہ اس آئینہ میں اس لباس کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے ع "یک نشہ دو جا ظہور کردہ" [ایک ہی نشہ نے دو جگہ ظہور کیا ہے]۔ عاشق حسن کے دقائق کو جتنا زیادہ سمجھے گا اور معشوق کے جمال و کمال کی معرفت میں (جسقدر زیادہ) نگاہِ دور بیں رکھتا ہوگا صفتِ عشق اس میں اسی قدر زیادہ ہوگی اور وہ اتنا ہی زیادہ والہ و شیفتہ ہو جائے گا ؎ [115]

آنرا کہ بحُسن دیدہ تیز است ایں عشق بلائے خانہ خیز است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کیلئے تیز ہے اُس کیلئے یہ عشق خانہ خیز آفت ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔
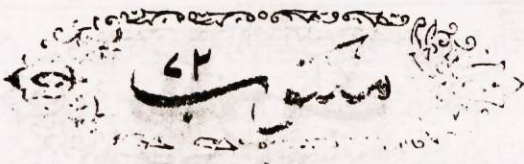
میاں معقول کے نام حرمین شریفین کی زیارت پر رغبت و شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ نامۂ گرامی جو کہ آپ نے برادرم محمد عارف و صوفی پایندہ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ (ملاقات) کا اظہار کیا تھا فقیر کو بھی (ملاقات) کا مشتاق جانیں اور حدیثِ (قدسی) اَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا [میں اُن کی طرف البتہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں، اللہ تعالیٰ شعلۂ شوق کو مشتعل بنائے اور محبت کی آگ کو بلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہا کردے اور بمقصدِ اعلیٰ تک پہنچائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]۔ میرے مخدوم! آپ نے بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ظاہر کیا تھا اس کے مطالعہ نے محظوظ کیا اور شوق کو کثیر نمایا، بیشک اگر کوئی مسلمان سفر کا ارادہ کرے تو ایسا ہی بہترین سفر ہونا چاہئے اور اگر کوئی شوق اس کو لاحق ہو تو یہی شوق ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ سب سے اچھی جگہ ہے جو مطلوبِ بے نشان (محبوبِ حقیقی) کا کچھ نشان رکھتی ہے ؎

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا ‏ ‏ ‏ ‏ تو بغربت گشتۂ بس شہرہا
پس کدامیں شہر زانہا خوشتر است ‏ ‏ ‏ ‏ گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

[ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ اے جوانمرد مسافرت میں تو بہت سے شہروں میں گھوما پھرا ہے
پس ان میں سب سے زیادہ اچھا کونسا شہر ہے اُس نے کہا کہ وہ شہر (سب سے اچھا ہے) کہ جس میں محبوب ہے]

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی [مسجد الحرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ ان تینوں مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے] آپ نے اس سفر کے بارے میں لکھا تھا کہ اگر مصلحتِ ظاہری کے اعتبار سے اشارہ ہوجائے اور اس بارے میں توجہ باطنی میں کوشش فرمائیں (تو بہتر ہے)"——
میرے مخدوم! مصلحتِ ظاہری کو تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں اور سلاطین و بیگمات کے مزاج کو آپ خوب سمجھتے ہیں ورنہ اس اعتبار سے کہ نیک کام ہے عین مصلحت ہے اور (اس بارے میں) توجہ باطنی اور استخارہ

جو کیا جاتا ہے تو (اس سفر کے کرنے کی) تاکید نہیں پائی جاتی اور ممانعت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ الغرض اگر (آپ پر حج) فرض ہو چکا ہے اور علماء آپ کے بارے میں اس کی فرضیت کا قطعی حکم لگاتے ہیں تو پوچھنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں آپ کو توقف ہے اور علما بھی (آپ پر) اس کے قطعی طور پر فرض ہونے کا حکم نہیں لگاتے تو پھر آپ مختار ہیں مشورہ اور استخارہ کر لیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۳

سید ابو الخیر شاہ آبادی کے نام لطائفِ عالمِ امر کی فنا اور اُن کی بقا اور فنا و فنائے فنا کے درمیان فرق اور وحدتِ وجود کے معنی کے بیان میں اور اس بارے میں کہ توحیدِ شہودی و وجودی سالک کے وجود کی نفی ہے یا نہیں؟ اور تجلی ذات و صفات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلی نوری ذاتِ تعالیٰ کی تجلی نہیں ہے بلکہ تجلیٔ صوری ہے جو کہ تجلیات میں سب سے نیچے درجے کی تجلی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے، گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ ملاقات کی بابت لکھا تھا واسع ہوا امید ہے کہ اس شوق کا شعلہ مشتعل ہوگا اور طلب کا جنون پیدا کرے گا اور آفاق و انفس کی قید سے رہائی دلائے گا اور اعلیٰ مقصد تک پہنچائے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے نسبتِ محویت جو پیش آتی تھی تو میں بے اختیار گر پڑتا تھا، اب جو محویت کہ نفی و اثبات کے شغل سے پیش آتی ہے وہ تمکین کے ساتھ ہے پہلے کی طرح نہیں ہے۔" میرے مخدوم! محویت جس طرح سے بھی پیش آئے ایک نعمت ہے اور قیدِ ہستی سے ایک ساعت رہائی پانا بھی غنیمت ہے لیکن دوسری محویت پہلی محویت سے اولیٰ ہے وہ محض جذبہ سے ہوتی ہے اور یہ ایک سلوک آمیز جذبہ ہے۔ آپ نے عالمِ امر کے لطائف کی حقیقت کے بارے میں پوچھا تھا اور لکھا تھا کہ "فنائے قلب ماسوا کے خیال کا زائل ہونا ہے دوسرے چار لطائف کی حقیقت بھی واضح ہو جائے۔" (جواب) عالمِ امر کا معاملہ بہت ہی نازک ہے اس کی حقیقت کو علام الغیوب (اللہ) تعالیٰ بہتر جانتا ہے وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [اور تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے] جو کچھ اس کے آثار و علامات میں سے معلوم ہے (یہ فقیر) لکھتا ہے۔ آپ جان لیں کہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ (قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ) جو کہ انسان کے اجزاء ہیں ان کے اصول عالمِ کبیر میں ہیں جیسا کہ عناصرِ اربعہ بھی جو کہ انسان کے اجزاء ہیں عالمِ کبیر میں اصول رکھتے ہیں جو کرۂ ارضی

کرۂ مائی وکرۂ ہوائی اور کرۂ ناری ہیں اور لطائفِ خمسہ کے اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے اس لئے عالمِ امر کو لامکانی کہتے ہیں اور ان کی لامکانیت آسمانوں اور زمینوں کی نسبت سے ہے اور مرتبۂ وجوب کی نسبت سے یہ لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالمِ امر گویا مکانی و لامکانی کے درمیان واسطہ ہے دونوں جانب سے حصہ رکھتا ہے اور (عالمِ امر کے) ان لطائفِ خمسہ میں سے ہر ایک کا کمال اور اس کی فنا و بقا اس کے بعض کمالاتِ الٰہی تک پہنچنے اور ان میں فنا حاصل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے، فنائے قلب کا کمال تجلیٔ افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور اُس کا ان میں فنا ہونا اور ان کے ساتھ بقا حاصل کرنا ہے، اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ سے نسیان اس قسم کا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ برسوں تک ماسوا کو یاد کرے تو وہ ہرگز یاد نہ آئے اور (لطیفۂ) روح کا کمال تجلیٔ صفات اور اس میں فنا و بقا کے ساتھ وابستہ ہے اور (لطیفۂ) سِر کو شیون کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں، اور (لطیفۂ) خفی کو مرتبۂ تنزیہات و تقدیسات کے ساتھ مناسبت ہے اور (لطیفۂ) اخفیٰ کو اس مرتبہ کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ تنزیہات سے اوپر اور مرتبۂ ذات تعالیٰ و تقدس سے بہت نیچے ہے اور ان تین قسم کے لطیفوں (سر و خفی و اخفیٰ) کا کمال ان میں سے ہر ایک کے مناسب کمالاتِ ذاتیہ تک پہنچنے سے وابستہ اور اس معنی کے ساتھ فنا و بقا کا حاصل ہونا ہے۔ آپ نے فناء الفناء اور وحدت الوجود کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ فنا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ہستی کے باطن پر اس حد تک غالب آجانے سے عبارت ہے کہ ماسوا سے پوری طرح رہا کر دے اور اس کو بھلا دے، اگر سالک کو اپنی فنا کا علم ہے تو اس کو فنا کہتے ہیں اور اگر یہ علم بھی زائل ہو جائے اور باقی نہ رہے تو یہ فنائے فنا ہو گی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ فنائے فنا داخلِ فنا ہے[1] کیونکہ فنا کا علم ماسوا کے علم میں داخل ہے پس اس علم کے باقی رہنے کی صورت میں ماسوا کا نسیان کلی طور پر نہیں ہوتا اور فنا حاصل نہیں ہوتی اور وحدتِ وجود صوفیۂ عالیہ کے طریق پر یہ ہے کہ ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے وجود کے ساتھ متحد دیکھے اور فرق مطلق اور مقید ہونے کے ساتھ سمجھے۔

چیزیکہ مقید بود از روئے جہاں   واللہ کہ ہماں ز روئے اطلاق حق است

[جو چیز کہ جہان کی رو سے مقید ہے   واللہ وہی اطلاق کی رو سے حق ہے]

پس اس صورت میں ممکن اور واجب تعالیٰ کے درمیان اتحاد ذاتی ہو گا اگر مغایرت ہے تو اعتباری ہے اور ہمارے طریقہ پر وحدتِ وجود اس معنیٰ میں ہے کہ وجود اور وجود کے تابع کمالات حضرتِ ربِّ معبود (اللہ) تعالیٰ کا خاصہ ہیں اور ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ کمالاتِ وجودی کے انعکاس کے ذریعہ سے اس کے آئینہ میں موجود نما ہو گئی ہے، پس ممکن اور واجب جل و علا کے درمیان اتحاد ثابت

---

[1] اور جب فنا کامل طور پر متحقق ہو جاتی ہے تو فناء الفنا بھی متحقق ہو جاتی ہے۔

نہیں ہوا، اس مقام کی تفصیل ہمارے حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے مکتوبات و رسائل سے واضح و روشن ہے۔
آپ نے لکھا تھا کہ "توحید، فنائے فنا کے حصول کے بعد ہے یا اس کے حصول سے پہلے ہے"۔ آپ جان لیں
کہ توحید دو معنی میں ہے توحیدِ شہودی و توحیدِ وجودی۔ توحیدِ شہودی یہ ہے کہ سالک کا مشہود حق سبحانہٗ کے سوا
کوئی چیز نہ ہو اور شہودِ وحدت کا غلبہ اس طرح پر ہو جائے کہ باطن کی نگاہ میں کثرت کا کوئی نام و نشان ۱۱۸
نہ رہے اور یہ معنی فنا کا ثمرہ ہیں، اس کا فنا پر مقدم ہونا متصور نہیں ہے اور توحیدِ وجودی کہ تمام
موجودات کو حق تعالیٰ و تقدس دیکھے اور ہمہ اوست کا ترانہ گانے لگے، یہ مشاہدہ اگر صورتوں کے لباس
میں ہے تو اس کو تجلیٔ صُوری کہتے ہیں اور یہ تجلی فنا کرنے والی نہیں ہے، (یہ) فنا کے حاصل ہونے سے
پہلے حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ مشاہدہ معنی کے پردہ میں ہو یا صورت و معنی کے ماوراء ہو اور یہ مشاہدہ سالک
کے وجود کو فنا کرنے والا ہے تو اس کا حصول فنا کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے تجلیٔ ذات و تجلیٔ صفات کے
درمیان فرق دریافت کیا تھا، میرے مخدوم! تجلیٔ صفات یہ ہے کہ اپنی صفات کو صفاتِ واجبی
(تعالیٰ) کے ظلال و عکوس پائے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال و عکوس اپنے اصول کے ساتھ
مل جائیں اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ ہے عدمِ صرف کے ساتھ ملحق پائے، اس وقت
نفس انانیت (میں میں) وسرکشی و امارگی سے پاک اور فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ ع

این کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

تجلیٔ ذات کے بارے میں کیا لکھے کہ (یہ) ذوقی و وجدانی ہے صحیح طور پر بیان نہیں کی جا سکتی۔ شیخ علی
محی الدین ابنِ عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تجلیٔ ذات متجلی لہٗ کی صورت کے بغیر نہیں ہوتی پس متجلی لہٗ حق
کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھتا اور وہ حق (سبحانہٗ) کو نہیں دیکھتا اور ممکن نہیں ہے کہ
وہ اُس (حق سبحانہٗ) کو دیکھے۔ اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانیؒ) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے
لکھا ہے کہ "وہ تجلی (جس کو شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ نے تجلیٔ ذات کہا ہے) تجلیٔ ذات کی دہلیز ہے (تجلیٔ ذات
نہیں ہے) تجلیٔ ذات اس کے ماوراء ہے کیونکہ یہ تجلی شیوناتِ ذات میں سے ایک شان ہے اور یہ آئینہ
کہ جس میں اس نے اپنی صورت کو دیکھا ہے شیون میں سے ایک شان ہے نہ کہ ذات تعالیٰ۔ آپ نے
لکھا تھا کہ "تجلیٔ ذاتی نور کے پردے میں واقع ہوتی ہے یا نہیں" آپ جان لیں کہ جو تجلی نور کے پردے
میں (ظاہر) ہوتی ہے وہ تجلیٔ ذات نہیں ہے اور بعض حضرات اس تجلی کو نوری کہتے ہیں اور چونکہ دوسری
مخلوقات کی طرح نور (بھی) مخلوق ہے تو چاہئے کہ اس کی تجلی (بھی) تجلیٔ صوری ہو جو کہ تجلیات میں
سب سے نیچے درجہ کی تجلی ہے ذات تعالیٰ و تقدس تک کہاں پہنچتی ہے ؎

کسے در صحنِ کاچی قلیہ جوید　　اضاع العمر فی طلب المحال

(جس شخص نے حلوہ کے طشت میں بھنا ہوا گوشت ڈھونڈا اس نے اپنی عمر محال چیز کی طلب میں ضائع کی)

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

محمد سعید سارنگ پوری کے نام ان کے حال کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ مطلوب کی یافت آفاق و انفس کے ماوراء ہے ۔

۱۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم اللہ تعالیٰ قرب کے مراتب میں بے اندازہ ترقیات عنایت فرمائے، آپ کے گرامی نامے اور کیفیات و مواجید و احوال کے طویل خطوط پہنچکر مسرت بخش ہوئے ان کے مطالعہ کی فرصت نہیں ہوتی اور ان میں سے کچھ حصے کا مطالعہ کیا ہے، اگر توفیق میسر ہوئی تو بقیہ کا بھی مطالعہ کیا جائے گا۔ آپ کے طویل خطوط کئی دفعہ پہنچے ایک دفعہ پانی میں بھیگ کر آئے کہ کچھ حصہ استفادہ کے قابل نہیں رہا تھا۔ اور یہ جو آپ نے ایام عاشوراء (محرم) میں حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو خواب میں دیکھا اور کوئی سوال کیا تو جواب شافی نہیں پایا، پھر آپ نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور وہی سوال کیا اور جوابِ شافی نہیں سُنا اور جو کچھ القاء کیا گیا وہ واضح نہیں ہوا، آپ نے اس فقیر سے اس کی وضاحت چاہی ہے ـــــ

میرے مخدوم! سرورِ کائنات و فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات جو کہ رحمتِ عالمیان اور ہادیٔ گمراہان ہیں اور ان کے جگر گوشہ (امام حسین رضی اللہ عنہ) کا دیکھنا جو کہ سرچشمۂ ولایت و منبع فیض وہدایت ہیں مبارک و بشارت ہے اور سوالات کے جواب اور مشکلات کے حل اور دینی و دنیاوی کاموں کی کشائش کے لئے وہی دیکھ لینا کافی ہے اور سب کے مقام کا لحاظ رکھتا ہے اور جس راستہ پر کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلے ہیں وہ اجتباء (جذب) کا راستہ ہے جو کہ محبوبیتِ ذاتیہ سے تعلق رکھتا ہے اور اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سلوک راہِ شریعت ہے پس جو شخص یہ چاہتا ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر چلے (اس کو چاہئے کہ) وہ راہِ شریعت کو مضبوطی سے پکڑ لے اور سنّت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ثابت قدم رہے اور کتاب (قرآن مجید) وسنّت (حدیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دو شمعوں کے درمیان راہ اختیار کرے تاکہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین

کی راہوں میں نہ جا پڑے۔ میرے مخدوم! جو شہود کہ سالکوں کو حاصل ہوتا ہے وہ یا آفاق کے آئینے میں ہے یا انفس کے آئینے میں، شہودِ آفاقی اہل اللہ کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے اور بزرگوں نے اس کی سیر کو بُعد در بُعد کہا ہے، جو کچھ ان حضرات کے نزدیک معتبر ہے وہ شہودِ انفسی ہے اور ان حضرات نے مطلوب کی یافت کو انفس میں منحصر جانا ہے اور وہ اس سیر کو قرب در قرب کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں ؎

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود　　گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

[ذرّہ خواہ بہت نیک ہو اور خواہ بہت بد ہو، اگرچہ وہ ایک عمر دوڑ دھوپ کرے پھر بھی اپنے ہی اندر رہے گا]

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدّد) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے اس تعالیٰ شانہٗ کے لئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں ہے انفس کے آئینے میں بھی گنجائش نہیں ہے۔ ع

در کدام آئینہ در آید او　　[وہ کونسے آئینے میں سماتا ہے]

اس کو آفاق و انفس کے ماسوا تلاش کرنا اور دخول و خروج کے ماورا طلب کرنا چاہیئے، یہ ماورا ہونا اقربیت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ آفاق سے ماورا ہونا بُعد کی جانب میں ہے جو کہ وہم کی جولانگاہ ہے بلکہ شہودِ انفسی بھی وہم کی جولانگاہ ہے ان دونوں آئینوں میں مشاہدہ ہونے والی چیز وہم و خیال کی تراش سے بَری نہیں ہے اس قرب و بعد سے باہر ہو جانا چاہیئے اور اقربیت میں آجانا چاہیئے اگرچہ عقل اس کے تصور میں حیران ہے اور عقلمند لوگ اس کی صورت گری میں عاجز و پریشان ہیں، یہ معاملہ اور شہود خیال کی تراش خراش سے باہر اور وہم کی جولانگاہ سے بالاتر ہے، وہم و خیال اس جگہ عاجز اور پر و بال شکستہ ہیں، اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پا سکتے　　اور قریب ہے کہ اس کو محال جانیں اور حالانکہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] نصِ قرآنی ہے جو معاملہ کہ اصل سے تعلق رکھتا ہے وہ آفاق و انفس سے ماوراء اور اقربیت کے ساتھ وابستہ ہے، دائرۂ ظلال انفس تک منتہی ہوتا ہے اور محویت و فنا، نیستی و استہلاک میں سے جو کچھ کہ ظاہر ہوتا ہے عمدہ و مبارک ہے بشریت کے پہاڑ سے جسقدر بھی منہدم ہو جائے اور وجودِ بشریت سے (جسقدر بھی) گھٹ جائے بہت بڑی نعمت ہے، حق سبحانہ اس پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ دے اور اس وجودِ موہوم کو درمیان سے اٹھا دے ۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

مطمورۂ تن بعلم آراستہ بہ　　معمورۂ دل بہ نکتہ پیراستہ بہ
از ہستئ خود ہرچہ بود کاستہ بہ　　ہر چیز زہر کہ ہست ناخواستہ بہ

[نہ خانۂ تن کو علم سے آراستہ کرنا بہتر ہے، معمورۂ دل کو دانش سے سجانا بہتر ہے، اپنی ہستی سے جو کچھ ہے اس کو کم کرنا بہتر ہے جو چیز جس کی بھی ہے اس کو نہ چاہنا بہتر ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام آیۂ کریمہ وذروا ظاھر الاثم وباطنہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ عزّ وجلّ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ [ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دو] حق سبحانہٗ کی نعمتیں ظاہر و باطن کو شامل ہیں پس ظاہر گناہ جو کہ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور باطن گناہ جو کہ باطن سے متعلق ہے کو چھوڑ دینا چاہیئے تاکہ ہر ایک (نعمت) کا شکر ادا ہو جائے اور ظاہر کی زیبائش احکامِ شرعیہ سے اور باطن کی زیب و زینت انوارِ معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور نعمت اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے اور نفسِ ولایت حاصل ہو جاتی ہے ثُمَّ عُوْمِلَ مَعَہٗ مَا عُوْمِلَ [پھر اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا ہے کیا جاتا ہے] دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی گئی ہے نبی کریم اور آپ کی آلِ امجاد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔

رفعت بیگ کے نام ان کے احوال کی تعریف اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے فوائد کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال میں ترقیات عطا فرمائے، گرامی نامہ نے پہنچکر خوشوقت کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی (کی اطلاع) پر مشتمل تھا مسرت افزا ہوا۔ آپ نے جو کچھ احوالِ باطن یعنی ظل سے کلی طور پر روگردانی اور اس کے زوال و نیستی کی طرف رخ کرنے اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہونے کی بابت لکھا تھا اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات اس عجیب کیفیت کے سرور کے باعث روح چاہتی ہے کہ قالب سے پرواز کر جائے اس وقت بس

بیخودی و نیستی کی ایک عجیب حالت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی شرح بیان سے باہر ہے"۔ اس کے مطالعہ نے محظوظ و لطف اندوز کیا، (یہ) احوال درست و معقول ہیں اور حقیقتِ فنا کے حاصل ہونے کی بشارت دینے والے ہیں، اس نعمت کا جو درجہ بھی میسر ہو جائے مبارک ہے، اس نسبت کی نگاہداشت میں سعی فرمائیں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں جان و دل سے کوشش کریں، کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار بہت کریں کہ (یہ) باطن کو منور کرنے میں بڑا اثر رکھتا ہے اور اس نسبت کے حصول اور اس کی کیفیت کو بڑھانے میں پورا دخل رکھتا ہے، اس (کلمۂ طیبہ) کا پہلا جزو (یعنی لا الہ) حق جل و علا کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور وجودِ بشریت کے پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور اس کا دوسرا جزو (یعنی الا اللہ) معبودِ برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل اور فنا و بقا کے حصول کا ذریعہ ہے، اس کے برابر کوئی آرزو نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی گوشہ میں تنہا ہو اور وہ اس مبارک کلمہ سے تر زبان رہے اور اس کے اسرار کے سمندروں سے سیراب و شاداب ہوتا رہے، مطلوب کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور مقصود کی طرف راستہ ظاہر ہو گیا ہے امیدوار رہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۸
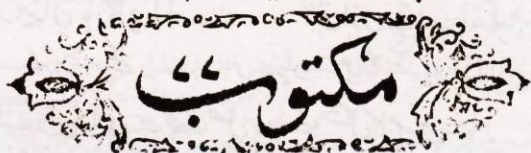
خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام عمرِ رفتہ پر افسوس کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ ۱۲۲

میرے مخدوم! عمر کا بہترین حصہ ہوا و ہوس میں گذر گیا اور لایعنی (امور) میں صرف ہو گیا اور عمر کے سب سے گھٹیا حصہ میں کیا ہو سکے گا اور وہ کیا اعتبار رکھتا ہو گا کہ دشمن (نفس) کے ضعف کا وقت ہے، دشمن کے غلبہ کے وقت میں تھوڑی سی کوشش و تردد بھی بہت اعتبار رکھتا ہے اور دشمن کی کمزوری کے زمانے میں بہت سی کوشش بھی کچھ زیادہ اعتبار نہیں رکھتی۔ افسوس کہ عمر آخر تک پہنچ گئی اور عمر کے بہت گھٹیا حصہ میں بہترین حصہ کے مانند کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی اور غفلت و بیکاری میں گذر گئی، اس لئے (یہ فقیر) دوستوں سے توجہ کی درخواست کرتا اور حسنِ خاتمہ کی دعا کی التماس کرتا ہے، ایک مدت ہو گئی ہے کہ آپ نے اپنے اور اپنے دوستوں کے احوال و کیفیات نہیں لکھے ہیں یہ لکھنا غائبانہ توجہ کا سبب ہوتا ہے اور گفتگو کا دروازہ کھولتا ہے، ترقیات کے دروازے ہمیشہ کشادہ رہیں۔

خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ اس مرتبۂ علیا سے نصیب عجز و عدم یافت ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودیوں کے حصول سے مشرف فرمائے. آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) ایک امر کی نگہداشت رکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے اور اس کو معلوم نہیں کر سکتا اور جسقدر کوشش کرتا ہے کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔ میرے مخدوم! سعادت کا سرمایہ یہی نگہداشت ہے کہ جب غالب آجاتی ہے ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دیتی ہے اور فنا کی سرحد تک پہنچا دیتی ہے جو کچھ اس شخص سے ہو سکتا ہے یہی ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دے اور اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے اس کی کنہ کو کس نے پایا ہے؟ سب سرگشتہ و حیران ہیں ؎

دُور بینانِ بارگاہِ الست بیش ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

[بارگاہِ الست کے دُور تک دیکھنے والے حضرات اس سے زیادہ پتہ نہیں لگا سکے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہے]

آپ کوشش کرتے رہیں کہ اس سے کچھ حاصل ہو جائے، مشکل کام ہے ؎

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال لگانا ایسا ہی جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں [illegible]]

بارگاہِ عالی سے عجز و ناامیدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے اور سوز و گداز کے علاوہ اور کچھ کام نہیں ہے ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو گھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے]

بہرحال آپ اپنے کام میں سرگرم رہیں اور عدم یافت کے باعث طلب سے باز نہ رہیں، ہم سے اور آپ سے اس دنیا میں یہی طلب مطلوب ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ [اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے] یافت (پانا) کا وعدہ کل (قیامت) کیلئے ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا رکھتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً

ملا فیض محمد فتح آبادی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور مقامِ شرح صدر اور مقامِ قبض و بسط کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمد اللہ علی افضالہ ونصلی علی سیدنا محمد وآلہ،
مکتوبِ مرغوب جو کہ دُوری کے رنج و غم کے اظہار کی خبر دینے والا اور فراق کے درد و سوز کی اطلاع دینے والا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، دنیا جدائی کی جگہ ہے ملاقات کا مقام آگے ہے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ[1] [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کرنے والوں کی ملاقات اُس تعالیٰ شانہ کی ملاقات کی فرع ہے، ع
　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　۲۹ / ۵

طفیلِ دوست باشد ہر چہ باشد　　[جو کچھ ہوتا ہے دوست کے طفیل سے ہوتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز فجر کے حلقہ میں مراقبہ میں دیکھتا ہوں کہ سینہ دروازے کی مانند ہو گیا ہے عجیب انشراح و نورانیت ظاہر ہوئی گویا کوئی شخص کہتا ہے کہ شرح صدر یہی ہے اور اس خوشخبری کی بشارت دیکر وہ غائب ہو گیا"۔ میرے مخدوم! شرحِ صدر ایک بڑا مقام اور بلند مرتبہ ہے اس کے حصول کی بشارت مبارک ہو لیکن اس معنی (حالت) کی ایک علامت ہے اس علامت کو اپنے اندر اچھی طرح غور کرنا چاہئے، رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے[2] "نور جب سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ (سینہ) کشادہ ہو جاتا ہے، پس آپ سے کہا گیا کہ کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے تو آپ نے فرمایا (اس کی علامت) دارِ غرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دارِ قرار (آخرت) کیلئے تیاری کرنا ہے۔

یہ شرحِ صدر کمالاتِ ولایتِ کبریٰ کے حصول پر مترتب ہوتا ہے (نفسِ) مطمئنہ اسوقت اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (سینہ) پر ترقی فرماتا ہے اور اس جگہ سلطنت کا قرار پیدا کر لیتا ہے اور ممالکِ قرب پر غلبہ پا لیتا ہے اور یہ جو دوسرے روز آپ نے صبح کے حلقہ میں آنکھ بند کرتے ہی بیداری میں

---

[1] ۲۹ / ۵
[2] عن ابن مسعودؓ قال تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یشرح صدرہ للاسلام فقال ان النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللہ ھل لتلک من علم یعرف بہ قال نعم التجافی من دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ رواہ البیہقی، مشکوۃ

دیکھا کہ کھانے کے دو طشت ہیں ایک سفید رنگ کا دوسرا سبز رنگ کا ہے، اور اسی مجلس میں پھر اسی طرح دیکھا، اس کے بعد آپ نے معلوم کیا کہ یہ دو خطبے ہیں جو کہ سرورِ انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی جانب سے آپ کو پہنچے ہیں اور ابھی تک دوسرا کوئی شخص اس قسم کی عنایت سے ممتاز نہیں ہوا ہے، بہت اعلیٰ ہے' امیدوار رہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مخصوص کمالات سے بہرہ مند ہوں گے اور ان کی پس خوردہ نعمتِ خاصہ سے حصہ پائیں گے جو کہ آپ کے ہمعصروں میں سے کسی دوسرے نے نہیں پایا ہے۔ اور تیسرے حال میں کہ ایک بلند دیوار سے آپ (نماز کی) جماعت کو پانے کے لئے بے چینی سے محنت کے ساتھ نیچے آئے ہیں اور نماز کی تیاری میں مشغول ہوئے ہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ نے عروج سے زوال کی طرف رخ کیا ہو اور سکر و استہلاک سے صحو و بندگی میں آئے ہوں اور وحدت سے کثرت میں اتر آئے ہوں اور دعوت سے کچھ حصہ پایا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے کبھی قبض ہو جاتا تھا اور کبھی بسط، اور اب قبض بالکل جاتا رہا ہے اور بسط سے متصل ہے (راقم) نہیں جانتا کہ سابقہ حالت جو کہ قبض و بسط پر مشتمل تھی بہتر تھی یا یہ حالت جو کہ خالص بسط ہے" میرے مخدوم! قبض کو کون چاہتا ہے لوگ بسط کے آرزو مند ہیں مگر قبض ترقی بخشنے والا ہے لیکن یہ قبض و بسط دوسری چیز ہے جو کہ قوم (صوفیہ) کی اصطلاح میں آتا ہے، مبتدیوں کو جو کہ اربابِ قلوب ہیں حاصل ہوتا ہے اور قلب کی تلوینات میں سے ہے جو شخص کہ تلوین سے گذر کر تمکین سے جا ملا ہے وہ قبض و بسط سے رہائی پا چکا ہے جو کچھ پیش آتا ہے وہ قبض و بسط کی صورت ہے اور (اس میں) نام کی مشارکت پائی جاتی ہے، اس کے حال کے مناسب خوف و رجا ہے وَالْإِيمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ[1] [ایمان خوف و رجا کے درمیان ہے] والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۸۰

مُلّا فاضل کابلی کے نام ان کے احوال کی تعریف اور بلندیٔ ہمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ شوق و ذوق کے احوال پر مشتمل تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا اس کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، عمدہ اور اعلیٰ چیزیں ہیں، جو کچھ بیداری میں پیش آیا ہے وہ آپ کی ملکیت اور بہت بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجا لائیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اور جو چیز کہ احوال

[1] یہ حدیث شریف مشکوٰۃ کتاب الایمان میں ہے۔

اور خوابوں میں سے ہے وہ بھی عمدہ ہے کہ بشارت ہے سالکوں کو مہینوں اور زمانوں کے گذرنے پر اس قسم کے امور و احوال پیش آتے ہیں لیکن ابتدا میں یہ سب واردات ہیں اور ہر روز عجائبات کا ایک نیا دن ہے

ہر دم ازیں باغ برے می رسد　　تازہ تر از تازہ ترے می رسد

[ہر وقت اس باغ سے ایک پھل پہنچتا ہے، تازہ تر سے بھی تازہ تر پہنچتا ہے]

ص ۱۲۶

اپنے کام میں سرگرم رہیں اور ہمت کو بلند رکھیں اور احدیتِ ذات کے طالب رہیں اور صفت سے ذات کی طرف مائل ہوں اور بلندی سے پستی کی طرف نہ جائیں اور ظاہری اعمال کی ادائیگی میں کوشاں رہیں کہ یہ باطنی ترقیات کا باعث اور درجاتِ اُخروی کے بلند ہونے کا سبب ہیں، اس تھوڑی سی فرصت میں سفرِ بعید کا زادِ راہ مہیا کریں اور برزخ صغریٰ و کبریٰ (قبر و قیامت) کا سامان تیار کریں۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے آگے کیا بھیجا ہے] دوستوں کو سلامتیٔ ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۸۱

شیخ امان اللہ پسر شیخ حمید بنگالی کے نام بعض دوستوں کے احوال اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے روضۂ منورہ کے مناقب و فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے درجے تک پہنچائے، گرامی نامہ جو کہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچا مسرت بخش ہوا، چاہئے کہ اسی طرح ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں کہ (یہ) غائبانہ توجہ کا سبب ہے، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث شریف وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا [اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شوق رکھتا ہوں] پڑھیں۔ فضائل پناہ میر محمد عارف و شیخ عبد المقتدر اور دوسرے دوست چند روز یہاں تشریف فرما رہے اور فقراء کی قیام گاہوں کو منور کیا اور روضۂ منورہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز کے فیوض و برکات سے مستفید و بہرہ مند ہوئے اور اس بلند بارگاہ کے کمالات کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا، بیشک آج طالبانِ حق جل و علا کی چشمِ امید اس مزارِ پُر انوار پر لگی ہوئی ہے اور اس ملک میں علوم و اسرار کے فیض کا جاری ہونا اس سرزمین سے وابستہ ہے اور خطہ سرہند اگرچہ بظاہر ہندوستان سے ہے لیکن

جنّت کا باغ اور ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ رشکِ ولایت ہے، اس جگہ میں ولایتِ سہ گانہ (صغریٰ و کبریٰ و علیا) کا ہدف ہے اور نبوت و وراثت کے کمالات اس جگہ میں جلوہ گر ہیں، خلت و محبت کے اسرار اس مقام میں نمایاں ہیں اور کعبۂ حسناء کے انوار اس سرزمین میں ظاہر ہیں، اس کی طینت کا خمیر مدینۂ طیبہ کی خاک سے ہے، کہاں تک اس بقعہ کی خوبیاں بیان کرے اور اس کی نفاستوں کو واضح کرے کہ اہلِ بصیرت طالبان پر مخفی اور نگاہ دوربین پر پوشیدہ نہیں ہے، یہاں وہ موتی ہاتھ آتا ہے جو کہ دوسری جگہوں میں کمیاب ہے اور اس کے بکثرت فوائد جہان میں ممتاز ہیں ؎

ص ۱۲۶

گر شنود قصۂ ایں بوستاں　　مکہ شود طائفِ ہندوستاں

[اگر مکۂ معظمہ اس باغ کا تذکرہ سُن لے تو وہ ہندوستان کا طواف کرنے والا ہو جائے۔]

جس جگہ کہ نور و برکت و رشد و ہدایت ہے وہ سب یثرب (مدینہ طیبہ) و بطحا (مکۂ معظمہ) زادھما اللہ سبحانہ عزًّا وشرفًا وافاض علینا من اسرارھما کرمًا ولطفًا کے انوار سے ماخوذ و مستفاد ہے، دونوں کو دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں اور اس درویش دلریش کو غائبانہ توجہ سے فارغ نہ جانیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۲
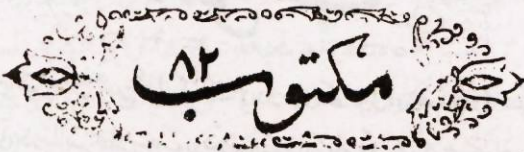
تیمور بیگ کولابی کے نام سلطانِ ذکر کے بیان اور عدمیت اور جو معاملہ کہ اس کے اوپر ہے اس کے حصول اور ارادوں کی نفی کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا پہنچا، اس نے خوش وقت کیا، آپ نے اپنے احوال میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ ہے، ذکر کے وقت جو تمام اعضا حرکت میں آتے ہیں (یہ) سلطانِ ذکر سے ہے اور حلقۂ سکوت میں جو آپ اپنا کوئی اثر نہیں دیکھتے اور خود کو عدمِ محض پاتے ہیں (یہ حال) فنا کی خبر دینے والا ہے یا فنا کی تمہید ہے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے اَشْتَہِیْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا [میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز اپنے آپ میں عود نہ کروں] اپنے کام میں مشغول رہیں اور ترقی کے طالب ہوں اور ذکر سے مذکور میں آجائیں اور عدم سے فنائے حقیقی کی طرف مائل ہوں تاکہ معرفت کی طرف راستہ پائیں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑیں، کلمۂ نفی و اثبات کا تکرار اسقدر کریں کہ اپنے ارادوں سے پوری طرح باہر ہو جائیں اور حق جلّ و علا کے ارادے کے ساتھ قائم ہو جائیں۔

اگر مرادِ تو اے دوست نامرادیٔ ماست
مرادِ خویش دگر بار من نخواہم خواست

[اے دوست اگر تیری مراد ہمارا نامراد ہونا ہے تو پھر میں اپنی مراد نہیں چاہوں گا]

دیگر یہ کہ جو تعداد برادرم حاجی محمد عاشور نے آپ کو لکھی ہے اس کے مطابق عمل کریں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت اور مشائخ کی محبت پر پختگی کی شرط کے ساتھ ہماری جانب سے سفارت کے طور پر اُن (اپنے دوستوں) کو طریقہ بتائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

۱۲۷

مکتوب ۸۳

خواجہ بادشاہ بلخی کے نام اہلِ دنیا کی بیوفائی کے متعلق اور اوقات کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے دوستوں کی شکایت کا اظہار کیا تھا ــــ میرے مخدوم! اہلِ دنیا بے وفائی کے ساتھ مشہور ہیں ان کی دوستی پر کوئی بھروسہ نہیں ہے سب کو حق جل و علا کی طرف سے جاننا چاہیئے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی تقدیر و ارادہ کا ظہور تصور کرنا چاہیئے، جو کچھ حاصل ہوا ہے اس کا شکر بجا لائیں اور مزید کے امیدوار رہیں: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کروگے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دونگا] اے شفقت آثار! آدمی کو عیش اور ناز و نعمت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے اور مال کا جمع کرنا اس سے طلب نہیں کیا گیا ہے، اس کی پیدائش سے مقصود اعمالِ بندگی کا بجا لانا ہے، کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی کی بارگاہ میں چست باندھیں اور اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں تاکہ معرفت کی کھڑکی باطن میں کھل جائے اور ابدی سعادت و دائمی مملکت ہاتھ آئے، ودونہ خرط القتاد [اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے] آپ کو ظاہری و باطنی نعمت حاصل ہو۔

سید محمد بیگ بلخی کے نام عبادت اور تحصیلِ فنا کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفٰے علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و البرکات العلی کے

طریقے پر استقامت مرحمت فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ بادشاہی مطالبہ سے نجات حاصل ہوگئی، امیدوار رہیں کہ قرض سے بھی سبکدوشی حاصل ہوجائے۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ[1] [اے اللہ! مجھ کو حرام (رزق) سے حلال رزق کیساتھ کفایت کرا اور اپنے فضل کے ساتھ مجھ کو اپنے غیر سے بے نیاز کردے] اس دعا کو قرض سے سبکدوشی کے لئے اکثر اوقات تضرع کے ساتھ پڑھتے رہیں، بہترین اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور طاعات و عبادات میں راغب رہیں اور رات کے آخری حصہ کی بیداری کو اہم امور میں سے سمجھیں اور کلمۂ طیبہ کے تکرار سے اپنے ارادوں اور مقاصد کی نفی کریں تاکہ وسعتِ سینہ میں حق جلّ وعلا کے ماسوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور وجودِ بشریت کی نفی میں کوشش کریں اور اپنے آپ سے تعلقات کی نفی کریں تاکہ عدم صرف کے ساتھ جاملیں اور فنائے اکمل کے ساتھ متصف ہوجائیں، ع

ایں کارِ دولت است کنوں تاکرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام

۱۲۸

میرزا محمد زماں پسر عنایت خاں کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری پریشانیاں باطنی ترقیات کا سبب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد کردے جو مکتوب شریف آپ نے برادر گرامی شیخ نور محمد کے ہاتھ بھیجا تھا وہ پہنچکر دل کو مسرت بخشنے والا ہوا۔ میرے مخدوم! دنیوی حوادث اور پریشانیاں آخرت کی ترقیات و عروجات کا سبب ہیں، ظاہر کا تنزل باطن کو ترقی بخشنے والا ہے اور ظاہر کی پژمردگی باطنی تر و تازگی کا وسیلہ ہے، آپ اہلِ حقیقت میں سے ہوجائیں اور پوست سے مغز کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی ۔۔۔ رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

چونکہ آدمی کی سعادت حق جل وعلا کی یاد میں ہے اور بے سعادتی غفلت میں ہے (اس لئے) ذکر و فکر کی طرف راغب رہیں اور کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی جلّت عظمتہٗ کی بارگاہ میں چست باندھیں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ روشن رکھیں اور ذکر پر اسقدر ہمیشگی کریں کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ ہوجائے اور ماسوا سے پوری طرح قطعِ تعلق حاصل ہوجائے اور ماسوا سے اس کا علمی و حبی تعلق ٹوٹ جائے۔

[1] رواہ الترمذی والحاکم عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکتوب ۸۶

میرزا محمد رضا پسر رعایت خاں کے نام محبتِ شیخ پر ترغیب دینے اور یاد کرد و یادداشت کے معنی کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، ؎

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن ست گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (زہر) ہے]

میرے مخدوم! حق جلّ وعلا کے ماسوا کی گرفتاری قلبی امراض میں سب سے شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر نہایت اہم کاموں میں سے ہے ؏

۱۲۹

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

اور اس شدید مرض کا ازالہ اس تھوڑی سی مہلت میں ذکرِ کثیر سے وابستہ ہے اور اس راستہ میں پیر کی محبتِ کامل پختگی بھی ناگزیر ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کی تمہید ہے ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اوّل ......

آپ بکثرت ذکر میں مشغول رہیں اور دوامِ حضور کے ساتھ فنائیت کے وصف سے موصوف ہوں، حق سبحانہ کی جانب سے اس شخص پر دائمی فیض ہے کہ اگر ایک ساعت وہ فیض منقطع ہو جائے تو اس (شخص) کا کوئی نشان نہ رہے پس اس شخص پر بھی لازم ہے کہ تمام چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر کی ہمیشگی کے ساتھ اس بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ مقصد ابتدا میں تکلف کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور اس کو یادکرد کہتے ہیں اور زمانہ دراز گذرنے پر ذکر و حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی صفتِ لازمہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت ہے کہ نفی کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتی اور اس حالت کو یادداشت کہتے ہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۷

یبابت خاں کے نام قضا پر راضی رہنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حوادث کا رجوع کرنا اس سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ سے ہے نہ کہ عقلِ فعال سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس تو لح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر آپ کی استقامت اور آپ کے ظاہری و باطنی درجات کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، نامۂ گرامی نے مشرف کیا، آپ نے درد و غم و آلام کی بابت جو کچھ برادرِ دینی شیخ نور محمد کی زبانی کہلوایا تھا سب واضح ہوا اور دوستوں کی غمگینی کا باعث ہوا۔ اے اشفاق پناہ جو کچھ بندہ پر گذرتا ہے وہ سب تقدیر و ارادۂ ازلی سے ہے آیۂ کریمہ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا [۵۷/۲۲] (کوئی مصیبت دنیا میں یا تمہاری جانوں میں نہیں آتی مگر یہ کہ وہ کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم اُس کو دنیا میں پیدا کریں) اس معنی پر دلالت کرتی ہے، رضا و تسلیم کے سوا چارہ و تدبیر نہیں ہے چونکہ (یہ سب) محبوب کا فعل ہے (اس لئے) محب کو چاہئے کہ اس سے لذت حاصل کرے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اس ضمن میں اس تعالیٰ شانہٗ کے الطاف و عنایات کا منتظر رہے۔ فقیر کو دعا و توجہ سے فارغ نہ جانیں اور جو کچھ دوستی کے لوازم سے ہے اس سے غافل تصور نہ فرمائیں، کشائشِ کار کے منتظر رہیں اور رحیم کارساز کی رحمت کے امیدوار رہیں اور اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور قبر و قیامت کے لئے زادِ راہ تیار کریں، جو ساعت کہ گذر جاتی ہے کچھ عمر کم ہو جاتی ہے اور موت نزدیک ہو جاتی ہے، اس تھوڑی فرصت میں ذکرِ کثیر میں مشغول ہونا چاہئے اور مولائے حقیقی جَلَّتْ عظمتہٗ کو راضی کرنا چاہئے اور اس کی معرفت حاصل کرنی چاہئے کہ (یہی) اس عالمِ فانی میں مطلوب ہے۔ [منہ ۱۳۰]

(آپ کے) مکتوب شریف میں درج تھا "از رفتارِ فلک و از گونِ ناہنجار" [بذات اوندھے آسمان کی رفتار سے]۔ اے شفقت آثار! خالقِ خیر و شر بلا واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس سبحانہٗ کی قضا و قدر سے ہیں، آسمان اور غیرِ آسمان کو یہاں دخل نہیں ہے، حکماء کا مذہب ہے کہ روزمرہ کے حوادث کو عقلِ فعّال کی طرف کہ جس کو وہ عقلِ فلکِ نہم کہتے ہیں منسوب کرتے ہیں اور اہلِ اسلام عقلِ فعّال کے قائل نہیں ہیں اور ایسا کہنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں، آسمان جو کہ اپنے کام میں حیران و سرگردان ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ حوادث اس کی طرف یا اس کی عقل اور اس کی حرکات کی طرف منسوب ہوں، والسلام اولاً و آخراً۔

❊ ❊

❊

مکتوب ۸۸

مُلّا عطاء اللہ سورتی کے نام سلوک کے بعض درجات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ حلال روزی کمانا ذکر میں داخل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے خطوط پے در پے پہنچکر مسرت بخش ہوئے، آپ عافیت سے رہیں اور شریعتِ عالیہ وسنتِ منورہ کے طریقے پر قائم رہیں کثرت سے وحدت میں آئیں اور فرق سے جمع اور جمع سے جمع الجمع کی طرف مائل ہوں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑیں اور صفت سے موصوف کی طرف جائیں۔ طالبین ظل سے اصل تک پہنچتے ہیں اور مشاقین کلام سے متکلم کا پتہ لگاتے ہیں ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

افسوس ہے کہ ان تمام مُوصِل (محبوب تک پہنچانے والے) طریقوں اور کشادہ راستوں کے باوجود یہ شخص محجوب ومحروم ہوا اور قرب ومعرفت کی نعمت سے دور و متنفر ہو ؎

درجہاں شاہدے وما فارغ در قدح جرعۂ وما ہشیار

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں]

آپ نے لکھا تھا کہ اہل وعیال (کے نفقہ) کی بے اطمینانی کے باعث قرآن مجید کی کتابت میں مشغول رہتا ہوں اور خواہش یہ ہے کہ تمام تعلقات کو ترک کردوں اور ان چند سانسوں کو ذکر میں صرف کروں، (آپ کے) حکم کا منتظر ہوں۔ میرے مخدوم! اہل وعیال کا نفقہ واجبات میں سے ہے اس کا فکر بھی ناگزیر ہے حلال روزی بھی کمائیں اور باقی اوقات میں ذکر وفکر میں مشغول رہیں بلکہ یہ روزی کمانا بھی اس نیتِ صالحہ کے ساتھ ذکر میں داخل ہوجاتا ہے، قاضی جعفر اور دو دوسرے دوست جو کہ طریقہ سیکھنا چاہتے ہیں ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتادیں اور توجہ دیں اور نصیحت کریں، شیخ نور محمد وہاں پہنچنے کی صورت میں اگر ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتائیں تو گنجائش ہے اور آپ کو اختیار ہے کہ خود طریقہ بتائیں یا شیخ مذکور کی طرف رجوع کرائیں۔ جو شجرے آپ لکھ کر بھیجتے ہیں وہ پہنچتے ہیں اور کام میں آتے ہیں۔

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

ص ۱۳۱

ایک صالحہ عورت کے نام جوکہ اہلِ حقوق میں سے ہے نصیحتوں اور اس کے حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عفت پناہ عصمت دستگاہ مشفقہ محترمہ بیگم۔ یہ سلمہا اللہ تعالیٰ اس مسکین کی جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں (یہاں کے) احوال بہ طور ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کی حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عفیفۂ مشفقہ (آپ) بھی سلامتی اور جمعیت کے ساتھ ہوں گی اور شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم ہوں گی اور صورت سے حقیقت تک آئیں گی اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجودِ خویش فانی رفتہ زحروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

آپ کے التفات نامۂ گرامی نے جوکہ آپ نے برادرِ دینی شیخ نور محمد کے ہمراہ ارسال کیا تھا مشرف کیا اور مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) دور افتادہ فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں امید ہے کہ اس ناکارہ کو اسی طرح اپنے ضمیرِ مہر تنویر کے گوشے میں راہ دیتی رہیں گی اور سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد فرماتی رہیں گی اور اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ اس حد تک معمور رکھیں گی کہ دل کو ماسوا سے کلی قطع تعلق حاصل ہو جائے اور اس کا علمی و حبی تعلق اس (ماسوائے حق) سے ٹوٹ جائے اور کلمۂ طیبہ کے تکرار کے ساتھ وجودِ بشریت کی نفی کرتی رہیں گی اور اپنے آپ سے تعلقات سلب کریں گی یہاں تک کہ عدم محض کے ساتھ جا ملیں اور حقیقی فنا تک پہنچ جائیں ؎

از تست حجابِ تو یقین است شرطِ ہمہ رہروان ہمیں است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

سرائے منصور[۱] کے حادثہ کی بابت جو (آپ کی طرف سے) لکھا گیا تھا واضح ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ مع متعلقین اس واقعہ سے سلامت رہیں اور کسی شخص کو کوئی گزند نہیں پہنچی، اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "حضرت خواجہ بزرگ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور اس وجہ سے کہ آپ افرنگیوں کے قلعہ میں پڑی ہوئی ہیں اور قلعہ کے دروازے کو آپ پر بند کر دیا گیا ہے آپ گریہ وزاری

۱۳۲

[۱] یہ کسی جگہ کا نام ہوگا۔ مترجم

کرتی ہیں، حضرت خواجہ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو میں آگیا ہوں تاکہ تمہیں ان خرنگیوں سے آزاد کردوں، انہوں (حضرت خواجہ قدس سرہ) نے دروازہ کھولا اور کہا "تم جہاں چاہو چلی جاؤ" یہ آفاقی و انفسی دشمنوں کے شر سے رہائی پانے کے بارے میں بشارت ہے چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ کے قدوم کی برکت سے آپ مفسدوں کے شر سے محفوظ رہیں، امید ہے کہ اُن کے انفاسِ نفیس کی برکت سے انفسی دشمنوں سے بھی رہائی پالیں گی اور اُن (انفسی دشمنوں) کی مزاحمت کے بغیر ترقیات حاصل کریں گی اور مراتب قرب تک پہنچ جائیں گی ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "الحمد للہ آپ سابقہ غفلتوں سے قدرے حضور میں آگئی ہیں اور دو حصہ غفلت دور ہو گئی اور ایک حصہ باقی رہ گئی ہے"۔ جسقدر غفلت کہ زائل ہو گئی اور حضوری حاصل ہو گئی ہے ایک نعمت ہے کوشش کریں کہ باطن سے غفلت پوری طرح سے دور ہو جائے اور حضورِ کامل کہ جس کے بعد غیبت نہ ہو حاصل ہو جائے۔ یہی حضور جب غالب آجاتا ہے تو نفسِ حاضر درمیان سے اُٹھ جاتا ہے، حق سبحانہٗ کا حضور خود بخود حاصل ہو جاتا ہے، کیا کیا جا سکتا ہے طریقے کا مدار صحبت پر ہے اور ترقی بظاہر اس کے ساتھ وابستہ ہے، لازمی دوری درمیان میں حائل ہے اگر آپ حضور میں رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ خدمت کے لوازم اور حقوق کی ادائیگی میں تقصیر واقع نہ ہوگی والخیر فیما صَنَعَ اللّٰهُ تَعَالیٰ سُبْحَانَهٗ [جو کچھ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کرتا ہے اسی میں بھلائی ہے] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۹۰

شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام صحبت کے فوائد اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ العزیز الاقدس کے روضۂ منورہ کی برکات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خیر الوریٰ وعلیٰ الہٖ وصحبہ البررۃ التقیٰ، اما بعد! گرامی نامہ جو کہ آپ نے برادر دینی شیخ نور محمد کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے صحبت پانے کی آرزو کی تھی اور روضۂ منورہ کی زیارت کے شوق کا اظہار بھی کیا تھا، وقت پر موقوف ہے لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] بیشک (کام کا) مدار صحبت پر ہے، (سالک) غیبت میں بھی محبت و فنا فی الشیخ کے مطابق فیوض حاصل کرتا ہے لیکن (صرف محبت) اس صحبت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی جو حقوق کی رعایت کے ساتھ ہو، محبت اور معانی کو جذب کرتی ہے لیکن جب صحبت اس کے ساتھ مل جائے تو سرخ گندھک بن جاتی ہے اور

نورٌ علیٰ نور ہو جاتی ہے اور روضۂ منورہ کی برکات کیا بیان کی جا سکتی ہیں کہ ہم کوتاہ فہموں کے ادراک کی رسائی سے بہت دور ہیں، ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اس کی برکات سے بہرہ مند ہے لیکن اس کی کُنہ و حقیقت کو کون پہنچ سکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من   از درونِ من نجُست اسرارِ من

[ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بن گیا (لیکن) اس نے میرے اندر سے میرے اسرار کو نہیں ڈھونڈا]

جو خط آپ نے شاہ محمد کے ہاتھ بھیجا تھا وہ بھی پہنچا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "دل میں بلکہ تمام اعضا اور بال بال میں تیری (حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی) صورت محبت کے ساتھ بلا قصد آتی ہے اور بہت زیادہ حلاوت و ذوق بڑھاتی ہے اس کے بعد میری صورت ہو بہو تیری صورت ہو جاتی ہے خاصکر توجہ کرنے کے وقت الخ" میرے مخدوم! اس کیفیت کے ساتھ متصف ہونا کمالِ مناسبت کی خبر دینے والا ہے، شاید کہ ایک حقیقت کا اتحاد اور دوسری حقیقت کے ساتھ محوق ہونا حاصل ہوا ہے جو کہ صورت کے اتحاد کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ع

در عشق چنیں بو العجبہا باشد   [عشق میں ایسی ہی بو العجبیاں ہوتی ہیں]

بزرگوں نے جو کمون و بروز فرمایا ہے وہ گویا اسی قسم سے ہے۔ میرے مخدوم! یہ بیان آپ کے حال کے موافق تحریر ہوا ہے، بندیوں کو جو یہ کیفیت پیش آتی ہے تو اس کا باعث کچھ اور ہوتا ہے۔ آپ نے برادرانِ دینی خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد مؤمن کے احوال و اطوار کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے بہت مسرور کیا زَادَهُمَا اللهُ تَوْفِيقًا وَّعُرُوْجًا وَّتَرَقِّيًا [اللہ تعالیٰ ان دونوں کو مزید توفیق و عروج و ترقی عطا فرمائے] ان دونوں عزیزوں کو علیحدہ خطوط لکھوں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۹۱

حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت کے نام حضرت مجدد الفِ ثانی (قدس سرہ) کے فراق کے اظہار اور حضرت موصوف کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا، یہ مکتوب بہت طویل تھا اس کے بعض اوراق گم ہو گئے ان اوراق میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کو نقل کر لیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ، وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، حقائق آگاہ و معارف آشنا کے دوامِ اس فرقت، زدہ گنہگار کی دعا و نیازمندی قبول فرمائیں، سوزشِ سینہ و غمِ دیرینہ سے

متعلق چند سطریں بیاض پر لکھی تھیں اس کے مضمون کو اس عزیز الوجود (آپ) کی طرف ہدیہ کے طور پر ارسال کیا جا رہا ہے۔

میرے مخدوم! حضرت قطب الاقطاب زبدۃ المحققین وارثِ المرسلین امام وغوث انام (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے فراق کا غم مہینوں اور دنوں کے گزرنے کے ساتھ اور زیادہ قوی ہوتا جا رہا ہے اور جتنا پرانا ہوتا جا رہا ہے اتنا ہی زیادہ تازہ ہو رہا ہے اور خاص طور پر آجکل اس شیفتۂ مشتاق پر اُس یگانۂ آفاق کے فراق کے باعث عجب وارفتگی پیدا ہو گئی ہے اور اُس مجلسِ بہشت آئین کی یاد سے جگر کباب اور آنکھیں پُر آب ہوئی جاتی ہیں، اگر آپ تمام دنیا میں پھریں تو اس لِلّٰہ فی اللہ اجتماع کو کہاں دیکھیں گے اور صحبت کے ان فیوض و برکات کو کہاں پائیں گے؟ اور وہ معارف و حقائق و دقائق جو ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے بارے میں (ان کی مجلس میں) بیان ہوتے تھے اور ہر شخص کے کانوں تک پہنچتے تھے اب کس سے سنیں گے؟ اور وہ اسرار جو کہ محرمانِ خاص سے بیان ہوتے تھے اب کہاں سے ظہور پائیں گے؟ اور وہ معاملاتِ خاص کہ محرمانِ راز میں سے بھی ایک یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ان کے سننے کی گنجائش نہ تھی اب کس سے سُنے جائیں گے؟ اور وہ اسرار و معاملات کہ کوئی فرد وہاں (اُن کا) محرم نہ تھا اور سربمہر مدفون ہو گئے وہ جُدا رہے، اگرچہ اُن معاملات کے سننے کے باعث دل اضطراب میں اور سینہ سوزش میں اور حواس تشنگی میں اور عقل حیرت میں تھی لیکن حضرت عالی (قدس سرہٗ) کو صفتِ مذکور کے ساتھ محض دیکھنے ہی سے دل کے لئے ایک حضور اور سینہ کے لئے ایک نور ظاہر ہوتا تھا جو کہ اضطراب کے جوش اور سوزش کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا تھا اور عقل و حواس اُس قبلۂ کبار کے دیدار کے رعب کے باعث ہوش سے جاتے رہتے تھے اور تشنگی و حیرت سے خالی ہو جاتے تھے، اس لئے بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ کوئی درویش اُن عالی حضرت (مجدد علیہ الرحمہ) کی خدمت میں بعض سوالات دریافت کرنے یا باطنی احوال عرض کرنے کی نیت سے آیا ہے اُن کے سامنے آتے ہی تمام سوالات اس کی وسعتِ سینہ سے محو ہو گئے اور احوال و مواجید میں سے کچھ بھی نہ رہا جس طرح طلوعِ آفتاب رات کی تاریکی کو دور کر دیتا ہے، اسی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی تمام امورِ مذکورہ محو ہو جاتے تھے، اس اثنا میں بعض اوقات حضرتِ عالی (اس درویش سے) دریافت فرماتے تھے کہ ہاں فلاں صاحب تمہارا کیا حال ہے؟ یا (یہ فرماتے) اگر کچھ دریافت کرنا ہو تو کہو، (لیکن) وہ بیچارہ آپ کے سامنے از خود رفتہ ہو جاتا تھا اور اس کی زبان بند ہو جاتی تھی اور وہ فہم و عقل سے خالی ہو جاتا تھا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

خرد از دبیرنش تسبیح خواناں　　　گریزد ہمچو فرتوت از جواناں

[عقل ان کے دیکھنے سے تیزی پڑھتی ہوئی اس طرح بھاگتی ہے جیسے بوڑھا آدمی جوانوں سے بھاگتا ہے] وہ شخص ہاں یا نہیں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اپنے حال کی نفی و اثبات اور کسی استفسار کے متعلق کچھ بھی لب کشائی نہیں کر سکتا تھا اور بیخود ہو کر نہایت شرمندگی کے ساتھ لوٹ جاتا تھا اور بعد،

مکتوب ۹۲

۱۳۵
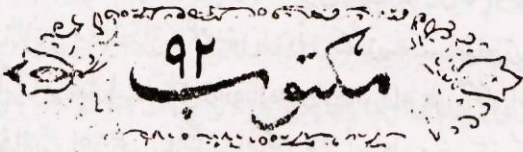
شیخ امام الدین پنجابی کے نام نصیحت کے بیان میں اور معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور حاجی محمد شریف خادم کے بعض احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، مکتوب مرغوب کہ جس میں آپ نے برسوں کے بعد اس دور افتادہ کو یاد کیا تھا اور وہ بھی حاجتمندوں کی سفارش کی تقریب سے تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے عدم ملاقات اور نہ آنے کے عذرات بھی لکھے تھے وہ بھی واضح ہوئے، میرے مخدوم! نہ آنے کے اسباب اور مرغوب چیزوں کے ترک کرنے کو بھی اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں اور ان عذرات کے بالمقابل رکھیں کہ کونسا پلڑا غالب ہے اللہ تعالیٰ کا حق تمام حقوق پر غالب ہے اور اللہ عزّ وجل کی معرفت اہم مقاصد میں سے ہے، ایمانِ حقیقی معرفت پر موقوف ہے جو کہ فنا فی المعروف سے عبارت ہے، امید ہے کہ یہ ایمان خلل سے محفوظ اور زوال سے مامون ہوگا، اور جو ایمان کہ اس معرفت سے پہلے حاصل ہے وہ ایمان مجازی ہے جو کہ زوال سے محفوظ نہیں ہے، اور یہ جو آیتِ قرآنی میں آیا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ [اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ]، اور یہ جو ماثورہ دعاؤں میں وارد ہوا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ [اے اللہ! میں ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] گویا اسی ایمانِ حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ الغرض اس معرفت کا طالب ہونا چاہئے اور جہاں کہیں سے اس نعمت (معرفت) کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے اور گھر بار کو چھوڑ دینا چاہئے اور رشتہ داروں اور اولاد کو الوداع کہنا چاہئے اس لئے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ سب سے زیادہ محبوب و مرغوب ہے اس کا حق تمام حقوق پر غالب اور سب سے راجح ہے، آیۂ کریمہ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا

[آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اپنے باپ دادا، اپنی اولاد، اپنے بھائی، بیویاں، رشتے دار اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر تم کو) یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی عقوبت تم پر نازل کرے] اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ میرے مخدوم! عذر آمیز تمہیدات اسی وقت تک ہیں جبتک کہ شوق کی آگ اور طلب کا جنون دل میں پیدا نہیں ہوا ہے اور جب یہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور طلب کا جنون شعلہ زن ہوتا ہے سب تمہیدات پیچھے رہ جاتی ہیں اور عذر کی زبان بند ہو جاتی ہے اور جذبِ الٰہی جل شانہٗ اس کو بالوں سے کھینچکر معشوق کی طرف لیجاتا ہے اور محبوب کے کوچے میں پہنچا دیتا ہے بیشک عشق کے راستے میں قدرے جنون بھی درکار ہے اور قیدِ عقل سے تھوڑی سی رہائی بھی ضروری ہے ؎

ص ۱۳۶

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کن ‌ ‌ کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

[دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کردے اور مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے]

ہاں بڑھاپا اور جسمانی کمزوری (البتہ) ایک معقول عذر ہے۔ دیگر (یہ کہ) آپ نے اپنے باطنی احوال اور ان کے شکر و شکایات کی بابت کچھ نہیں لکھا، چونکہ محبت اور باطنی رابطہ قائم ہے (اس لئے) امید ہے کہ اس نسبت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا ہوگا بلکہ اگر ایامِ جدائی کے طویل زمانہ نے اثر نہ کیا ہو تو معاملہ ترقی میں ہوگا کہ ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے، بہرحال جہاں کہیں بھی رہیں جمعیتِ (باطنی) کے ساتھ رہیں اور ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی جل شانہٗ کی عبادت و رضامندی میں چُست باندھیں اور باطنی ترقی میں کوشش کریں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی وہ ترقی نہ کرے) تو وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو سلامتیٔ ایمان کی دعا سے یاد رکھیں، میرے مخدوم! برادرِ دینی حاجی محمد شریف نے طے کیا ہے کہ (وہ) فقراء کی صحبت میں رہے اور اس نے بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں اور بہت ترقیاں حاصل کی ہیں ان کی والدہ و ہمشیرہ وہاں پر ہیں توقع ہے کہ آپ ان کی خبرگیری کرتے رہیں گے اور ان کی خیریت پوچھتے رہیں گے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہان پوری کے نام ان کے حال کی شرح اور کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا جو خط شوق و ذوق پر مشتمل تھا پہنچا اس نے خوشوقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "بعض نمازوں میں ایسی حالت پیش آتی ہے کہ گویا فقیر حضرتِ صمدیت جل جلالہٗ سے (اس طرح) کلام کرتا ہے کہ کوئی حجاب و پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے اور مست و بیخود ہو جاتا ہے کہ نماز کو بھول جاتا ہے اور نظرِ حیرت سے اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو نور کے بغیر نہیں دیکھتا اسی اثناء میں خود پر قابو پاکر ہوش میں آتا ہے، اچانک رقت و عاجزی غالب آجاتی ہے اور یہی حالت قرآن مجید کی تلاوت اور دوسری عبادات میں پیش آتی ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ کیفیت جو آپ کو پیش آئی ہے ایک اعلیٰ کیفیت اور مبارک حالت ہے، (ایسا) کیوں نہ ہو کہ نماز مؤمن کی معراج ہے جو کیف و ذوق کہ نماز سے پیدا ہوتا ہے وہ تمام اذواق و کیفیات سے ممتاز ہے اور چونکہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت بھی شامل ہے اور حدیث شریف مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّهٗ فَلْيَقْرَأِ الْقُرْاٰنَ [جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب سے کلام کرے تو اس کو چاہیے کہ قرآن مجید پڑھے] کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنا (گویا) اپنے پروردگار کے ساتھ بات کرنا ہے خاص طور پر جو تلاوت کہ نماز میں واقع ہو وہ اور ہی درجہ رکھتی ہے اور بہتر ثمرہ لاتی ہے، اور حدیث شریف میں آیا ہے قُرْاٰنٌ فِيْ صَلٰوةٍ خَيْرٌ مِّنْ قُرْاٰنٍ فِيْ غَيْرِ صَلٰوةٍ[1] الحدیث [نماز میں قرآن کا پڑھنا نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے بہتر ہے] پس اگر یہ حقیقت (جو آپ نے بیان کی ہے) نماز میں جلوہ گر ہو جس کی شان میں (حدیث شریف میں) آیا ہے اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلٰوةِ[2] [نماز میں بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے] اور تکلم کی کیفیت ظاہر ہو تو گنجائش ہے اور نیز اگر نمازی حجاب کا رفع ہونا محسوس کرے تو مناسب ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں وہ حجاب اٹھا لیا جاتا ہے جو بندہ اور پروردگار کے درمیان ہے، نماز ایک دلربا محبوب ہے جب نمازی کے باطن پر اس کے جمالِ باکمال کا پرتو پڑتا ہے اور اس کے حسن و خوبی کا ظہور ہوتا ہے تو قریب ہے کہ اس (نمازی) کو مست و بیخود کردے اور اس کو ازخود رفتہ بنادے اور جب اس کے انوار سے متصف اور اس کے زیور سے آراستہ ہو جاتا ہے تو اپنے آپ کو نور پاتا ہے اور جامعیتِ انسان کے حکم کے مطابق اپنے غیر کو بھی نور دیکھتا ہے اور اپنے وصف کے ساتھ موصوف جانتا ہے گویا تمام اشیاء میں عارف جلوہ گر ہے جیسا کہ ابتداء میں اپنے آپ کو اور تمام اشیاء کو ذاکر پاتا ہے وہاں (ان اشیاء میں) بھی ذاکر وہ (عارف) ہے کہ وہ (اپنے آپ کو) اشیاء میں مشاہدہ کرتا ہے

[1] بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں قراءۃ القرآن فی الصلوۃ افضل من قراءۃ القرآن فی غیر الصلوۃ (مشکوٰۃ)
[2] مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء (مشکوٰۃ)

سُنتے ہیں کہ امامِ اہل حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ) نماز میں تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو ان سے دریافت کیا گیا، انھوں نے فرمایا کہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ میں نے اس آیت کو اس کے متکلم (اللہ تعالیٰ) سے سُنا، آپ نے لکھا تھا کہ میں ماہِ رمضان میں معتکف تھا میں نے ستائیسویں شب میں طرح طرح کی چیزیں مشاہدہ کیں، خلاصہ یہ کہ وہ شب روشن، منور اور پُرنور تھی اچانک فقیر (مجھ) پر ایک حالت وکیفیت رونما ہوئی، ایسا معلوم ہوا کہ یہ رات شبِ قدر ہے۔" میرے مخدوم! اس فقیر اور دوسرے دوستوں نے بھی اسی (ستائیسویں) شب میں بیحد انوار و برکات مشاہدہ کئے اور شبِ قدر کا گمان کیا وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے] دوسرے احوال جو آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں اور جو پیرایہ ہیں کہ آپ کو حال میں آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے عطا ہوا ہے وہ سب عمدہ واعلیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ کمال واکمال کے مراتب میں ترقی عنایت فرمائے۔

مکتوب ۹۴

۱۳۵

خواجہ ملکی جعفر خاں کے نام قصور کی دید اور معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ انسانوں کے سردار جو کہ نگاہ کی کجی سے پاک ہیں علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے طفیل آپ کے سینہ کو کھول دے اور آپ کے درجے کو بلند کرے اور آپ کے کام کو آسان کردے، آپ کے گرامی نامہ نے جو کہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا۔ آپ سلامتی وعافیت کے ساتھ رہیں اور سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں، آپ نے حسنِ ظن کے طور پر جو کچھ اس درویش دلفگار کے بارے میں لکھا تھا یہ فقیر کسی طرح اس حقیقت کے قابل نہیں ہے اور نقص و کوتاہی کے باعث اہلِ کمال کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا اور اہل اللہ کی خاکِ پا کو (بھی) نہیں پہنچتا۔

ع　من ہیچم وکم ز ہیچ بسیارے　　[میں ہیچ (کچھ بھی نہیں) ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں]

اس قدر ہے کہ جو کچھ بزرگوں نے اس ناکارہ کو عنایت فرمایا ہے چونکہ امانت دار ہے نا قابل ہونے کے باوجود اس کے حقداروں کو پہنچاتا ہے اور اگر کسی ایک میں کچھ اثر پیدا ہو جاتا ہے تو ان اکابر کے انفاسِ نفیسہ سے ہے خود کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے ع

ما خود نہ ایم ایں ہمہ الحان زمُطرب ست　　[ہم خود (کچھ) نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

میرے مشفق و مکرم! ہم اور آپ سے اس دنیائے فانی میں عبادت و بندگی حق جل وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا مطلوب ہے اور معرفت اس طائفہ عالیہ (صوفیہ) کے نزدیک معروف میں فنا ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہے۔

تو مباش اصلا کمال این ست وبس   رو درو گم شو وصال این ست وبس

[تو ہرگز نہ رہ کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہو جا وصال یہی ہے اور بس]

پس عقلمندوں اور دانشمندوں پر لازم و ناگزیر ہے کہ اپنے حاصلِ کار و نقدِ روزگار (مقصود و مطلوب) میں غور کریں جس شخص کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و بشارت ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجالایا اور انسانی کمال تک پہنچ گیا اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو اس کی طلب سے فارغ نہیں ہونا چاہئے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس فانی دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کی تعمیر کرتا ہے، کل (قیامت کے روز) کس منہ سے بارگاہِ صمدیت میں آئے گا اور کس حیلے سے عذر کی زبان کھولے گا۔

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند   تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

آپ نے بیمار کی صحت یابی کی دعا کے لئے کہا تھا، برادرم شیخ محمد علیم نے ان دنوں میں اور پہلے بھی اس قصہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا تھا دعا و توجہ جو کچھ (ہم) فقراء کا معمول ہے اس میں کوتاہی نہیں کی گئی، بیش از بیش کی گئی ہے اور قبولیت کے آثار بھی معلوم ہوئے ہیں حضراتِ خواجگانِ عالیشان کا ختم بھی درویشوں کی جماعت کے ساتھ بارہا پڑھا گیا ختمات نورانی ظاہر ہوئے انشاءاللہ تعالیٰ صحت ہے، ہم امیدوار ہیں کہ اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی روبصحت ہو گئے ہوں گے۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست   [کریموں کے لیے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

میرے مخدوم و مکرم! ماسوائے حق جل وعلا کی گرفتاری امراضِ قلبیہ میں سب سے شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر اہم مقاصد میں سے ہے ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است   [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

(خدا کرے) ظاہری و باطنی نعمت میں ترقی ہو۔

❖ ❖ ❖

۱۳۹

شیخ علیم جلال آبادی کے نام ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، (آپ کا) مکتوب گرامی پہنچ کر مسرت بخش ہوا اور اس کے حقائق واضح ہوئے، آپ نے حلقۂ ذکر کی رونق اور دوستوں کی ترقی کے بارے میں لکھا تھا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] اللہ جل سلطانہ، کی نعمتوں کے متعلق کیا لکھا جا سکتا ہے کہ ظاہر و باطن کو احاطہ کئے ہوئے ہیں، وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً [اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو پورا کر دیا] (۳۱/۲۰) پس جس کو نعمت عطا ہوئی ہے اس کو چاہئے کہ ظاہر و باطن سے اس عزّوجل کے شکر میں مشغول رہے اور صورت و معنی میں حضوری کے ساتھ رہے اور اس کے غیر کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر مشغول نہ ہو اس لئے فرمایا ہے وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [اور تم ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] (۶/۱۲۱) تاکہ ظاہری گناہ کے ترک سے ظاہری نعمتوں کا شکر ادا ہو اور باطنی گناہ کے ترک سے کہ منجملہ ان کے ماسوا کے ساتھ وابستگی و التفات ہے باطنی نعمتوں کا شکر حاصل ہوتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں یعنی اپنے اعضا اور ظاہری و باطنی قوتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرنا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان (اعضا و قویٰ) کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے، اس کے باوجود اللہ جل وعلا کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے اور ڈرتا اور کانپتا رہے، فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ [پس اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے خسارے والی قوم ہی بے خوف رہتی ہے] (۷/۹۹)

مکتوب ۹۶

بدر بیگ سمرقندی کے نام ان کی کیفیات کی وضاحت اور احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر دینی محمد بدر بیگ اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام پڑھیں۔ آپ نے جو مکتوب مرغوب محبت کے باعث

بھیجا تھا چونکہ دوستوں کی سلامتی کی خبر دینے والا اور پسندیدہ احوال پر مشتمل تھا (اسلئے) اس کے مطالعہ سے بہت زیادہ خوشی بخشی۔ آپ نے قلبی وسوسہ کے دور ہونے کی بابت لکھا تھا کہ "اس طرح دور ہو گیا ہے کہ اگر ہزاروں سال گزر جائیں تو بھی ما سوی اللہ کا خیال دل پر نہ گذرے الخ" میرے مخدوم دل سے غیر اللہ کا خیال بالکل دور ہو جانا فنائے قلب ہے اور ولایت کا پہلا درجہ ہے، بزرگوں نے کہا ہے جب تک نہ پائے رہائی حاصل نہیں ہوتی، قلب کو جو ما سوا سے کُلّی قطع تعلق حاصل ہوتا ہے اور تعلقات و موانعات سے رہائی حاصل ہوتی ہے وہ یافت (پانا) اور معرفت کے بغیر نہیں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک رات بیداری میں دیکھتا ہوں کہ ایک نور نقطہ کی صورت میں ظاہر ہوا، اس نے میرے تمام وجود کو احاطہ کر لیا، معلوم ہوا کہ لطیفۂ قلب و روح و خفی و اخفیٰ سب فنا ہو گئے گویا ایک ہڈی کا ٹکڑا باقی رہ گیا"۔ یہ دید (آپ کے لئے) قلب کی مانند تمام لطائف کی فنا کی بشارت ہے لیکن تعجب ہے کہ آپ نے سِر کے بارے میں نہیں لکھا معلوم نہیں کہ کیا راز ہو گا اور اس فقیر نے عالم امر کے تمام لطائف کی فنا کی علامات اور (ان میں سے) ہر ایک کے خواص ایک مکتوب میں لکھے ہیں اُن معانی (علامات) کو اپنے اندر ملاحظہ کریں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "تہجد کے وقت ایک اچھی حالت رکھتا تھا التحیات پڑھتے وقت اپنے آپ کو ایسا نیست پایا کہ (رب العزت) خود اپنے آپ سے سوال کرنے والا اور خود اپنے آپ کو جواب دینے والا ہے معراج کی رات میں جو حالت کہ سرورِ عالمیان علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام اور حضرت رب العزت کے درمیان التحیات پڑھنے میں واقع ہوئی تھی بعینہٖ وہی ظاہر ہوئی کہ گویا (گفتگو) اس کمترین اور رب العزت تعالیٰ و تقدس کے درمیان ہے"۔ میرے مخدوم اپنے آپ کو نیست پانا اور سوال و جواب سب حق تعالیٰ سے دیکھنا ایک عجیب حالت ہے گویا آپ کی زبان اس وقت میں شجرۂ موسوی کے حکم میں ہو گئی تھی اور یہ یافت فنا و بقا کی خبر دینے والی ہے، اور یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ "اس کمترین اور حضرتِ رب العزت کے درمیان ہے" یہ بظاہر سبق سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (یا سبق میں) آپ نے سوال و جواب دونوں [illegible] سے منسوب کئے ہیں اور اپنی نفی کی ہے اور یہاں آپنے اپنا اثبات کیا ہے وہ مقامِ ولایت کے مناسب ہے [illegible] لائق ہے، آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) مراقبہ میں تھا ایک نہایت لطیف نور ظاہر ہوا اس نے اس [illegible] فقیر کا جسم [illegible] ہو گیا" میں اپنے آپ کو ایک علم سے تعبیر کرتا تھا جو کہ اس نور کا مشاہدہ کرنے والا ہے [illegible] نہایت لطیف بے کیف نور فوارہ کی مانند اوپر کی طرف چڑھتا تھا" میرے مخدوم! [illegible] کے ظہور کے وقت آپ کا وجود بشریت چھپ گیا اور اس نور نے خود بخود جلوہ فرمایا ؎

مرا دیگر بجائے خود نہ بینی　　چو جاں آئی بجانِ من نشینی

[تو دوبارہ مجھ کو اپنی جگہ پر نہ دیکھے، تو جان کی مانند آئے اور میری جان میں بیٹھے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۷

شیخ نصر اللہ بنگالی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں برادر (آپ) بھی جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم ہوں گے۔ آپ نے جو خط ازراہِ محبت جہان آباد[1] سے بھیجا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا اور جو خط آپ نے پٹنہ سے ارسال کیا تھا وہ بھی پہنچا، اپنے اوقات کو طاعات و عبادات اور ذکر و فکر میں صرف کریں اور سفرِ طویل (آخرت کے سفر) کا زادِ راہ تیار کریں آیۂ کریمہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [ہر نفس کو غور کرنا چاہیئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے] کے مضمون پر اچھی طرح غور کریں اور گوشۂ نامرادی و گوشۂ مسجد کو ترک نہ کریں اور مساکین و اہلِ جمعیت کے ساتھ صحبت رکھیں اور اہلِ تفرقہ و امراء سے دور رہیں اور بلا ضرورت ان کے ساتھ نہ بیٹھیں، آیۂ کریمہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ [اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضامندی کیلئے یاد کرتے ہیں] کو پڑھیں، طالبانِ حق جلّ و علا کی خدمت اور دلجوئی کریں اور اپنی توجہات کو اُن سے نہ روکیں اور دور افتادہ دوستوں کو خیر و سلامتی ایمان کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

پ ۲۸ ع ۶ (حاشیہ)

پ ۱۵ ع ۱۸ (حاشیہ)

مکتوب ۹۸

خواجہ مکی کے نام فنائیت کے حاصل کرنے اور وقت کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ان دنوں میں بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، نسبتِ باطن کو عزیز جانیں اور اس کی اچھی طرح محافظت کریں، شاید کہ معرفت کے پھولوں میں سے کوئی پھول آپ کے باطن میں کھلے اور قُرب اور بوئے وصال کی خوشخبری لائے اور بیخود کردے اور ہستی موہوم کو درمیان سے اٹھادے اور عدمیتِ ذاتی ظاہر ہوجائے اور حضور خود بخود جلوہ گر ہوجائے، مختصر یہ کہ کوشش کریں کہ وقت بیکار نہ گذرے اور باطلِ حق نما اپنا فریفتہ بنالے اور

---

[1] جہان آباد پٹنہ کے قریب ایک قصبہ ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿آپ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والا تھا﴾ کا حاکم شریعت کے ممالک پر غلبہ پالے اور (اس کو) اپنے تصرف میں لے آئے اور ان ممالک کے خزانوں اور دفینوں کو اس نسبتِ عالیہ کی دلہنوں کے مہروں میں ادا کرے اور جبتک رہے اُنس وشوق کے چھپر کھٹ پر اس دلہن کا ہم آغوش رہے اور ہمیشہ شراب وصال سے بیخود رہے۔ والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۹۹

شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے احوال کی شرح میں مع بشارت عالی کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ فقیر کو ان دنوں میں صحتِ کلی حاصل ہے اگرچہ (ابھی) پیدل نہیں چل سکتا لیکن پالکی میں بیٹھ کر مسجد میں (صرف) چار نمازوں میں جاتا ہوں اور دوستوں کو خطوط بھی لکھتا ہوں آپ نے لکھا تھا کہ "اعلام والہام کے حکم کے مطابق اُس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس میں متوجہ ہو کر بعض عوارض کے منکشف ہونے کی طلب کرتا ہوں تو اعلام والہام کے طور پر ظاہر کر دیا جاتا ہے، اس نعمت کا شکر بجا لائیں، اللہ تعالیٰ خطا وغلطی سے محفوظ رکھے اس لئے کہ کشف میں اس (خطا وغلطی) کا احتمال واقع ہونا ثابت ہے اگر امورِ کونیہ (حوادثِ یومیہ دنیویہ) کے کشف میں خطا ہو جائے تو معمولی بات ہے اور اسرارِ الٰہیہ اور ان کے مناسب امور یعنی اعتقادات وعبادات کے کشف میں کسوٹی شریعتِ حقہ ہے جو کشف کہ شرعی قوانین کے موافق ہو اور ان سے متصادم نہ ہو وہ اعتماد کے قابل ہے اور جو ایسا نہیں ہے (بلکہ متصادم ہے) وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں حقیقتِ کعبہ کے ساتھ متحقق ہوتا پاتا ہوں تو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) بھی غائبانہ توجہ کر کے کچھ لکھیں"۔ میرے مخدوم! معاملہ نازک ہے غائبانہ توجہ پر اکتفا نہیں کی جا سکتی، اگر ملاقات مقدر ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہونے میں اس معاملہ کی تشخیص کی جائے گی، اس کے باوجود (یہ فقیر) توجہ سے دریغ نہیں کرتا، اگر کچھ واضح ہو گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ لکھا جائیگا۔ خط لکھنے کے بعد جب اس بارے میں غور کیا تو اس مقامِ نادر سے آپ کے لئے کچھ حصہ معلوم ہوا، والغیب عند اللہ سبحانہ ﴿اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہے﴾۔

والسلام اولاً وآخراً

مکتوب ۱۰۰

ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے اور ان کے احباب کے بلند احوال اور مبارک کیفیات پر مشتمل تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے تین خطوط یکے بعد دیگرے پہنچے، چونکہ فقیر کو نقاہت تھی (اس لئے) جواب نہیں دے سکا تھا۔ اب جبکہ صحت حاصل ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لکھنے کی طاقت آ گئی ہے، آپ کے تینوں خطوط تلاش کے بعد مل گئے، پہلا خط جو آپ نے برہانپور سے لکھا تھا اس کے اشتیاق نامہ ہونے کی وجہ سے لکھا گیا ہے تیس کا تو بہت زیادہ حصہ کٹ گیا ہے اور اس کے حاشیہ کا اکثر حصہ درست رہ گیا ہے، دوسرے دو خط درست ہیں (یہ فقیر) ہر ایک کا مجمل جواب لکھتا ہے۔ پہلے خط میں لکھا ہوا تھا کہ "ظہر کی نماز میں چند مرتبہ کوئی چیز ہنسی کی مانند ہوئی اُس جانب سے اپنے باطن میں پاتا تھا فرض نماز میں خاص طور پر امامت کی حالت میں ایک ایسی لذت و فنا پیش آتی ہے کہ کیا عرض کرے"۔ اے سعادت آثار! ہنسی کا ظاہر ہونا کمالِ رضامندی کی خبر دینے والا ہے، خاص طور پر وہ جو کہ نماز میں پیش آتی ہے کہ وہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور لذت و فنا میں کیا کلام ہے کہ نماز مومن کی معراج اور کمالِ قرب کا محل اور رفعِ حجاب کا مقام ہے اور سب سے بڑا حجاب انسان کا نفس ہے، اور یہ جو آپ خود کو عورتوں اور بے ریش لڑکوں کے زیورات سے آراستہ اور کبھی ایک عورت کی صورت میں جو کہ بے ریش لڑکوں کے لباس سے مزین ہے پاتے ہیں، یہ دید ایمان و اعمالِ صالحہ کی زینت ہے اور قبولیت کے آثار اور محبت کی نشانی رکھتی ہے، اور آپ خود کو جو مثلاً تمام علم یا قدرت اور تمام قلب یا روح اور تمام خاک یا آتش سمجھتے ہیں یہ بقا باللہ کے آثار میں سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے ذَاتُ اللّٰہِ کُلُّہٗ عِلْمٌ وَکُلُّہٗ قُدْرَۃٌ [اللہ تعالیٰ کی ذات تمام علم اور تمام قدرت ہے] اور یہ جو آپ لفظِ علم اپنی دو ابروؤں کے درمیان اپنی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کا مبداءِ تعین صفتِ علم ہو، اور یہ جو آپ دنیا کے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو نہ عالم میں داخل اور نہ عالم سے خارج اور نہ اس کے متصل اور نہ اس سے جدا دیکھتے ہیں نہایت اعلیٰ اور حقیقت کے مطابق ہے، آپ نے لکھا تھا کہ "آج لَا ذَاکِرَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کے معنی نے نمایاں پر تو ڈالا"۔ بیچارہ سالک ابتداء سے انتہا تک اس کلمہ کے ساتھ

۱۴۴ کلام کرتا ہے اور تجلیٔ صوری سے الی ما شاء اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو اس کلام کے مضمون کے ساتھ متحقق سمجھتا ہے ۔ یا وہ شخص کہ اس کی حقیقت تک پہنچ گیا ہو اور شرک کی باریکیوں سے پوری طرح رہائی پا چکا اور توحید کی انتہا سے جا ملا ہو عنقا کا حکم رکھتا ہے (یعنی نایاب ہے) اس معنی سے جسقدر بھی نصیب وقت ہو جائے اور شرک کی باریکیوں سے جتنی بھی رہائی حاصل ہو جائے غنیمت ہے۔

آپ نے دوسرے خط میں اپنی کیفیات میں سے جو یہ لکھا تھا کہ "کبھی حقیقتِ کعبہ اور کبھی حقیقتِ قرآن مجید اور کبھی اس درجہ کا افلاس کہ اصل ایمان کے ساتھ بھی مناسبت نہ رکھتا ہو اور کبھی ایمان بالغیب و معاملۂ اقربیت اور کبھی بعض افعال میں اپنے ساتھ ایک دنیا کی مشارکت سمجھتا ہے جیسا کہ آج ظہر کی نماز میں امامت کی حالت میں گویا ایک دنیا قیام و رکوع و سجود و قرارت اور تسبیح میں فقیر کے ساتھ شریک تھی۔" اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا، (یہ) احوال اعلیٰ اور معقول ہیں اور بعض اعمال میں افرادِ عالم کی شرکت استعداد کی جامعیت اور اس اسم کی جامعیت کی خبر دینے والی ہے جو کہ (اس کا) مبدأ تعین ہے گویا دوسرے اس کے اجزا ہیں اور کُل کے فعل میں اجزا کو شریک پاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "چاہیے کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہو اور اس کا اظہار مرتبۂ ولایتِ کُبریٰ میں جو ذات کے اسماء و صفات سے جدا و ممتاز ہونے کے بعد اس حقیقت کے منکشف ہونے کی کیا وجہ ہو گی؟" جواب یہ شبہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ جو آپ نے اپنے دوستوں کے احوال یعنی (کسی کا) دائرۂ ظلال کو قطع کرنا اور کسی دوسرے کا ولایتِ کُبریٰ سے حصہ پانا اور اپنے اندر دائرۂ ظلال کے پانے کے بعد اس دائرہ کا منہدم ہونا اور اس میں مخلوقات کی صورتوں کو دیکھنا اور اس دائرہ کے منہدم ہو جانے کے بعد البطنِ بطون میں نورِ لطیف کا مشاہدہ ہونا وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا وہ سب درست و سنجیدہ ہیں، حق سبحانہٗ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے۔

تیسرے خط میں لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) مراقبہ میں بیٹھا تھا اپنے اوپر نہایت نفیس زریں خلعت پایا اور بعض اوقات ایسا پاتا ہے کہ گویا (خیمہ کی) رسیاں اس مسکین کے باطن میں ڈال دی گئی ہیں اور کھینچا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ظاہر ہوا کہ اس عاصی کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا ہے۔" بہت اعلیٰ چیزیں اور عظیم نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور مزید ترقیات کے طالب رہیں شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں جیسے اپنے اعضاء ظاہری و باطنی قوتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرنا ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء و قویٰ کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے، اور اس قسم کا شکر ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے

لوگ ہیں: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ [اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے لوگ شکر ادا کرنے والے ہیں] نص قاطع ہے (یہ حق سبحانہ کی طرف سے) نعمت و عنایت ہے کہ (آپ کو) اس قسم کا خلعت پہنایا گیا ہے اور گناہوں کی معافی کی بشارت دیتا ہے (اللہ تعالیٰ کی) عنایت ہے کہ محبت کے حلقوں اور جذب کی رسی سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اور مقصد تک پہنچاتے ہیں ع

گر نیاید بخوشی موئے کشانش آرند [اگر وہ خوشی سے نہ آئے تو اس کے بال کھینچ لاتے ہیں]

انسان کی کوشش کی کیا حیثیت ہے کہ جو اس طرح سے مقاصد تک پہنچائے جو چیزیں کہ آپ لکھتے ہیں جبتک (اللہ تعالیٰ کی) عنایت دستگیری نہ فرمائے اور معشوق کی کشش رہبری نہ کرے انسان کی طاقت سے باہر ہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

مرا گر توسنِ دل نیست در راہ کمندِ زلفِ او ہم نیست کوتاہ

[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے (تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کمند بھی تو کوتاہ نہیں ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۱

نیز ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے لکھے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا، آپ نے جو اپنے جسم پر خلعتِ عالی کے پانے اور اپنے اندر انوارِ بے کیف کے مشاہدہ کرنے اور سینہ میں نور کے ظاہر ہونے کہ جس کی مانند اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور اس کو فضل و کرم کا نور تصور کرنے پھر اس (نور) کے پوشیدہ ہو جانے اور حقیقتِ قرآنی کے ظاہر ہونے کی بابت لکھا تھا واضح ہوا اور محفوظ کیا شاید کہ اس حقیقت کا پرتو آپ کے باطن پر چمکا ہے کہ جس نے آپ کو اس تصور میں ڈال دیا ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس نادر مقام سے کامل حصہ عطا فرمائے، اور جو نور کہ آپ نے سینہ میں دیکھا تھا اور اس کو نورِ تفضل سمجھا تھا ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ وہی تفضل ہوگا کیونکہ اس مقام میں کمالات کا حاصل کرنا محض فضل و کرم سے ہے علم و عمل کا اُس مقام میں (کوئی) اثر و نتیجہ نہیں ہے اس مقام میں ترقی فضل و احسان پر موقوف ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیاء اولوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے ... امتیوں میں سے کس کو اس نعمت سے نوازتے ہیں ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۰۲

ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام اُن کے خط کے جواب میں مع بشارت کے تحریر فرمایا۔

۱۴۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھ کر ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے آپ کا خط جو کہ شوق و محبت کے اظہار پر مشتمل تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا حق سبحانہٗ وتعالیٰ شوق کے شعلہ کو مشتعل اور محبت کی آگ کو بلند کرے یہاں تک کہ مقصدِ اعلیٰ تک پہنچائے اور ظل سے اصل تک لیجائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی کبھی اسمِ باطن میں سیر کی ابتدا محسوس ہوتی ہے"۔ امید ہے کہ یہ احساس متحقق ہو جائے گا البتہ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام سے کچھ حصہ اگرچہ مجمل طور پر ہو آپ کو حاصل ہے اور اس بے پایاں سمندر سے ایک قطرہ آپ کے حلق میں ٹپکایا گیا ہے۔ وَالعِلمُ عِندَ اللہِ سُبحَانَہٗ [اور صحیح علم اللہ سبحانہٗ کو ہے] والسلام

مکتوب ۱۰۳

محمد صدیق ولد شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام ان کے خواب کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ جو حال آپ نے لکھا تھا اور اس کی تعبیر دریافت کی تھی واضح ہوا، اے سعادت آثار! یہ خواب اگر اچھے خوابوں میں سے ہے اور پریشان خوابوں میں سے نہیں ہے تو اس کی تعبیر دو طرح پر ہو سکتی ہے اول یہ کہ یہ خواب ظاہر پر محمول ہو، حق تعالیٰ قادر ہے کہ یہ معنی نصیب فرمائے اور ایسی قبولیت عطا کرے کہ اہلِ بدعت کے سردار و امراء اور سلاطین آپ کے ہاتھ پر توبہ اور رجوع کریں اور طریقہ اخذ کریں اور ان میں اثر پیدا ہو جائے اور مل کر حرمین شریفین جائیں الخ۔ دوسری (تعبیر) یہ کہ آدمی ایک جامع نسخہ ہے علویات و سفلیات میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ سب انسان میں ہے اُس میں تمام خلق ظاہر ہے اور عالمِ امر کا بھی (اس میں) نشان ہے شیطانی صفاتِ ذمیمہ (بھی) اس میں موجود ہیں اور ملکی صفاتِ حمیدہ بھی (اس میں) ثابت ہیں، اہلِ بدعت کا توبہ کرنا اور طریقہ اخذ کرنا گویا صفاتِ ذمیمہ کا صفاتِ حمیدہ کے ساتھ تبدیل ہونا اور طریقہ کی برکات سے اس لطیفہ کا فیضیاب ہونا ہے کہ جس کے ساتھ یہ صفات قائم ہیں اور دو بادشاہ گویا اُن

دو لطیفوں سے کنایہ ہیں جو کہ لطائف کے سردار ہیں (یعنی) عالمِ امر کے لطائف خمسہ کا سردار قلب ہے اور عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کا سردار نفس ہے، نفس اہلِ بدعت کے بادشاہ سے مناسبت رکھتا ہے اور وہ جو عالمِ امر سے ہے وہ اہلِ سنت کے بادشاہ سے مناسبت رکھتا ہے اور ان دو بادشاہوں کا توبہ کرنا اور توجہ لینا اور آپ کے ہمراہ حرمین شریفین تک جانا اور ایک کا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خواب میں دیکھنا گویا ان دونوں لطیفوں کے تزکیہ سے کنایہ ہے اور ان کا کمال تک پہنچنا اور اس طریقۂ عالیہ سے حصہ پانا اور حرمین شریفین جانا عروج کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے اور اس فقیر کے اشارہ سے پھر وطن آنا نزول کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خواب و حال صحیح ہونے کی صورت میں بشارت سے زیادہ نہیں ہے قوت و استعداد کی بشارت دینے والا ہے غالب طور پر حصول کی دلیل نہیں ہے سخت محنت کرنی چاہیئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک پہنچے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۰۴
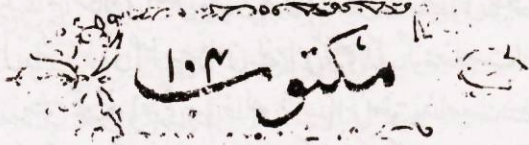
شیخ محمد اللہ رکھا سہرندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط ازراہِ شوق و محبت بھیجا تھا وہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، امید ہے کہ شوق کی آگ مشتعل اور محبت کا شعلہ سربلند ہوگا تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور قرب کی منازل تک پہنچائے اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو مضبوط پکڑیں اور بدعت و اہلِ بدعت سے الگ رہیں اَھْلُ الْبِدْعَۃِ کِلَابُ اَھْلِ النَّارِ [اہلِ بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں] آپ نے سنا ہوگا اے سعادت آثار! میاں محمد باقر وہاں پر غنیمت ہیں ان کے ساتھ صحبت رکھیں اور (اُن سے) توجہ لیں اور فقیر کا سلام پہنچائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۵
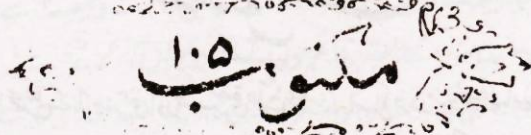
میر شرف الدین حسین اندجانی کے نام اس معاملہ کے بارے میں جو کہ طلال و اصول سے ماورا ہے

مع آیۂ کریمہ یُسقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ الآیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی عافیت و جمعیت سے ہوں گے اور طریقۂ پسندیدہ پر قائم ہوں گے اور ظل سے اصل کی طرف آئیں گے بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح پیچھے چھوڑ دیں گے اور جو کمال کہ ہمارے نزدیک معتبر ہے وہ ظلال و اصول سے ماوراء ہے اصل (بھی) ظل کی طرح اس دولت سرا سے راستہ میں ہے، وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے) اصول سے گزرنے کے بعد معاملہ ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ ہے، ذاتِ تعالیٰ یا اعتبارات میں سے کسی اعتبار سے ماخوذ ہے کہ جس کی تعبیر رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ (مہر لگی ہوئی خالص شراب) سے کی گئی ہے یعنی خوشبودار خالص شراب خِتَامُہٗ مِسْکٌ (اس کو مشک سے مہر کیا گیا ہے) اُس کے برتنوں پر مُشک کی مُہر ہے، خالص خوشبودار شراب، گویا اشارہ اس بیز کے ساتھ ہے کہ تعلق اور رنگوں کی مناسبت سے خالص ہے اس لئے کہ دائرۂ ظل چونکہ عالمِ امکان کی اصل و مبداء ہے عالمِ امکان کے ساتھ اس کا کچھ تعلق موجود ہے اور دائرۂ اصل دائرۂ ظل کی اصل ہے (اس لئے) اس کو بھی ایک گونہ مناسبت اس عالم کے ساتھ ثابت ہے اور رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ (مہر لگی ہوئی خالص شراب) اس تعلق و مناسبت سے بالاتر اور آزاد ہے اور اس شراب کے برتن ابرار کے باطن ہیں اور ختامِ مسک (مشک کی مہر) محبتِ ذاتی ہے جو کہ شرکت سوز ہے کہ اغیار کے وصول کی مانع ہے جو کہ اس محبت کو نہیں پہنچے ہیں اور عالمِ سفلی کے محبوس ہیں اور ظلال کی قید اور اصول کی چار دیواری میں ہیں اور چونکہ ذات اس مقام میں اعتبار سے ماخوذ ہے مثلاً اعتبارِ مسجودیت وغیرہ، اس کی تعبیر مِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ (اس کو تسنیم (جنت کی ایک نہر) سے مرکب کیا گیا ہے) سے کی گئی ہے اور یا نسبتوں اور اعتبارات سے خالی و مجرد ذات (مراد) ہے کہ اس مقام کا حصہ مقربین کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا الْمُقَرَّبُوْنَ (وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پیتے ہیں) اس قسم کی محبتِ ذاتی جو اعتبارات کی آمیزش کے بغیر ہے مقربین کی روزی ہے، والسلام

مکتوب ۱۰۶

مرزا محمد نقی کے نام بلند ہمتی اور محبوب حقیقی جلّت عظمتہ کے ماسوا کی طرف متوجہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ نے مشرف کیا

سلامتی و عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور صورت سے حقیقت کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

(ایک قوم اپنے وجود سے فانی رہے خبر ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے)

اعلیٰ ہمتی اور بلند فطرتی ایک ایسے مطلب کو چاہتی ہے جو کہ دوام و ہمیشگی کے ساتھ موصوف ہو اور فنا و زوال کی گرد اُس کے پاک دامن کو نہ پہنچی ہو اور جو چیز کہ ہلاکت کے مقام میں ہے وہ قابلِ توجہ نہیں ہے اس کا تعلق و گرفتاری بُعد و حرمان کا باعث ہے، حق سبحانہ نے اس عظمت و کبریائی کے باوجود بندوں کو کمال بندہ نوازی سے اپنی بارگاہِ قدس میں انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کی زبان سے دعوت دی ہے اور وصول کی راہ کو بیان و واضح کیا، افسوس ہے کہ (انسان) اس قسم کی دعوت سے چشم پوشی اور روگردانی کر کے نفس و شیطان کی دعوت میں آئے، قرب کی دولت اور وصال کی لذت سے محروم ہو کر عذاب و ناامیدی کی طرف مائل ہو، وہ لذت جناتِ نعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے اور یہ عذاب دوزخ کے عذاب سے بدتر ہے فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (پس تم اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو بیشک میں تم لوگوں کو اس سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں) میرے مکرم و شفقت آثار! آپ نے جو کچھ مُلا معلوم کی زبانی کہلوایا تھا اس نے پہنچایا، آپ کو معلوم ہو کہ فقیر اس امر میں دعا و توجہ سے دریغ نہیں رکھتا اور حضرات خواجگان کا ختم جماعت کے ساتھ کراتا ہے، امیدوار ہے کہ قبولیت کے آثار ظاہر ہوں گے اور تیر نشانہ پر پہنچے گا اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے) والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۱۰۷

سیادت مآب سید اسرائیل کے نام مطلب کی بلندی اور طالب کے عجز کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آنجناب بھی عافیت و جمعیت سے ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم ہوں گے اور دوستوں کو دعائے خیر سے فراموش نہیں کرتے ہوں گے۔ آپ کی بیماری کی بابت سن کر دوستوں کا دل غمگین ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ سنا گیا کہ اب آپ رو بصحت ہیں۔ میرے مکرم! کیا کہا جائے اور کیا لکھا جائے کہ مطلوب کے الطاف تحریر سے

بالاتر ہیں اور محبوب کی عنایات بیان سے باہر ہیں، جبتک اس نے جلوہ نہیں فرمایا ہے طالب بیچارہ اس کی جستجو میں ہے اس کے روح پرور نغمات۔ اور روح افزا حکایت کے ساتھ مانوس و مالوف ہے اور جب وہ جلوہ گر ہوجاتا ہے غمزدہ سالک صحرائے عدم کا رخ کرلیتا ہے اور کَلَّ لِسَانُہٗ [اس کی زبان گونگی ہوگئی] کا مصداق ہوجاتا ہے اس کے بعد کون کہے اور کون سنے اور کون پائے اور کیا پائے ؎

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ وطاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانۂ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ وطاقت کس کو ہے]

پس وہی ذات ہے کہ جس نے اپنی تعریف خود کی ہے اور اپنی ذات کی حمد بذاتِ خود کی ہے پس وہی حامد و محمود ہے اور حمدِ مقصود سے اس کے ماسوا سب قاصر ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۸

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی حقیقت اور اس چیز کے بارے میں تحریر فرمایا جو مقامِ نفی و اثبات سے تعلق رکھتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ جمعیت وعافیت کے ساتھ رکھے اور اپنے پسندیدہ طریقہ پر استقامت بخشے، استقامت بہت بڑا کام ہے، بزرگوں نے کہا ہے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ، [استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے] شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ[1] [مجھ کو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا] آپ نے سنا ہوگا، آپ نے نہ آنے کے عذرات لکھے تھے، بیشک اَلْاُمُوْرَاتُ کُلُّھَا مَرْھُوْنَۃٌ بِاَوْقَاتِھَا لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [تمام امور اپنے وقتوں کے ساتھ مقید ہیں، ہر کام کا ایک وقت معین ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں حال میں دیکھتا ہوں کہ حرم کے اندر خانۂ کعبہ کے دروازے کے متصل معتکف ہوں اور میرے متعلقین کعبہ کے اندر ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کو مجھے عنایت کردیا گیا ہے اور مجھ کو کعبہ کے ساتھ شان خاص حاصل ہوگئی ہے۔ یہ ایک نادر بشارت ہے اللہ تعالیٰ اس کے انوار و برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اور کعبۂ مقصود تک پہنچائے، اور اس قدر نسبت سر کی حقیقت کے ساتھ

---

[1] ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا شِبْتَ یَا رَسُوْلَ اللہِ [یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے] اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا۔

اتحاد عطا فرمائے۔ فقیر اس بارے میں بقدرِ طاقت متوجہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ جو کلمۂ طیبہ بلا قصد زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی خاص طرز کے ساتھ بغیر اس کے کہ زبان متحرک ہو مشاہدہ ہوتا ہے بہت عمدہ ہے اور اس کلمۂ طیبہ کی حقیقت کے ساتھ باطنی مناسبت کی خبر دینے والا ہے، امید ہے کہ نفی کا معاملہ حسبِ مقدور سرانجام ہوگا اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کی حقیقت جلوہ گر ہوگی یہاں تک کہ جو چیز نفی کے قابل اور غروب ہو جانے والی ہے اس سے جو کچھ باقی ہے وہ مطلوب کے لئے حجاب اور شرکِ دامنگیر ہے۔ ع

درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار ست [اگر آنکھ کے اندر آدھا بال ہے تو وہ بھی بہت ہے]

جو چیز کہ غروب ہو جانے والی ہے اس کو لَا کے نیچے لانا چاہئے اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کی تلوار کے ساتھ اس سے منقطع ہو جانا چاہئے اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ [میں نے اپنا منہ موڑ لیا] کے مرحلہ سے احدیتِ مجردہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف رُخ کرنا چاہئے اور وجودِ بشریت سے جس قدر کہ باقی ہے وہ اندرونی چور ہے اور کوئی شرکِ جائز نہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ الا اللہ اس بارگاہِ مقدس کی طرف راجع ہو اور کلمۂ نفی و اثبات کے تکرار کے ساتھ اپنی خدائی کا اثبات کرتا ہے فَالْحَذَر کُلُّ الْحَذَر [پس اس سے پوری طرح بچنا چاہئے] دیکھیں کون شہباز ہے جو شرک کے جال سے پوری طرح نکل جائے اور اس کے دقائق سے پوری طرح رہائی حاصل کر لے اور اپنے حوصلہ کے مطابق اثبات کا شکار کر لے اگرچہ اجمالی طور پر ہی ہو۔ اس معاملہ کی دشواری سے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ صوفیائے کرام میں سے ایک بزرگ ہلاکت کے گرداب میں جا گرا تھا، اس نے نذر کی کہ اگر میں اس ہلاکت کی جگہ سے نجات پاؤں تو ہرگز حق جلّ و علا کو یاد نہ کروں گا۔ کیونکہ وہ بزرگ اپنے یاد کرنے کو اپنی طرف راجع دیکھتا تھا، اور اس کا یاد کرنا اس بارگاہِ قدس تک نہیں پہنچتا تھا۔ اور یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ محمد معشوق طوسی (رحمہ اللہ) جو کہ ہوشمند مجنونوں میں سے تھے اور اپنے آپ کو اِیَّاکَ نَعْبُدُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں] کی قراءت کے قابل نہیں دیکھتے تھے، اور جب اس کلمہ کو کہتے تھے تو ان کے ہر بُن مُو سے خون ٹپکتا تھا پھر انہوں نے کہا کہ میں حائضہ عورت کے حکم میں ہوں جو کہ نماز (پڑھنے) کے لائق نہیں ہے۔ میدانِ نفی و اثبات کے شہسوارانِ یکہ تاز حضرت خلیل و حضرت حبیب علیہما الصلوات والتسلیمات ہیں اس کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) کے جزءِ اول کو جو کہ نفی سے تعلق رکھتا ہے اصالت کے طور پر حضرت خلیل (ابراہیم) علیہ السلام نے پورا کیا اور شرک کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جس کو انہوں نے بند نہ کر دیا ہو اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کہتے ہوئے شرک کے دقائق سے بھی

رہائی پا گئے پس اُس (شرک) سے کُلی طور پر پاک ہو گئے اور یکسو ہو کر کنارہ کشی کر لی اس لئے اللہ عزّ و جلّ نے ان کے نفیِ شرک کے باعث اپنی کتاب (قرآن مجید) میں متعدد جگہ ان کی تعریف فرمائی ہے اور اس کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) کا جزوِ ثانی (الا اللہ) مرتبۂ اثبات میں ہے جو کہ نفی کا نتیجہ اور اس کی علتِ غائی ہے اور اثبات سے تعلق رکھتا ہے اس کو اصالت کے طور پر حضرت حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے بقدرِ طاقتِ بشری پورا کیا اس لئے ختمِ نبوت کی مُہر آپ سے موسوم ہوئی، اور محبوبیتِ ذاتیہ جو کہ منتہائے کمالات ہے اس کا قرعہ آپ ہی کے نامِ نامی پر نکلا پس آپ امامِ انبیاء و صاحبِ شفاعت اور سیدِ اولین و آخرین قرار پائے اور آپ ہی ربوبیت کا اظہار ہوتے اور آپ ہی محبوبیت کے اہل قرار پائے اور آپ ہی سے مقامِ عبدیت کی تکمیل ہوئی علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسائر النبیین من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا ومن التسلیمات اشملہا [آپ پر اور آپ کی آل واصحاب و تمام انبیائے کرام پر سب سے افضل صلوات و سب سے اکمل تحیات اور سب سے برتر تسلیمات ہوں]۔

مکتوب ۱۰۹

خواجہ احمد بخاری کے نام ایمانِ غیب کو ایمانِ شہودی پر ترجیح دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب حاجی بیگ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ عافیت و جمعیت کے ساتھ رہیں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم و دائم رہیں اور ہمیشہ ترقی کرتے رہیں اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح پیچھے چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف رغبت کریں حق سبحانہٗ متقیوں کی صفت ایمان بالغیب بیان فرماتا ہے اور فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ [وہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں] اور ہدایت اس راستہ کی طرف رہنمائی ہے جو کہ مطلوب تک پہنچانے والا ہے اس لئے ایمان بالغیب مطلوب تک پہنچانے والا ہوا اور اگر شہود مطلوب تک پہنچانے والا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ حق سبحانہٗ اس کی رہنمائی فرماتا الیس فلیس [جب ایسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے]۔ اگر یہ کہا جائے کہ شہود بے پردگی چاہتا ہے اور غیب پردہ میں ہے اس لئے شہود افضل ہے اور مطلوب تک پہنچاتا ہے اور غیب راستہ میں رہ جاتا ہے اور حجاب سے رہائی نہیں دیتا تو میں (جواب میں) کہتا ہوں کہ رویت و شہود کا مقام آخرت میں ہے دنیا میں واقع نہیں ہے اس دنیا کا حصہ

یقین حاصل کرنا ہے جو کہ غیب سے قریب تر ہے اور یہ جو بعض طالبین کو شہود و مشاہدہ پیش آتا ہے وہ ذات تعالیٰ کا شہود نہیں ہے بلکہ صفات میں سے کسی صفت اور ظلال میں سے کسی ظل کا شہود ہے کہ جس کو اس نے ذات تصور کر لیا ہے حالانکہ ذات وراء الوراء ہے اللہ سبحانہٗ ہی جانتا ہے کہ کتنے حجابات ابھی درمیان میں ہیں۔

گر ز معشوقت خیالے در سرست　　نیست معشوق آں خیالے دیگرست

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی خیال ہے]

پس ذات عزّ و جل سے نسبت رکھنے والی چیز غیب ہے اور شہود اُس (ذات) میں وہم و شک ہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی (رحمہ اللہ) نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چیز تیرے دل میں گذرے یا تیرے خیال میں آئے اللہ سبحانہ اس سے ماوراء ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۰

خواجہ محمد صادق البخاری ثم المدنی کے نام لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد ن المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، اما بعد، روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ وسنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ آپ کے بہت سے خطوط پہنچے اور مطالعہ میں آکر انھوں نے خوش وقت کیا ہے، چونکہ فقیر خط کے لکھنے میں بہت سست ہے اور نیز کبھی تندرست ہے اور کبھی مریض، اس لئے جواب لکھنے میں کوتاہی ہوئی ہے (امید ہے کہ) اپنے اوقات کو اذکار و طاعات کے وظائف سے معمور رکھیں اور مولیٰ حقیقی کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان و دل سے کوشش کریں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، ص ۱۵۳ اس قسم کی عبادت کریں کہ عابد کا وجود درمیان میں نہ ہو اور لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] جلوہ گر ہو جائے، جب تک وجودِ بشریت کا کچھ اثر درمیان میں ہے ذکر و عبادت معیوب ہے اور اس بارگاہِ مقدس و معلّٰی کے لائق نہیں ہے لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو صاحب تجلی صوری جو کہ مبتدی ہے اور صاحب تجلی معنوی کہ متوسط ہے اور منتہی جو کہ صورت و معنی سے گذر چکا ہے سب ہی کہتے ہیں لیکن

جو شخص کہ اس کی حقیقت کو پہنچا ہو وہ عنقائے نادر ہے کہ وہ شرک کے دقائق سے گذر چکا ہے اور (اس نے) نفی کے معاملہ کو آخری نقطہ تک پہنچایا ہوا ہے، حق سبحانہٗ اس خوشگوار مشروب کا کوئی قطرہ ہم جیسے تشنہ لبوں کے حلق میں ٹپکائے اور دائمی طور پر سیراب کرے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنیوالا ہے]

یہ جو حال آپ نے دیکھا اور لکھا تھا کہ "کوئی چیز آسمان سے آئی ہے اور تمام مخلوقِ خدا ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے تا کہ وہ چیز اُن کے ہاتھ میں آجائے میں بھی اُن کے درمیان میں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں، وہ چیز میرے ہاتھ میں آپڑی، مخلوق متعجب و متحیر ہوگئی کہ وہ چیز کہاں گئی۔ جب میں نے ان کی حیرت کو دیکھا تو میں نے کہا کہ وہ میرے ہاتھ میں آگئی ہے، وہ ساری مخلوق میری طرف رُخ کر کے آگئی تا کہ مجھ سے لے لیں (لیکن) وہ نہیں لے سکے۔ مجھے ندا آئی کہ تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ یہ ایک امر ہے جو عنقا کا حکم رکھتا ہے (اور) ابھی تک کسی کو عطا نہیں ہوا ہے یہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بچا ہوا تھا تجھکو عطا ہوا ہے"

میرے مخدوم! یہ حال بہت روشن ہے، حق تعالیٰ اس کے آثار ظہور میں لائے، امیدوار رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

عزیزوں کو جو کہ سلسلہ میں داخل ہیں سلام پہنچائیں۔

مکتوب ۱۱۱

خواجہ ملّی جعفر خاں کے نام محبت کے اسرار اور مخلوقِ خدا کے ساتھ نیکی کرنے کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر باطنی جذباتِ قویہ سے مکرم و ممتاز رکھے، آپ کے عنایت نامہ و گرامی نامہ نے مشرف کیا، درویشوں کی محبت اور ان کے ساتھ توجہ و اخلاص رکھنا بہت اعلیٰ نعمت اور اعظم دولت ہے اور اسی طرح نایافت کے درد کی بابت جو آپ نے لکھا تھا یہ بھی ایک بہت بڑا امر اور یافت کی تمہید ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) کچھ دینا نہ چاہتا تو طلب (کا مادّہ ہی) نہ دیتا، انسان کی قدر و قیمت محبت کی وجہ سے ہے اور تمام موجودات سے اس کی بزرگی و امتیاز اسی درد کے باعث ہے ؎

۱۵۴

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست   درد را جز آدمی در خورد نیست

[قدسیوں (فرشتوں) کو عشق ہے اور درد نہیں ہے، درد کا اہل آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

لیکن درد و محبت کے (مختلف) مراتب و درجات میں ہر شخص اس (درد و محبت) کے مطابق اس کے انوار و برکات کا امیدوار رہے، حق تعالیٰ اس محبت کے شعلہ کو بلند کرے اور شوق و درد کی آگ کو بھڑکائے تا کہ ماسوئی سے

پوری طرح رہائی دلادے اور حریم قدس میں پہنچائے، محبت کی برکات اور اس کے کمالات کی بابت کیا لکھا جاسکتا ہے، محبت ہی ہے کہ جس نے وجود وایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے تخت پر اور غیب کے اسرار کو شہود کی جلوہ گاہ میں لائی ہے، محبت ہی ہے جو کہ محبِ صادق کو اپنے حلقوں کے ذریعہ کھینچکر، قرب کے درجات میں پہنچاتی ہے اور شیدائے مشتاق کو اپنے آپ سے رہائی دلاکر محبوب سے واصل کردیتی ہے، محبت ہی ہے کہ جس کے وسیلہ سے مریدِ صادق پیر کے کمالات کو جذب کرتا ہے اور اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

میرے مکرم! مخلوقِ خدا کا رجوع اور ان کی کارگذاری جو کہ عالمِ اسباب میں آپ کے سپرد کی گئی ہے ایک بہت بڑا کام ہے ہمت کو جمع اور نیت کو صحیح کرکے اس بزرگ کام میں لگ جائیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے غلاموں اور کنیزوں کے کام بنانے کی نیکی کو اہم کاموں میں سے تصور فرمائیں، رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "فاعلِ حقیقی اور کارسازِ مطلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو مطلق درمیان میں نہ دیکھے الخ" یہ ایک نازک خیال اور تصوف کا خلاصہ اور معرفت کا مغز ہے، اس کے مطالعہ نے باطنی لذت بخشی اور مطلوب کی بوشتاقوں کے حلق میں پہنچائی فَلِلّٰہِ دَرُّ قائلہ [پس اس کے کہنے والے کو بشارت ہے] آپ نے عصمت پناہ تاجِ مستورات کی شفایابی کے بارے میں جو لکھا تھا دوستوں کے لئے خوشی ومسرت کا باعث ہوا، الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک وعلیٰ جمیع نعمائہ [اس پر اور اللہ سبحانہ کی تمام نعمتوں پر اس کا شکر ہے] ہم امیدوار ہیں کہ کمزوری کا باقی حصہ جو رہ گیا ہے وہ بھی جاتا رہے گا اور صحتِ کاملہ حاصل ہوگی، فقیر دعا وتوجہ میں جو کہ فقراء کا معمول ہے کوتاہی نہیں کرتا اور دعا کے مقبول اوقات میں اس امرِ عظیم میں مشغول رہتا ہے ؎

چشم دارم کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول　　آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ اللہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنادیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو بھی حسنِ قبول عطا فرمائیگا] آپ کی ظاہری و باطنی نعمت جمع ہو

شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے اپنے حالات کی وضاحت میں لکھا تھا۔

متن ۵۵: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، گرامی نامہ موصول ہو کر مسرت بخش ہوا، آپ نے اعلیٰ کیفیات و مبارک احوال لکھے تھے جن کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اس قسم کے معاملات اسرار میں سے ہیں جسقدر بھی کم بیان کئے جائیں اور قیدِ تحریر میں نہ آئیں بہتر ہو گا کہ شور و فتنہ کا باعث ہے۔ اور نیز کہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے امور متشابہات کے اسرار میں سے ہیں، اسرار متشابہات وہ ہیں کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر زیادہ علم و معرفت کے باوجود کسی سے ان کا اظہار نہیں فرمایا حتی کہ اپنے صاحبزادوں سے بھی جو کہ اُن حضرتِ عالیؒ کے محرمِ راز اور خطا اور غلطی سے محفوظ تھے بیان نہیں فرمایا اور ان کے چھپانے میں کامل حرص کے ساتھ کوشش فرمائی اور وہ اسرار سربمہر چلے گئے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے بہت بلند ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ بندگی کی حقیقت تک پہنچائے جو کہ مقامات عروج کی انتہا ہے اور خواجہ عبدالرحیم کے احوال سے جو کچھ آپ نے لکھا تھا عمدہ و پسندیدہ ہے، اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہُمْ لِمَرْضَاتِکَ [اے اللہ! اُن کو اپنی خوشنودیوں کی توفیق عطا فرما] آپ نے اُن دوستوں کے نام لکھے تھے جو طریقے میں نئے داخل ہوئے ہیں واضح ہوئے اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ [اے اللہ! دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ فرما] والسلام

مکتوب ۱۱۳

سید علی بارہہ کے نام ایمانِ غیب کی ایمانِ شہود پر ترجیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ یہ دنیا دارِ عمل ہے (اس لئے) عمل میں کوشش کرنی چاہیئے اور اس کی مقدار دیکھنے کو بڑھانے میں کامل جد و جہد ملحوظ رکھنی چاہیئے تاکہ ریا سے دور تر اور اخلاص کے زیادہ نزدیک ہو کر شرفِ قبولیت تک پہنچے، دیدارِ کامل کا مقام آگے آنے والا ہے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] عدم یافت سے رنجیدہ نہ ہوں اور غیب کی بلندی سے شہود کی پستی میں نہ جائیں اور اس کی آرزو نہ کریں۔ مقامِ شہود آخرت ہے اس جگہ (دنیا) کا شہود معلول (علت و سبب والا) ہے اور تراش خراش کی علت کے ساتھ موسوم ہے غیب اس مقام میں اصالت رکھتا ہے اور اصلِ اصول

کے ساتھ متعلق ہے، شہود ظلال کے ساتھ وابستہ ہے لیکن عوام کے غیب اور اخص الخواص کے غیب میں بہت فرق ہے، عوام کا غیب حجابات کے باعث ہے کیونکہ حجابات درمیان میں حائل ہیں ظلمانی حجابات بھی ہیں اور نورانی حجابات بھی اور خواص ظلمانی حجابات سے نکل کر نورانی حجابات سے جا ملے ہیں لیکن ان حجابات کو عین صاحب حجاب (ذاتِ حق سبحانہ) سمجھ کر اُن میں اٹک گئے ہیں اور ان کے شہود کے ساتھ لذت یاب ہو گئے ہیں اور اخص الخواص دونوں قسم کے حجابات سے نکل چکے ہیں اور شہود و مشاہدہ سے بالاتر چلے گئے ہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۴

خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ تمام احوال پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط کہ سعادت آثار برادرم خان محمد بیگ نے بھیجا تھا پہنچا، آپ نے جو چند احوال لکھے تھے عمدہ ہیں اپنے کام میں مشغول رہیں اور ذکر و فکر کے ساتھ اوقات کو معمور رکھیں، اور یہ جو آپ کبھی اپنے آپ کو گم پاتے ہیں بہت خوب ہے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی نہ لوٹوں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت امیر سید علی ہمدانی ظاہر ہوئے بندہ کی طرف کچھ کدورت بھری نگاہ کی" میرے مخدوم! اس قسم کے احوال اعتماد کے لائق نہیں ہیں شیطان ایک طاقتور دشمن گھات میں ہے چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح آدمی کو راہِ حق اور صراطِ مستقیم سے ہٹا دے جو شخص کہ حق کا طالب اور اس تک پہنچنے کے راستہ کا متلاشی ہو گا حضرت امیر اس شخص سے کس طرح کدورت رکھیں گے۔ جو اعتقاد و محبت کہ اس سے پہلے آپ اُن کے ساتھ رکھتے تھے اس پر قائم رہیں اور جو کام کہ آپ کو در پیش ہے اس پر ثابت قدم رہیں اور اس قسم کے خواب و خیال کے باعث متزلزل نہ ہوں اور بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک پیر کا مرید اگر اپنی ہدایت کو دوسری جگہ زیادہ سمجھے تو جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کئے بغیر دوسری جگہ مرید ہو جائے کیونکہ مقصود حق جل علا ہے در حقیقت پیر وہی ہے کہ جس کی صحبت میں ہدایت نظر آئے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۵

ملا حسن پشاوری کے نام استقامت کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ دوستوں کو دلجمعی اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ محفوظ رکھے کہ کام کا مدار استقامت پر ہے (بزرگوں کا قول ہے کہ) اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ [استقامت کرامت سے برتر ہے]، شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ[1] [مجھ کو سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا] مشہور حدیث ہے، جب سیدِ انبیا سرورِ اتقیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام یوں ارشاد فرمائیں اور استقامت[2] کا امر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بوڑھا کردے تو ہم جیسے بوالہوس اگر استقامت کی ہوس کریں اور استقامت کا دم بھریں تو محض ہوس و خیال ہے بہر حال جد و جہد اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اس بے پایاں سمندر سے کوئی چلّو ہاتھ میں آجائے اور حلق میں پہنچے مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ [جو چیز پوری حاصل نہ ہوسکے اس کو کُلّی طور پر چھوڑ نہیں دینا چاہیئے] آپ کی استقامت کا حال سننے میں آتا ہے تو دل بہت خوش ہوجاتا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] نتائج کے منتظر رہیں، آپ کے خطوط یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت بخش ہوئے اس طرف سے جواب میں کوتاہی واقع ہوئی ہے (امید ہے کہ) معذور جانیں گے، فقیر لکھنے میں کاہل ہے اور فرصت بھی نہیں رکھتا۔ دوستوں سے دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۶
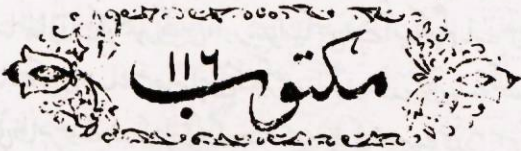
فضیلت مآب سید اسرائیل کے نام فنائے اتم اور شرکِ خفی کے دقائق سے پوری طرح رہائی پانے کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، سیادت و شرافت پناہ کا گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے صحتِ مزاج کے بارے میں لکھا تھا مزید مسرت ہوئی اس پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس سبحانہ کی حمد ہے آپ نے اپنے آپ سے عدم کے جدا ہونے اور اس کے عدم صرف سے ملحق ہونے کی بابت لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے اور فنائے مطلق کا پتہ اور عین و اثر کے زائل ہونے کی خبر دینے والا ہے، اس کے بعد ذکر و توجہ و حضور و معرفت سب اُس بارگاہِ مقدس کی طرف منسوب ہے جبتک وجود بشریت سے بال بھر بھی باقی ہے حقائقِ مذکورہ معلول (علت و سبب والے) ہیں اور

---

[1] عن ابن عباس قال ابو بکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی سورۃ ھود والواقعۃ والمرسلات و عم یتساءلون واذا الشمس کورت رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ باب البکا۔ [2] سورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم ان الفاظ میں فرماتا ہے فاستقم کما امرت۔

اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور وہ نفی و اثبات سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے (اور حقائقِ مذکورہ) اس بارگاہ کے لائق نہیں ہیں، کسی عارف نے کہا کہ آیۂ کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ [اور ہر چیز اس کی حمد کی تسبیح پڑھتی ہے] میں بحمدہٖ کی ضمیر شئی کی طرف لوٹتی ہے یعنی جو شخص کہ تحمید و تسبیح کرتا ہے (الحمد للہ و سبحان اللہ کہتا ہے) وہ اپنی تسبیح و تحمید کرتا ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹتی ہے اور اس بارگاہِ مقدس تک نہیں پہنچتی، جبتک نفی کے تمام مراتب کو طے نہ کرے اور شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی نہ پالے اس مرض سے نجات ممکن نہیں ہے، یہ مرض ایک قوی ناسور ہے کہ ہر دوا سے علاج پذیر نہیں ہوتا، جبتک خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی مانند راستہ کی خس و خاشاک کو جو کہ اس ناسور کو قوت پہنچانے والی ہیں لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کی جھاڑو سے صاف نہ کرے اور وَجَّھْتُ وَجْھِیَ [میں نے اپنا رخ کرلیا] کی منزل تک عبور نہ کرے ناسور کی جڑ پوری طرح نہیں کٹتی۔ جو شخص کہ اس رہائی کی حقیقت سے جا ملا ہے اور شرک کے دقائق سے آزاد ہوگیا ہے وہ عنقائے نایاب کا حکم رکھتا ہے، ہم جیسے بوالہوسوں کو ان باتوں کا کہنا اور سننا بھی غنیمت ہے، جو حال کہ آپ نے لکھا تھا یعنی باطن کا ظاہر سے جدا ہونا اور اسی حال کا دوستوں میں مشاہدہ کرنا عمدہ و مبارک ہے، حق سبحانہٗ دوستوں کو درجۂ کمال تک پہنچائے۔

مکتوب ۱۱۷

مخدوم زادۂ عالی مرتبہ جامع علوم ظاہری و باطنی صاحبِ کمالاتِ اصلی مخدوم و مخدوم زادۂ عالی جاہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام گرمیٔ صحبت و طالبان کو فیوض و برکات سے فیضیاب کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، آپ کے جانے کے بعد آجکل شیخ عبد الاحد فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور (اپنے کام میں) بہت سرگرم ہیں، شب و روز خدمت میں حاضر ہیں، خانقاہ میں ایک حجرہ لیکر زندگی بسر کر رہے ہیں عجیب کیفیتِ وارفتگی رکھتے ہیں بہت ترقی کرلی ہے اور شیخ بدیع الدین اور میر محمد باقر (بھی) مشارٌ الیہ (شیخ عبد الاحد) کے ساتھ موافقت کرکے طلبگاری کے لوازم کو حسبِ مقدور انجام دے رہے ہیں، الغرض ان تینوں عزیزوں کا معاملہ روز بروز رو بہ ترقی ہے، دوسرے دوست بھی ترقی کر رہے ہیں اور طالبین علائق و اسباب کو قطع کرکے اطراف و جوانب سے یہاں پہنچ رہے ہیں

اپنے کام میں سرگرم ہیں اور فیض حاصل کر رہے ہیں، پہلے ہی قدم میں (ماسوا سے) رہائی و آزادی حاصل کرنے میں سُستی اور (ماسوا کی) گرفتاری اس بے حاصل کے حصہ میں آئی ہے اور قرعۂ مہجوری و دُوری اس (فقیر) کے نام نکلا ہے، شرم آتی ہے کہ اس (ماسوا کی) گرفتاری کے باوجود آزاد لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو کسی طرح بھی ان لوگوں کی مجلس کے قابل نہیں دیکھتا اور یہ شعر اپنے اور اپنے دوستوں کے حال کے موافق پاتا ہے ؎

ماگرفتاریم بر ما ناوک بیدا د ریز — سنبل و گل در کنارِ مردمِ آزاد ریز

[ہم گرفتار ہیں ہم پر ظلم و ستم کے تیر برسا (اور) سنبل اور پھول آزاد آدمیوں کی آغوش میں ڈال]

حق جلّ و علا کی قدرت کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ (یہ فقیر) اس سُستی و افسردگی کے باوجود جس جماعت کے ساتھ نشست و برخاست کرتا ہے شعلۂ شوق ان میں پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی آتشِ محبت کو بھڑکاتا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ ماسوا سے رہائی حاصل کرتے ہیں اور ترقیاں پاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا ؕ [وہ ذات جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ کو پیدا کیا] وہی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجر و شجر کا قصہ ہے کہ انھوں نے سبز درخت سے دھوئیں کے بغیر خالص آگ دیکھی پھر انھوں نے سُنا جو کچھ کہ سُنا، اور سنگِ خارا سے پانی کے اتنے چشمے نکالے کہ وہ ایک کثیر جماعت کے فائدہ اٹھانے کا سبب بن گئے، جاننا چاہئے کہ مربّیِ حقیقی اور مرشدِ مطلق وہی تعالیٰ شانہٗ ہے ع

ازما و شما بہانہ بر ساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

کسی نے خوب کہا ہے۔ ع

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان زمطرب ست [وہ کچھ نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

؎ از تست طلسم ایں خزانہ — من ہیچ نہ ام دریں میانہ

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں] والسلام

مکتوب ۱۱۸

نیز مخدوم زادۂ بلند درجہ صاحبِ کمالاتِ اصلیہ واقفِ اسرارِ لِیْ مَعَ اللّٰہِ حضرت خواجہ عبید اللہ کے نام دیر قصور اور ان کمالات کی شرح میں جو کہ کمالاتِ ولایت و نبوت سے اوپر ہیں اور صفتِ علم کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا باعث ہوا چونکہ قصور کی دید اور امیدوں کے متہم ہونے پر مشتمل اور بلند احوال و اعلیٰ کیفیات پر محیط تھا مزید مسرت بخش ہوا، بیشک جو کچھ اس جانب　منسوب ہے بھلائی و قبول اس سے مسلوب ہے جبکہ بندہ کی ذات شر و نقص ہے تو (اس سے) منسوب امور کو اس پر قیاس کرنا چاہیے، درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، جسقدر خیر و کمال کا جلوہ زیادہ ہوگا نقص و شرارت کی دید (اسی قدر) زیادہ ہوگی ؎

معشوق اگرچہ گشت ہم خانۂ ما　　ویرانہ تر از اوّل ست ویرانۂ ما

[معشوق اگرچہ ہمارا ہمخانہ ہوگیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے]

آپ نے اپنی موجودہ حالت کی بابت لکھا تھا کہ "بے کیفی کی نسبت کہ جس کا اختصاص لطائفِ عالمِ امر و خلق میں سے کسی لطیفہ کے ساتھ نہیں سمجھتا ہے کُلّیت کو احاطہ کر لیتی ہے"، شاید کہ یہ معاملہ کمالاتِ ولایت و کمالاتِ مرتبۂ نبوت سے ماوراء ہے کیونکہ یہ دونوں کمالات ان دس لطائف کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں، حقیقتِ نماز ہے جوکہ اس خصوصیت سے بالاتر ہے اور کلّیت کو اس سے حصہ ہے سَجَدَ لَكَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ [میرا وجود اور خیال تجھے سجدہ کرتا ہے] اس کا نشان ہے اور حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآنی اور جو کچھ ان حقائق کے اوپر ہے اسی قسم سے ہے اس لئے کہ قرآنِ (حکیم) و کعبہ (مکرمہ) کو نماز کے ساتھ خاص خصوصیت ہے اور مافوق کے بارے میں کیا کہا جائے کہ کلیت اختصاص کی طرح اس بارگاہ کے راستہ میں ہے مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس شخص نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

۱۶۰ ن

اور یہ جو آپ نے صفتِ علم اور اس کے حُسن و جمال اور ناز و غمزہ جوکہ اس شخص کو بیہوش کر دیتے ہیں　کے انکشاف و تجلی اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں اُن کی قدر و منزلت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، اس صفت کے حُسن و جمال سے ہے کہ یہ صفت حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین صفات سے ہے، اور ناز و غمزہ لازمۂ محبوب ہے، اس (صفت) کے کمال و جمال سے ہے کہ موصوف کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے کیونکہ کمالِ محبت کا مقتضا دوئی کو دور کرنا ہے پس سمجھ لیجئے لیکن یہ حسن معنوی حسن ہے اور (یہ) جمال بے کیفی کا جمال ہے، چون و کیف کے مقید اس حُسن سے کیا پائیں، حُسن اُن کے نزدیک صورت کا حُسن ہے اور جمال (اُن کے نزدیک) کیف و چون آمیز جمال ہے جو شخص کہ بے کیفی و بے چونی کا نشہ نہ رکھتا ہو وہ اس حُسن کو نہیں پا سکتا اور حسنِ معنی کو حسنِ صورت سے جدا نہیں کر سکتا اور جو حسن کہ صورت و معنی سے ماوراء ہے وہ خود ایک الگ امر ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس بیان کے بموجب اگر حضرت خلیل (ابراہیم) و حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام میں محبوبیت کے معنیٰ ثابت کئے جائیں تو بعید نہیں ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کا مبدأ تعین بھی صفتِ علم ہے لیکن فرق ہے کیونکہ وہاں شانِ علم ہے جوکہ ذات تعالیٰ و تقدس پر ہرگز زائد نہیں ہے اور یہاں صفت ہے جوکہ زائد ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اسرار جوکہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں وہ ظاہر ہوتے ہیں، اُن (اسرار) کو صباحت کے مرکز میں جوکہ ملاحت ہے داخل کریں یا نہ"۔ ان اسرار کا ظاہر ہونا مبارک ہے اور اگر اکابر کے طفیل اس مرکز سے بہرہ ور کردیں تو فضل و کرم سے دُور نہیں ہے اور نورٌ علیٰ نور ہے۔

مکتوب ۱۱۹

حافظ ابو اسحاق کے نام نصائح اور تعبیرِ احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ گرامی اِن مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے جو حال میں جناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کو بھی دیکھا ہے اور اُن سے عنایات کو مشاہدہ کیا ہے اور دوسرے حال میں ایک بزرگ نے آپ کو عطیات دیئے ہیں اور اس وقت دل اس طرح حرکت میں آیا کہ پھٹ جانے کے قریب ہوگیا اور تیسرے حال میں آپ نے حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے جو حاملِ وحی اور واسطۂ رسالت ہیں، یہ سب عمدہ و مبارک ہے اور بشارت پر بشارت ہے، اپنے کام میں خوب منہمک رہیں اور جہاں تک ہوسکے ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اس قلیل فرصت میں آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی رضامندی میں دل و جان سے کوشش کریں (اور اہم) دُور افتادہ دوستوں کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "رسالۂ یا توبہ" کے پڑھنے سے دل میں ایسا شوق غالب ہوا ہے کہ نوکری اور گھر بار ترک کرکے صحبتِ (عالی) میں پہنچ جاؤں الخ" میرے مکرم! یہ شوق ایک بڑی نعمت ہے کام کا مدار شوق و محبت پر ہے اور ترقی و قرب کا معاملہ اس سے وابستہ ہے، حُسن کو دیکھنے والی آنکھ اور کمال و جمال کا ادراک کرنے والی نگاہ جس قدر روشن اور تیز ہوگی شوق و عشق کو (اسی قدر) بڑھائے گی اور معشوق کے ماسوا سے بالکل بیگانہ بنا دے گی اور معرفت کی کھڑکی اس کے باطن میں کھول دے گی ؎

آں راکہ بحسن دیدہ تیز ست این عشق بلائے خانہ خیز ست

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے لئے تیز ہے اس کے لئے عشق خانہ خیز آفت ہے]

میرے مخدوم! چونکہ ایک بڑا کنبہ آپ کے ساتھ وابستہ ہے اور آپ کے ذمہ قرض (بھی) ہے اس لئے ترکِ (ملازمت) کے جلدی کرنے میں توقف و تامل درکار ہے اور ترکِ حقیقی کے حاصل ہونے تک ترکِ حکمی اختیار کریں، اور ترکِ ظاہری کے مقابلے میں ترکِ معنوی پر کفایت کریں، اَلصُّوْفِیُّ کَائِنٌ بَائِنٌ [صوفی کائن وبائن ہوتا ہے] (یہ مقولہ) آپ نے سُنا ہوگا یعنی صوفی ظاہری طور پر مخلوق کے ساتھ ملا رہتا ہے اور حقیقی و معنوی طور پر اُن سے جدا ہوتا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۰

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام کمالِ فنا و نیستی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اس معنی کے کمال کے حصول اور اس کمال کے باعث ان کے ایمان کے اس امت کے ایمان پر فضیلت رکھنے اور اس (فنا و نیستی) سے اوپر کے معاملات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) ہمیشہ چاہتا ہے کہ اپنی حقیقتِ حال لکھے لیکن اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو اور اپنے احوال کو اس قابل نہیں جانتا کہ عرض کرے بیکار و حیران رہ جاتا ہے" میرے مخدوم! احوال لکھتے رہیں اور ان کو جلدی قلمبند کریں اور اس معاملہ میں کسرِ نفسی کو کام میں نہ لائیں کیونکہ یہ (احوال کا لکھنا) غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے اور گفتگو کا راستہ کھولتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس وقت فنائیت و گمنامی اور سلبِ کُلّی کے سوا اپنے اندر کچھ نہیں دیکھتا اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ] اس وقت جلوہ گر ہو گئی ہے کسی بزرگ نے جو یہ فرمایا ہے ع

ص ۱۶۳

این جملہ شدی ولے مسلمان نشدی [تو یہ سب کچھ تو ہو گیا لیکن مسلمان نہیں ہوا]

اس کی کنہ اس وقت ظاہر ہوئی" بیشک کام کا مدار اسی فنائیت و سلبِ کلی پر ہے اور تخلق باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونا] اسی فنائیت کا نتیجہ ہے کیونکہ ہستی کا شکار نیستی کے جال کے بغیر صورت پذیر نہیں ہے اور اسلامِ حقیقی اسی نیستی و تخلق سے وابستہ ہے، جبتک سالک کے آثار کی کچھ بُو درمیان میں ہے، اسلام کی حقیقت میں کمی ہے اور اس نے شرکِ خفی کے گرداب سے رہائی نہیں

پائی ہے اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کے راز تک نہیں پہنچا ہے، اس امت میں جو کہ خیر الامم ہے فنا و نیستی کے میدان کے شہسوارِ یکتا رصدیقِ اکبرؓ ہیں کہ جن کی شان میں (حدیث شریف میں) آیا ہے کہ جو شخص چاہے کہ مُردہ کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اس کو چاہئے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیقؓ) کو دیکھ لے کیونکہ دوسرے صحابۂ کرامؓ میں بھی اس کمال کے پائے جانے کے باوجود اس کمال کے ساتھ ان کے ذکر کی تخصیص بھی اس کمال میں ان کے کامل امتیاز کی خبر دینے والی ہے اس لئے آنجناب (صدیق اکبرؓ) کا ایمان تمام امت کے ایمان سے افضل ہوا جیسا کہ وارد ہوا ہے کیونکہ ایمان کا کمال فنا و نیستی کے کمال پر مبنی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس لئے انھوں نے آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ایسا اتحاد و تعلق پیدا کیا جو کسی دوسرے شخص کو میسر نہیں ہے مَاصَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ [اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا وہ سب میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا] مَاظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُہُمَا [ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے]

میرے مخدوم! دراثت و اسرار کلو معاملہ کہ سابقین کے درمیان ہے وہ اس گفتگو سے ماوراء ہے اور اس نیستی کا ثمرہ اور اسلام حقیقی کا نتیجہ ہے بلکہ بعض اس قسم کے ہیں کہ محض فضل پر موقوف اور صرف محبت سے وابستہ ہیں، کوئی اور عمل اس کمال تک پہنچانے والا اور اس لازوال بخشش کا ثمرہ دینے والا نہیں ہو سکتا، اعمال راستہ میں رہ جاتے ہیں، عارف اسوقت اپنے آپ کو شریعت کی صورت و حقیقت سے باہر پاتا ہے اس معنی میں نہیں کہ احکامِ شرعیہ کے بجالانے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور امر و نہی کا تابع نہیں رہتا کہ یہ کفر و الحاد ہے بلکہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ جبتک تو اس (مقام) تک نہ پہنچے نہیں پائے گا۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے]۔ والسلام اولاً و آخرا۔

مکتوب ۱۲۱

شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام محبتِ ذاتیہ کی علامت اور قبض و بسط کی شرح اور سالک کے کام میں رکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی اور اس کا علاج اور پیر کی صحبت اور مرید کی محبت کے فوائد اور اس طریقے کے دوسرے طریقوں سے اقرب ہونے کے بیان میں اور نیز اس بیان میں کہ یہ طریقہ ضرور موصل ہے اور اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے (یہاں کے) احوال ہر طرح سے حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت بخش ہوئے، چونکہ فقیر کو جو درد لاحق تھا اس کے باعث تکلیف غالب رہی اور قلم پکڑنے اور لکھنے کی طاقت نہیں تھی اس لئے جواب کے لکھنے میں تاخیر واقع ہوئی اس ماہِ مبارک (رمضان) میں مسجد کی حاضری و تراویح و ختمِ قرآن سے محروم رہا، الحمد للہ کہ ماہِ شوال میں ماہِ سابق کی بہ نسبت افاقہ رہا، اب جبکہ ماہِ ذی قعدہ کی چھٹی تاریخ ہے چند روز سے پالکی میں بیٹھ کر باہر مہمانخانہ میں آتا ہوں اور چند گھڑی درویشوں کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں ابھی تک مسجد میں نہیں جا سکا ہوں، کیونکہ وہ کچھ فاصلہ پر ہے، اور دو زانو اور چار زانو بیٹھنے کی طاقت (ابھی) نہیں ہوئی ہے، اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

لَیْتَکَ تَحْلُوْا وَالْحَیٰوۃُ مَرِیْرَۃٌ ۔۔۔ وَلَیْتَکَ تَرْضٰی وَالْاَنَامُ غِضَابٗ

[کاش کہ آپ میرے حق میں شیریں ہو جائیں خواہ زندگی تلخ رہے اور کاش کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اگرچہ تمام مخلوق ناراض ہو جائے]

اور بزرگوں نے کہا ہے کہ محبتِ ذاتیہ کی علامت یہ ہے کہ (محب کی نظر میں) محبوب کا انعام و ایلام دونوں یکساں ہو جائیں یعنی مُحِب محبوب کے ایلام سے بھی لذت پائے جیسا کہ اس کے انعام سے لذت پاتا ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایلامِ محبوب اس کے انعام سے زیادہ لذت بخش ہے اس لئے کہ اس کے انعام میں محبوب کی خواہش اپنے نفس کی خواہش کے ساتھ مخلوط ہے اور ایلام میں خالص محبوب ہی کی خواہش ہے اور اپنے نفس کی خواہش کی مخالفت ہے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور یہ عجائبات میں سے ہے ؎

اگر مرادِ تو اے دوست نامرادیٔ ماست ۔۔۔ مرادِ خویش دگر بار من نخواہم خواست

[اے دوست اگر تیری مراد ہمارا نامراد ہونا ہے تو پھر میں اپنی مراد نہیں چاہوں گا]

آپ نے یہ جو حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ علیٰ رؤس العالمین کے غلاموں کی مشغولی کی کیفیت کے بارے میں لکھا تھا کہ "انھوں نے فرمایا کہ ہم مسرور ہیں اور روز بروز اپنے باطن میں بہت زیادہ جمعیت پاتے ہیں اور کبھی کبھی بیخودی اور کچھ غیبت رونما ہوتی ہے اور کبھی کبھی حق تعالیٰ کی عنایت کو اپنے بارہ میں بہت زیادہ پاتے ہیں" اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ اس معاملہ کو ہر روز بہتر کرے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] اور اگر کبھی قبض پیش آئے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ سالکوں کو سلوک کے دوران قبض پیش آتا ہے اور ان کی ترقی کا باعث ہوتا ہے

ص ۱۶۴

اور قبض و بسط دونوں احوال میں داخل ہیں گویا اس راستہ کے ارکان سے ہیں، قابض و باسط ہر ایک اسمائے الٰہی میں سے ہے سالک کبھی ایک اسم کا مَورد (ہوتا) ہے اور کبھی دوسرے اسم کا مظہر (ہوتا) ہے لیکن قبض و بسط کا معاملہ اس وقت تک ہے جبتک کہ سالک احوال کی تلوینات میں ہے اور جب معاملہ تلوین سے تمکین میں آجاتا ہے تو قلب اور تمام لطائفِ عالمِ امر احوال کی تلوین سے رہائی پا لیتے ہیں اور قبض و بسط کی لوٹ پھیر سے آزاد ہوجاتے ہیں اس وقت نسبتِ باطن زوال و خلل سے محفوظ ہوکر دوامِ وقت اور استمرارِ حال سے متصف ہوجاتی ہے اس وقت اگر قبض ہے تو ظاہر پر ہے اور وہ باطنی لطائف میں سرایت نہیں کرتا۔ جاننا چاہئے کہ سالک کے کام میں رکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی کا ظہور کبھی ہوسکتا ہے کہ قبض کے باعث ہو جو کہ احوال سے ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے اور کبھی کسی لغزش کے ارتکاب اور صفاتِ بشریت کے غلبہ کی وجہ سے کچھ ظلمت باطن پر طاری ہوجاتی ہے اور (اس کو) بے رونق کردیتی ہے اور ذکر کے انوار کو چھپا دیتی ہے، اس وقت توبہ و استغفار لازم اور انابت و تضرع ناگزیر ہے تاکہ بشریت کی کدورت اور لغزش کی ظلمت درمیان سے رخصت ہوجائے اور ذکر و طاعات کے انوار چمک جائیں اور چونکہ قبض اور اس کدورت کے درمیان جو کہ لغزش یا صفاتِ بشریت کے ظہور کے باعث تھی فرق کرنا دشوار ہے اس لئے استغفار و انابت ہر حال میں نافع و فائدہ مند ہے، انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والبرکات و علیٰ آلہم اگرچہ گناہوں سے پاک ہیں لیکن لوازمِ بشریت کے باعث کبھی ان کے باطن پر غبار و پردہ آجاتا ہے اور وہ استغفار کے محتاج ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ بیشک البتہ میرے قلب پر غبار آجاتا ہے اور تحقیق میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ رکاوٹ نسبت باطن کے ضعف کی وجہ سے ہوتی ہے اور چونکہ نسبت نے قوت پیدا نہیں کی ہوتی اس لئے کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی پوشیدہ ہوجاتی ہے جبتک نسبت راسخ نہ ہوجائے مرشد سے ظاہری بُعد و غیبت کی حالت میں یہ ضعف پیش آتا ہے اور اس کا علاج رہبر (پیر) کی صحبت اور اس کی توجہ ہے تاکہ نسبت قوت پکڑلے اور ملکہ ہوجائے اور فنا کی حد تک پہنچ جائے، مرشد کی توجہ دوسری صورت میں بھی جبکہ کسی لغزش کے باعث کچھ ظلمت طاری ہوئی ہو نفع دینے والی ہے، پیر کامل کی توجہ ظلمت و کدورت کے پہاڑوں کو خواہ وہ کسی ذریعے سے بھی پیدا ہوئے ہوں مُرید صادق سے دُور کردیتی ہے اور اس کے باطن کو پاک کردیتی ہے اور قبض میں بھی یہ توجہ فائدہ مند ہے جلدی سے بسط میں لے آتی ہے اور تنگی کی راہ اس پر کھول دیتی ہے، الغرض کام کا مدار صحبت و توجہ پر ہے جو کہ محبت و سپردگی کے ساتھ جمع ہوتی ہے ایک جانب سے محبت و سپردگی اور دوسری جانب سے توجہ (ہونی چاہئے)

صـ ۱۶۵

ہو سکتا ہے کہ رہبر کی توجہ کے بغیر تنہا محبت نفع دینے والی ہو لیکن محبت کے بغیر محض توجہ بہت کم نفع دیتی ہے، محبت ہی ہے جو کہ پیر کی مخفی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور اس کے مخصوص کمالات کو اپنے اندر کھینچتی ہے اور فنا فی الشیخ بلکہ فنا فی اللہ پیدا کرتی ہے اور جب طرفین سے مذکورہ صفات ظاہر ہو جائیں تو امید ہے کہ ترقی کا راستہ کھل جائے اور جلدی سے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے اور راستہ میں نہ رہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور نیز فرمایا ہے کہ میں نے حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایک ایسا طریقہ مانگا ہے جو ضرور حق تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے، دوسرے طریقوں سے اس طریقہ کی اقربیت اس وجہ سے ہے کہ اس طریقہ کی ابتدا اس جذبہ سے ہے جو کہ سلوک پر مشتمل ہے اور سلوک اس کے ضمن میں طے ہو جاتا ہے اور جو جذبہ کہ سلوک کے بغیر ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے مجذوبوں سے (ظاہر) ہوتا ہے جن سے سلسلۂ طریقت جاری نہیں ہوتا، ان اکابر کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے اور ولایت کا ثمرہ دینے والا نہیں ہے اور چونکہ جذبہ محبت بخشنے والا ہے (اسلئے) سالک جذبہ و محبت کے حلقے میں گرفتار ہو کر قرب کی منزلوں تک پہنچ جاتا ہے اور آسانی کے ساتھ منازلِ سلوک طے کرتا ہے اس لئے یہ راستہ اقرب ہو جاتا ہے اور دوسرے طریقوں میں چونکہ ابتدا سلوک سے ہے اس لئے وہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے منازلِ سلوک طے کرتے ہیں اور ایک عمر اس میں صرف کرتے ہیں اس کے بعد معاملہ جذبہ تک پہنچتا ہے اور راستہ طویل ہو جاتا ہے اور اس طریقہ میں سلوک جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور راستہ اقرب ہو جاتا ہے، سلوک طالب کی جانب سے ہے پس (یہ) راہ رفتن (چلنا) ہوا اور جذبہ مطلوب کی جانب سے ہے پس (یہ) راہ بُردن (لیجانا) ہوا، رفتن اور بُردن میں بہت فرق ہے، حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ دونوں گروہوں (انسان و جن) کے عمل کے برابر ہے۔ اور یہ جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "یہ طریقہ ضرور حق تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے" اس کی تشریح یہ ہے کہ سالک کو ترقی سے باز رکھنے والے موانع اور وصول سے روکنے والے امور میں سے یا جذبِ ابتر ہے جو کہ سلوک کے ساتھ جمع نہیں ہوا ہے یا سلوکِ ابتر یعنی جذب کے بغیر سلوک ہے اور اس طریقہ میں نہ سلوکِ خالص ہے اور نہ جذبِ ابتر ہے (بلکہ) ایسا جذبہ ہے جس میں سلوک شامل ہے پس اس طریقے میں سالک کے توقف اور اس کی راہ میں رکاوٹ کا باعث طالب کی سستی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جو طالبِ صادق کہ پیرِ کامل کی صحبت میں رہے اور طلب کی جو شرائط اکابر نے مقرر کی ہیں ان کو پورا کرے امید ہے کہ وہ ضرور واصل ہو جائے گا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ

۱۶۶ ص

"کامل پیر کی صحبت میں رہے" یہ اس لئے ہے کہ ناقص کے ذریعے کوئی کامل نہیں بنتا، ناقص خود واصل نہیں ہے وہ دوسرے کو کس طرح واصل کرے گا، پس طالب کے لئے اس طریقہ کا اختیار کرنا اولیٰ و انسب ہے۔ اور نیز یہ سلسلۂ عالیہ (حضرت) صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچتا ہے بخلاف باقی تمام سلسلوں کے اور حضرت سرورِ انبیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ تک ان کا وسیلہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) ہیں، جسقدر وسیلہ قوی ہوگا، وصول کا راستہ (اسی قدر) اقرب ہوگا اور قرب کی منزلیں (اسی قدر) جلد طے کرلی جائیں گی اور یہ جو اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی تحریر میں آیا ہے کہ "ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے" درست ہے، کیونکہ ان کی نسبت حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی نسبت ہے جو کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اور نیز اس طریقۂ عالیہ کا مدار سنت کو لازم پکڑنے اور بدعت سے اجتناب کرنے پر ہے، اس طریقہ کے اکابر حتی الامکان عزیمت پر عمل کرنے کو ترک نہیں کرتے اور رخصت پر مائل نہیں ہوتے، کیفیات و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہوئے شرع کے نفیس جواہرات کو بچوں کی مانند وجد و حال کے جوز و مویز (اخروٹ و منقی) کے عوض نہیں دیتے اور صوفیوں کی خرافات پر دھوکا نہیں کھاتے، نص سے فص کی طرف مائل نہیں ہوتے اور فتوحاتِ مدنیہ (قرآن و حدیث) سے فتوحاتِ مکیہ (شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ کی کتاب) کی طرف التفات نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ اُن کا وقت دائمی ہے اور ان کا حال استمراری ہے، ماسوا کے نقوش اُن کے باطن سے اس طرح پر مٹ جاتے ہیں کہ اگر وہ ہزار سال تک ماسوا کا خیال دل میں لانے کے لئے تکلف کریں تب بھی میسر نہ ہو وہ تجلّی ذاتی جو کہ دوسروں کیلئے برق کی مانند ہے ان بزرگوں کے لئے دائمی ہے وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگوں کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [وہ لوگ کہ سوداگری اور خرید و فروخت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے] ان کی صفت ہے۔ حضرت خواجۂ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلۂ عالیہ کے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہر زرّاق و رقّاص (ریاکار اور رقص کرنے والا) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا معاملہ بلند ہے ؎

چف باشد شرحِ او اندر بیاں ‏ ‏ ‏ ہمچو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند ‏ ‏ ‏ پیش ازاں کز فوتِ او حسرت خورند

[اس کی شرح کو بیان کرنا ناانصافی ہے عشق کے راز کی طرح اس کو پوشیدہ رکھنا چاہئے، لیکن میں نے اس کی صفت اس لئے بیان کردی تاکہ قبل اس کے کہ اس کے عدم حصول پر حسرت کریں اس راہ پر چلیں

مکتوب ۱۲۲
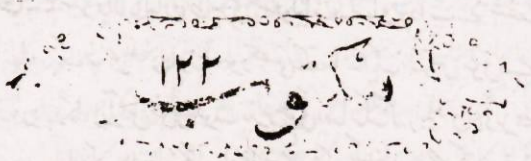
سلطانِ وقت مدظلہ کے نام سجدہ کے فضائل اور ذکر سے مذکور کی طرف ترقی کرنے پر ترغیب دینے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی تنزیہ و تقدیس کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس تعالیٰ سبحانہٗ کو تجلیات و مشاہدات و اسماء و صفات کے ماوراء ڈھونڈنا چاہئے۔

۱۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد المصطفےٰ خیر الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ البررۃ التقی واصحابہ اصحاب المقامات والدرجات العلیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی کوئی حالت اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُس کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اُس بندہ کا چہرہ خاک آلود ہو۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس بندہ کو چاہئے کہ سجدہ کرے اور خوب رغبت سے کرے اور خوب دعا کرے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کا سجدہ اس کی پیشانی کے نیچے کی زمین کو زمین کے ساتوں طبق تک پاک کر دیتا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے اندر کوئی نقص و خامی نہ ہونے کے باوجود تواضع کی اور جس نے مانگنے کے بغیر اپنے نفس میں ذلت اختیار کی اور مال کو جو اس نے جمع کیا معصیت کے بغیر خرچ کیا اور اہلِ ذلت و مسکنت پر رحم کیا اور اہلِ فقہ و حکمت سے میل جول رکھا اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنے زائد مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا اور اپنے آپ کو فضول گوئی سے روکا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

کمترین دعاگویان (یعنی یہ فقیر) حضرت ناصر الملۃ والدین، مرجع الاسلام و مؤید المسلمین، خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الارضین کے آستانۂ عالیہ کے مقیمین و عتبۂ عالیہ کے خادمین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ مسکین بے بضاعت و ناکارہ ہونے کے باوجود آنجناب کی سلامتی جان و ایمان کی دعا سے فارغ نہیں ہے اور ترقی درجات اور ظاہری و باطنی استقامت کی طلب سے غافل نہیں ہے ع

این دعا از من و از خلقِ جہاں آمین باد [یہ دعا میری طرف سے ہے اور تمام مخلوق کی طرف سے آمین ہو]

حضرت سلامت! برادر دینی شیخ عبد العلیم نے ایک خط اس فقیر کو لکھا تھا اور اس میں آنجناب کی جمعیتِ باطنی اور اس امرِ جلیل میں مشغولیت و پابندی کے بارے میں لکھا تھا اس کو پڑھ کر

اس نعمت جل سلطانہ کا شکر بجالایا کہ ان ظاہری مشغولیات کے باوجود آپ نے شفقت میں دل کو مطلوب حقیقی کے ساتھ ایک خاص تعلق اور مقصود حقیقی کے ساتھ ایک مخصوص شوق ہے، امید ہے کہ یہ تعلق روز بروز زیادہ ہوگا، اور آتش شوق قوت پذیر ہوگی، یہاں تک کہ (یہ تعلق) ذکر سے مذکور تک پہنچادے گا اور وہاں سے مدلول تک لے جائیگا اور لفظ سے معنی تک کھینچ لائے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

(ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے)

اس بارگاہ جل وعلا میں اسم ومعنی وغیرہ کا اطلاق میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے ورنہ ؏

آنجا ہمہ آنست کہ برتر ز بیان ست (وہاں سب کچھ وہ ہے جو کہ بیان سے بالاتر ہے)

اس سبحانہ کو لفظ ومعنی سے ماوراء طلب کرنا چاہئے اور آفاق وانفس، تجلیات وظہورات، توحید واتحاد اور مشاہدات ومکاشفات سے ماوراء ڈھونڈنا چاہئے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

(جب تو عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سماسکتا تو پھر میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے)

سیر وسلوک سے مقصود حجابات کا رفع ہونا ہے خواہ وہ حجابات وجوبی ہوں یا امکانی ہوں، نہ یہ کہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کرلیں ؎

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

(عنقا کو کوئی شکار نہیں کرسکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کو لگانا ایسا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اسکو کچھ حاصل نہیں)

یہ کمال (جو بیان ہوا) مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے اور یہ دید (مذکور) ولایت انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کا نتیجہ ہے، اولیاء میں سے بعض ان حضرات کو اس کمال سے حصہ ہے جو کہ تبعیت و وراثت کے طریق پر ان انبیائے کرام علیہم البرکات کے کمال تک پہنچے ہیں اور وہ ان حضرات کے صحو کی شراب سے سیراب ہوتے ہیں، اہل ولایت میں سے اہل سکر نے کمال کو شہود ومشاہدہ میں سمجھا ہے اور وہ تجلیات وظہورات کے ساتھ ولایت یاب ہیں اور توحید واتحاد کی طرف گئے ہیں، یہ لوگ اگرچہ امکانی وظلمانی حجابات سے نکل گئے ہیں لیکن نورانی و وجوبی حجابات میں رہ گئے ہیں اور ان سے رہائی نہیں پائی ہے اور انہوں نے شہود کو حضور دائمی سمجھ کر کہتے ہیں کہ تجلی ذات برقی ہے یعنی برق خاطف کی مانند ہے پھر پردہ میں آجاتی ہے، اور جو اکابر کہ کمالات وراثت (انبیاء) کے ساتھ متصف ہوئے ہیں انہوں نے توحید واتحاد کو راستہ میں چھوڑ دیا ہے اور تجلیات وظہورات سے بلند ہوکر اور

شہود و مشاہدہ سے گذر کر حجابات (ظلمانی و نورانی) سے پوری طرح باہر نکل چکے ہیں اور انھوں نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ یہ شہود اس سبحانہ و تعالیٰ کا شہود نہیں ہے اور یہ تجلی اُس تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ مقدس کی تجلی نہیں ہے بلکہ اس کی صفات میں سے کسی ایک صفت اور اس کے کمالات میں سے کسی ایک کمال کا ظہور ہے جو کہ ذات کا حجاب ہے اور ذاتِ اقدس کا طالب اس کی صفات و کمالات کے شہود سے خوش نہیں ہوتا اور آرام نہیں پاتا، اسی لئے یہ اکابر حضرت خلیل (ابراہیم علیہ السلام) کی طرح لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کہتے ہوئے اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ [میں نے اپنا رُخ پھیر دیا] پڑھتے ہوئے اس (شہود) کے ماوراء کی طرف دوڑے ہیں اور انھوں نے اسم و صفت سے ذات تعالیٰ و تبارک و تقدس کے سوا اور کچھ نہیں چاہا ہے ۔

بوصلش تا رسم صد بار ازپا افگند شوقم　　　　که نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

اللہ سبحانہٗ ہمیں ان معانی کے ساتھ ایمان اور اس چشمہ سے ایک گھونٹ عطا فرمائے۔ آفتابِ جہانداری و سلطنت کے انوار اور برکات و استقامت و ترویج ملت کے آثار روز افزوں ہوں الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام

مکتوب ۱۲۳

ص ۱۶۹

خواجہ شکی جعفر خان کے نام سیرِ عاشق در معشوق کے راز اور عارف کے قلب کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حقیقتِ جامعۂ قلبیہ جمالِ لایزال کا آئینہ ہو، حدیثِ قدسی میں ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ [نہ میں زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں لیکن میں اپنے مؤمن بندے کے قلب میں سماتا ہوں] قلبِ انسانی جب تصفیہ کے ذریعہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ وجوب کے اسرار اور قدم کے انوار اس کے آئینہ میں جلوہ گر ہو جائیں اور معشوق کی سیر عاشق میں ظاہر ہو جائے، اس شعر کے کہنے والے نے اسی سیر کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

آئینہ صورت از سفر دور ست　　　　کاں پذیرائے صورت از نور ست

[عاشق آئینہ کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]

اس وقت دل کو اسقدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے بالمقابل آسمانوں اور زمین کے طبقات کی کوئی حیثیت نہیں دیکھتا ہے۔ شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے اس مقام میں کہا ہے کہ اگر عرش کو اور جو کچھ اس میں ہے اس سب کو عارف کے قلب کے گوشہ میں رکھ دیں تو عارف کو قلب کی وسعت کے باعث اس کا احساس نہیں ہوگا۔ شیخ جنید (قدس سرہٗ) اس کی شرح وتائید میں فرماتے ہیں کہ حادث جب قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا کوئی اثر نہیں رہتا یعنی عرش وما فیہ جو کہ حادث ہے عارف کے قلب کے بالمقابل جو کہ انوارِ قدم کے ظہور کا مقام ہے محو ولاشئے ہونے کی نسبت رکھتا ہے تو محسوس کہاں ہوگا جاننا چاہئے کہ لفظ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ (میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سماتا ہوں) اور (لفظ) سیرِ معشوق درعاشق سے کوئی شخص حلول واتحاد کے معنی نہ سمجھے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک و بری ہے بلکہ (یعنی اللہ تعالیٰ کا قلبِ مومن میں سمانا اور سیرِ معشوق درعاشق) ایک بے کیف امر ہے جو اس مقام والوں پر واضح اور ظاہر ہے مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا) اس سے جو کچھ ہمارے فہم وخیال میں آتا ہے حق سبحانہٗ اس سے پاک وبرتر ہے ؎

اتصالے بے تکیّف بے قیاس ۔۔۔ ہست رب الناس را باجان ناس

[لوگوں کے پروردگار کو لوگوں کی جان کے ساتھ ایک بے کیف و بے قیاس اتصال ہے]

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم جیسوں کو ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب کرے اور اس چشمہ سے ایک گھونٹ عطا فرمائے۔

مکتوب ۱۲۴

خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے دوست کے حال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے گرامی نامے نے پہنچکر خوش وقت کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور شریعت وسنت کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ فقیر نے سرہند آنے کے بعد بہت بیماری وکمزوری اٹھائی، الحمد للہ والمنۃ کہ ان دنوں میں صحت ہے اور روز بروز ضعف کم ہو رہا ہے اور ایک دو وقت پالکی میں بیٹھ کر باہر بھی نکلتا ہے اور دوستوں کے ساتھ بیٹھتا ہے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری ۔۔۔ کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل خواری

[اگر تو مجھ کو آزار پہنچائے تو بھی میں تجھ کو منھ نہیں پھیروں گا کیونکہ عزیزوں کی طرف کی ذلت کو برداشت کرنا اچھا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "سیادت پناہ سید محمد وفا قلب میں تیس سے زیادہ مرتبہ (نفی و اثبات) کہتا ہے اور پہلے جو کچھ آنکھ بند کرکے دیکھتا تھا اب وہ کھلی آنکھ سے دیکھتا ہے، بیشک سید مذکور بہت سعادتمند ہے لیکن اس کو صحبت قلیل حاصل ہوئی ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت ترقی کرتا" اس حال کے مطالعہ سے ہم بہت خوش ہوئے۔ اور یہ جو آپ کے منتسبین میں سے ایک شخص نے دیکھا ہے کہ "آپ کے سامنے ایک نعمت ہے کہ جس سے ہفت اقلیم (تمام دنیا) کے لوگ اور وحشی جانور اور پرندے حصہ پاتے ہیں اور ان کی دلجمعی ہوتی ہے"۔ ایک اعلیٰ بشارت ہے لیکن چونکہ خواب کا معاملہ ہے دیکھئے کیا تعبیر ہوتی ہے بہرحال اس کی استعداد کی خبر دینے والا ہے قوت سے فعل میں آنا اور بات ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صاحب معاملہ کے معاون و مددگار اس قسم کی کوئی چیز دیکھتے ہیں والامر عند اللہ تعالیٰ [اور حقیقت معاملہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے] والسلام ولاً و آخراً

مکتوب ۱۲۵

شیخ ابوالمظفر برہانپوری کے نام نماز کے بعض خاص اسرار اور احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ محمد ن المصطفیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ النقی اما بعد، مکتوب مرغوب جو کہ کیفیات و واردات پر مشتمل تھا پہنچا، مسرت بخش ہوا، حق سبحانہٗ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے اور ذکر و تلاوت و نماز میں حلاوت و رقت کو زیادہ کرے اور حقیقت قرآن و حقیقت صلوٰۃ سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ نماز اسی (ظاہری) صورت پر محدود نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقائق سے اوپر ہے اور حدیث قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُصَلِّیْ [اے محمد! ٹھہر جایئے پس بیشک اللہ تعالیٰ ذات صلوٰۃ میں ہے) میں گویا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے دیکھئے کون صاحب نصیب ہوگا کہ جو اس حقیقت سے اطلاع پائے اور اس کے باغیچوں سے کوئی پھول چنے اور اس کی نماز اس حقیقت کی اقتدا کا شرف پائے اور تحریمہ میں شرکت پیدا کرے اور امام و مقتدی کی قراءت کے اتحاد کے باعث قرب خاص حاصل کرے اور امام کی قراءت کے ساتھ جو کہ حقیقت میں اس کی قراءت ہے مل کر کلام نفسی کی مانند مطلوب کا ہم آغوش ہو جائے کسی نے خوب کہا ہے ؎

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشتن تا بر لب او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز سے ہم نے سنا ہے کہ تکلم کی طرح کلام کو متکلم کے ساتھ ایک ایسا اتحاد ہے جو کسی دوسری صفت کو نہیں ہے پس اس راہ سے قرب و منزلت کو حاصل کر فَہِمَ مَنْ فَہِمَا [سمجھا جس نے سمجھا] نماز کے اسرار کہاں تک بیان کروں ع

قلم ایں جا رسید و سر بشکست　　[قلم یہاں تک پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی]

آپ نے دو حال جو اس ناکارہ کے بارے میں دیکھے ہیں " ایک یہ کہ کوئی شخص اس مسکین کی جانب اشارہ کر کے عربی زبان میں کہتا ہے کہ فلاں شخص اس قسم کا ولی اللہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو پسند کر لیا ہے اور اس سے اوپر کوئی ولی اللہ نہیں ہے، دوسرا حال یہ کہ کوئی بزرگ اس درویش کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ جو کوئی اس کو دیکھ لے یا اس سے مس کرے وہ بہشتی ہے " واضح ہوا، فقیر اگرچہ اس خطاب کے قابل نہیں ہے لیکن جب آپ جیسے بزرگ اس طرح کی کوئی چیز دیکھیں تو وہ ضرور کوئی محمل رکھتی ہوگی یا آپ نے اپنے حسن ظن کے مطابق دیکھا ہے حقیقت میں خواہ کچھ بھی ہو ؎

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول　　آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[میں امید رکھتا ہوں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائے گا]

دوسرے دو حال جو کہ عزیزی شیخ محمد نے دیکھے ہیں دونوں عمدہ و روشن ہیں، حق تعالیٰ سبحانہ مراتب کمال تک پہنچائے اور پوشیدہ معانی کو قوت سے فعل میں لائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]

خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری کے نام حال کی تعبیر اور حدیث معراج یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ الحدیث کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مکتوب شریف پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا حق سبحانہ آتشِ شوق کو مشتعل کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کر دے اور قرب کے سراپردوں تک پہنچائے۔ اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ " جناب حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے ہیں اور لوگ دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں اور آپ بھی اس مجلس میں بیٹھے ذکر نفی و اثبات حبسِ دم کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس کے معنی کو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہُ کے ساتھ تصور کر رہے ہیں اس مجلس میں ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ تو شاید پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

۱۷۲

وجود کی بھی نفی کرتا ہے اور ان کو نیست (عدم) کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے وجود کو نیست نہیں کر رہا ہوں اسی اثنا میں آپ ہوشیار ہو گئے۔ میرے مخدوم! صوفیائے کرام جو اپنے وجود کی نفی کرتے ہیں وہ اصالت وجود کی نفی کرتے ہیں اور مستقل طور پر موجود نہیں جانتے کیونکہ وجود اُن کے نزدیک اس تعالیٰ شانہ کے خاص الخاص اوصاف میں سے ہے اور وہ اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں جانتے، اگر ممکن میں وجود ہے تو وہ اُس تعالیٰ وسبحانہ کے وجود کا پرتو اور اس بارگاہ سے مستفاد و مستعار ہے، یہ ظلی وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل فانی اور لاشی نظر آتا ہے اور نفی کے قابل ہے اور قریب ہے کہ وہ وہم و خیال کی چیزوں میں شمار ہو، کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ [اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے] نص قرآنی ہے، بیشک جب حادث قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ پس وجود اصالت واستقلال کے طور پر ممکن سے ہمہ وقت منفی ہے اور وجودِ ظلی ثابت ہے، عوام و خواص اور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات و غیر انبیاء سب اس معاملہ میں برابر ہیں اور سب کا وجود مستعار و مستفاد ہے اور مستقل واصلی وجود حضرت ذوالجلال (تعالیٰ شانہ) کا خاصہ ہے۔ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے آپ کو نفی کیا اور واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کے بالمقابل اپنے آپ کو نیست تصور کیا جیسا کہ آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ تَرَکْتُ لِاَجَلِکَ [اے اللہ! تو ہے اور میں نہیں ہوں اور میں نے تیرے ماسوا کو تیری خاطر چھوڑ دیا] اگر یہ کہا جائے کہ معراج کی حدیث میں جو یہ نقل کرتے ہیں یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاکَ خَلَقْتُ لِاَجَلِکَ [اے محمد! میں ہوں اور تو ہے اور میں نے تیرے ماسوا کو تیری خاطر پیدا کیا] حق تعالیٰ اپنے حبیب کا اثبات کرتا ہے تو پھر آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نفی کیوں کی کہ جواب میں (یہ) فرمایا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ وَتَرَکْتُ لِاَجَلِکَ. میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ اثبات وجودِ موہوب کے اعتبار سے ہو جو کہ ولادتِ ثانیہ کے ساتھ مربوط ہے اور نفی عدمیت اصلی اور فقر فطری کے اعتبار سے ہو جو کہ ممکن کا مقدر ہے یعنی حق سبحانہ نے جب اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نعمتِ عظمیٰ کے اظہار کے ساتھ نوازا کہ جو وجودِ موہوب و بقاءِ ذات تجھ کو عطا ہوا ہے کسی اور شخص کو میسر نہیں ہوا اور میں نے سب کو تیرا طفیلی کر دیا ہے تو آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے تواضع وکسر نفسی کے طور پر ذاتی عدمیت اور فطری فقر پر نظر کرتے ہوئے اپنی نفی کی اور نعمت کو اس بارگاہ کے حوالہ کرتے اُس (تعالیٰ شانہ) کا اثبات کیا، جیسا کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی نوکر پر مہربان ہو کر اس پر اپنے انعامات کی تعداد کا اظہار کرے اور اس کو سربلند کرے اور وہ فطری خوبی کے باعث جو کہ اس کو حاصل ہے تواضع کے

طور پر اپنی نفی کرے اور (اپنی) قدیمی فقر واحتیاج کو یاد کرے اور کہے کہ میں کچھ نہیں ہوں اور یہ تمام نعمتیں تیری طرف سے ہیں ؎

از تست طلسمِ ایں خزانہ — من ہیچ نیم دریں میانہ
من ذرۂ خاکِ آستانم — تو می طلبی بر آسمانم
ہم گنج توئی وہم تو گنجور — من دستِ تہی فشاندم از دُور

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں — میں آستانہ کی خاک کا ایک ذرہ ہوں، تو مجھ کو آسمان پر بلاتا ہے — خزانہ بھی تیرا ہی ہے اور خزانہ والا بھی تو ہی ہے، میں نے دُور سے خالی ہاتھ جھاڑے]

اور دوسرے احوال بھی عمدہ و روشن ہیں، اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال پر ترقی عطا فرمائے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۷

خواجہ مومن قاضی زادہ برہانپوری کے نام نماز کی خصوصیات کے بارے میں اور آثارِ بشریت کے دُور ہونے اور محبت کے اسرار اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا کیونکہ انھوں نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضا سے نکلتے ہیں گویا روا روا رواں ایک زبان ہے اور بہت لذت پیدا ہوتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اُس بارگاہِ اقدس کی جانب راجع ہو جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا، چونکہ نیک احوال و کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے اور غرور و خود پسندی سے دُور کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں ایک ایسی حالت رُونما ہوتی ہے کہ حجاب درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور جس رکن کو ادا کرتا ہے پھر دوسرے رکن پر لوٹنے کا ذوق نہیں ہوتا اور غیر کا خیال ہرگز دل میں نہیں گذرتا اور اس وقت بہت زیادہ خوف پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو خس و خاشاک کی مانند بھی نہیں پاتا" آپ جان لیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز کی حالت میں وہ حجاب اٹھا دیا جاتا ہے جو نمازی اور اس کے پروردگار کے درمیان ہوتا ہے۔ اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے لکھا ہے کہ یہ حجاب کا دور ہونا منتہی کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ عزّوجل کا شکر بجا لائیں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں

کوشش کریں اور نماز کو آداب و شرائط و طولِ قیام و قرأت کے ساتھ ادا کریں جو قرب کہ اُس (نماز) کی ادائیگی کے دوران ہوتا ہے وہ اس کے باہر نہیں ہے، وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا [اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کر اور نماز کی ادائیگی پر قائم رہ] نماز کے کچھ اسرار برادرِ عزیزم شیخ ابوالمظفر (برہانپوری) کے خط میں لکھے گئے ہیں اگر آپ ان کا مطالعہ کریں گے تو ظاہر یہ ہے کہ محظوظ ہوں گے۔

آپ نے لکھا تھا کہ " بہتا ہوا پانی، صحرا اور درخت وغیرہ اشیاء کے دیکھنے میں ایک رقت پیدا ہوتی ہے اور کچھ ایسے اسرار معلوم ہوتے ہیں جو ہرگز بیان میں نہیں آسکتے اور مشغولی کے وقت ایک ایسی حالت پیش آتی ہے کہ ہستی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے اور مقامِ حیرت پیدا ہو جاتا ہے"۔ یہ تمام احوال مقبول و پسندیدہ ہیں حق سبحانہٗ نفی کے کمال اور انتفا کی حقیقت تک پہنچائے تاکہ بشریت کے آثار پوری طرح درمیان سے اٹھ جائیں اور لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] جلوہ فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ " جب کبھی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں تو ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور محبت کا ایک ایسا نشہ اس طرف سے وارد ہوتا ہے کہ کیا لکھا جائے"۔ میرے مخدوم! یہ تمام کیفیات اسی نشہ سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ دید اسی محبت سے ظاہر ہوئی ہے، کام کا مدار محبت پر ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوئی ہے، محبت ہی ہے جو کہ پوشیدہ راز اور مخفی خزانہ کو ظہور کی جلوہ گاہ میں لائی ہے۔ محبت ہی ہے جو کہ حجابات کو دور کرتی ہے اور وصلِ عریاں (بے حجاب وصل) تک پہنچاتی ہے، آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضا سے (بھی) نکلتے ہیں گویا رواں رواں ایک زبان ہے اور بہت زیادہ لذت پیدا ہو جاتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اس بارگاہ اقدس کی طرف راجع ہو جاتی ہیں۔ میرے مخدوم! غلبۂ ذکر کے وقت ہر عضو ذاکر ہو جاتا ہے دل اور تمام لطائف کے ساتھ (اس کی) خصوصیت نہیں رہتی، اگر تلاوت میں بھی یہ کیفیت پیش آئے اور تمام اعضا تلاوت میں مشغول ہو جائیں تو گنجائش ہے اور نیز جب بندہ کلام الٰہی کے سننے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کلیت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے تو حاسۂ سمع (کان) کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا اگر تلاوت بھی اپنی کلیت کے ساتھ کرے تو کیا تعجب ہے شاید کہ اس معاملہ کا راز یہ ہے کہ ہر حکم جو اس بارگاہ اقدس سے منسوب ہے وہ کلیت کے ساتھ ہے کیونکہ حصے اور اجزا ہونا وہاں محال ہے اگر تکلّم ہے تو کلیت کے ساتھ ہے اگر استماع ہے تو وہ بھی کلیت کے ساتھ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کلّی طور پر علم ہے، کُلّی طور پر قدرت ہے اور کُلّی طور پر ارادہ ہے علیٰ ہذا القیاس [اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے] تخلق کے حکم کے مطابق عارفِ متخلق بھی

اپنی کلیت کے ساتھ متکلم اور اپنی کلیت کے ساتھ سامع ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس، کلامِ الٰہی کے ساتھ تکلم کرنے میں یہ معنی بہت زیادہ واضح ہیں اس لئے کہ یہ وہی کلام ہے کہ حق سبحانہٗ جس سے کلیت کے ساتھ متکلم ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۸

محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان کو بلند مقامات اور روشن اسرار کے حصول کی بشارت دینے کے بارے میں اور اس بیان میں کہ لطائفِ عالمِ امر کا عروج کہاں تک ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ کہاں سے ہے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ حقیقتِ قرآنی کے کمالاتِ نبوت پر فوقیت رکھنے کے بارے میں کیا تھا اور اس بیان میں کہ جو شخص صاحبِ قیومیت نہ ہو اس کو ذات سے حصہ اور غیر محمدی المشرب کا حقیقۃ الحقائق سے لحوق شیخ کی ضمنیت کے ذریعہ سے ممکن بلکہ واقع ہے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح اور حق جل وعلا کے طالبین کی خدمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوباتِ شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوتے چونکہ روشن کیفیات اور بلند احوال پر مشتمل تھے اس لئے مسرت میں اضافہ کیا، فقیر نے ان ایام میں بیماری بہت اٹھائی چنانچہ اپنے آپ لکھنے اور بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ اب پوری طرح صحت ہے اور دوستوں کو خط بھی لکھتا ہوں اگرچہ کھڑا ہونے یا دو زانو بیٹھنے کی طاقت ابھی تک نہیں ہوئی ہے، آپ کے پانچ چھ خط سرِ دست موجود ہیں ہر ایک کے مختصر جواب میں مشغول ہوتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس مرتبہ کی حالت میں جن نسبتوں کے حصول کی بشارت دی گئی تھی (یہ عاجز) ان کا ادراک کرتا ہے اور آپ نے اس کی تفصیل لکھی تھی" سب واضح ہوا، حق سبحانہٗ اسی طرح ہمیشہ ترقیات پر رکھے، اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ میں ایک روز (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے) مکتوباتِ جلد سوم کا ستہتر واں مکتوب مطالعہ کر رہا تھا اسی اثناء میں حقیقتِ صلوٰۃ کا کچھ پرتو جو کہ انوارِ قِدم کے عجائبات پر مشتمل تھا نہایت بلندی و بے کیفی کے ساتھ اس فقیر کے باطن پر چمکا اور حقیقتِ قرآنی کے اوپر ظاہر ہوا اور اس نے نہایت درجہ اپنا مغلوب بنا لیا اور مدت تک اس نسبت سے مغلوب رہا اور بلا شبہ محسوس کرتا تھا کہ (یہ) اسی حقیقت

(یعنی حقیقتِ صلوٰۃ) کا پَرتَو ہے کبھی کبھی فرض نماز میں یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ نے دوسرے خطوط میں بھی اس معنی کے حصول کا اظہار کیا ہے اور وہ حال جس کی تعبیر حقیقتِ صلوٰۃ اور وہ معاملہ جو کہ اس حقیقت سے اوپر ہے وہ آپ نے معلوم کیا ہے اور اس معاملہ کی صحت و سقم معلوم کرنے کے لئے اس فقیر سے توجہ کرنے کی درخواست کی ہے۔ میرے مخدوم! فقیر اس معاملہ میں متوجہ ہوا، ظاہر ہوا کہ آپ کو اس عجیب و غریب نسبت سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ اقتداءِ صلوٰۃ بصلوٰۃ بھی معلوم ہوئی، والغیب عند اللہ تعالیٰ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "عروج بہت معلوم ہوتا ہے' ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ لطائف نے اپنے اصول سے بھی جو کہ عرشِ عظیم سے اوپر ہیں بالا ترقی کی ہے"۔ بیشک لطائف کا اپنے اصول سے ترقی کرنا ولایت کی شرط ہے ولایتِ صغریٰ میں لطائف کا عروج اسماء وصفات کے ظلال تک ہے اور ولایتِ کبریٰ میں اسماء وصفات کے اصول تک ہے' عالمِ امر کے لطائف کا عروج ولایتِ کبریٰ تک ہے بلکہ ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ اولیٰ تک زیادہ تر معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ ہے ولایتِ کبریٰ کے باقی دائروں سے نفس کا حصہ ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ ولایتِ علیا و کمالاتِ نبوت سے ہے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہوتی ہے اور نزول کی طرف رُخ محسوس ہوتا ہے"، بیشک کمالِ عروج کے بعد نزول سے واسطہ پڑتا ہے! اور یہ نزول اتم ہے اس کے ثمرات و نتائج بہت زیادہ ہیں، اور آپ نے جو یہ نزولِ ملائکہ کے ظہور اور بائیں جانب کے کاتب (فرشتہ) کے بیکار رہنے کی بابت لکھا ہے یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اور آپ نے جو انعام کے بالمقابل ایلام کی لذت کے زیادہ ہونے کا اظہار کیا ہے، بیشک اسی طرح ہونا چاہئے دوسرے حضرات نے محبتِ ذاتیہ کی علامت انعام و ایلام کا برابر ہونا کہا ہے اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے نزدیک انعام کی نسبت ایلام زیادہ لذت بخش ہے یہ محبت کی دیوانگیوں میں سے ہے مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔ آپ نے لکھا تھا کہ حقیقتِ صلوٰۃ و خلّت و محبت سے حصہ دونوں معنی میں پاتا ہے اور خُلّت کا نفیس پشمینہ کا بے رنگ خلعت ظاہر ہوتا ہے، یہ کیفیات اکثر نمازوں میں خصوصاً فرض نمازوں میں اور کبھی اس (نماز) کے علاوہ پاتا ہے اور کبھی حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مناسبت اور کبھی فنائے خاص مفہوم ہوتی ہے۔ نیز حقیقتِ معبودیتِ صرفہ جو کہ حقیقتِ صلوٰۃ کے اوپر ظاہر ہوتی تھی اور اس مصرع

من بجائے میروم کانجا قدم نا محرم ست [میں ایسی جگہ جا رہا ہوں کہ جس سے قدم ناواقف ہے] کے مضمون

اس بے نشان مقام کا نشان ہی پَرتَو انداز ہوئی۔ حقیقتِ قرآن مجید بلکہ ذات وصفاتِ واجب تعالیٰ و تقدس

اس عجیب مقام میں نمودار ہوئیں نخ میرے مخدوم! جو چیزیں کہ آپ لکھتے ہیں ہم جیسے ناکاروں کو ان امور کا تصور و درک میں خیال آنا بھی غنیمت ہے اور ان معانی پر بیان لانا کافی اور نتیجہ بخش ہے (اگرچہ یہ امور نہایت دشوار ہیں) لیکن چونکہ آپ اس نسبت والوں کے ساتھ محبت و رابطہ رکھتے ہیں (اس لئے) اُن حضرات کی برکات و نسبت خاص سے امیدوار ہیں، اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ معیت محب صادق کے نصیب نہ ہو کیونکہ اگر وہ کسی مقام میں محبوب سے کوتاہی کرے تو معیت درست نہیں ہوتی لیکن تفاوتِ محبت کے مطابق معیت میں بھی تفاوت ہوتا ہے، باوجودیکہ ان مقامات میں سے بعض میں آپ متشبہ بھی ہوتے ہیں لیکن حقیقتِ قرآنی کا اُس مقام میں ظاہر ہونا جو کہ معبودیتِ صرف ہے محلِ تامل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور نیز حقیقتِ قرآنی ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مطابق حضرت ذات تعالیٰ کی وسعتِ بیچون کا مبدأ ہے اور یہ حقیقت ذاتِ مجرد پر زائد ہے پس معبودیتِ صرف کے لائق نہیں ہوگی اور اس بارگاہِ عالی سے نیچے ہوگی، اس بیان سے وہ شبہ ساقط ہو گیا جو کہ وارد کیا گیا ہے کہ حقیقتِ قرآن صفتِ کلام یا شانِ کلام سے پیدا ہوتی ہے اس لئے ولایتِ کبریٰ میں داخل ہوگی اور اس کے کمالاتِ نبوت سے فوقیت رکھنے کی کیا صورت ہوگی کیونکہ یہ معنی کہ وسعتِ بیچون کا مبدأ حضرتِ ذات تعالیٰ ہے ولایتِ سہ گانہ و کمالاتِ نبوت و حقیقتِ کعبہ سے بالاتر ہے، پس سمجھ لیجئے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک مرتبہ ذاتِ موہوب کا پرتو اس کمینہ پر چمکا اُس وقت میں جس طرح کہ افعال و صفات کو اس طرف سے پاتا تھا جسم و جثہ بھی اسی طرف سے پاتا تھا بلکہ جسم بھی نگاہِ بصیرت سے اُٹھ گیا تھا اور نورانیت کے سوا کوئی اور امر ادراک و مشاہدہ میں نہیں آتا تھا" میرے مخدوم! ذاتِ موہوب سے مراد اگر وجودِ موہوبِ حقانی ہے جو کہ ولادتِ ثانیہ سے وابستہ ہے تو ٹھیک ہے اور اگر مراد وہ حقیقت ہے جو کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کو عطا ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اور اس نعمت والے کا ایک زمانہ میں متعدد ہونا واقع نہیں ہے تو محلِ تامل ہے، مگر یہ کہ فنافی الشیخ کے واسطے سے جو کہ اس نسبت کا حامل ہے ذاتِ موہوب کے ساتھ کچھ نسبت پیدا کرے اور اس کے انوار و برکات سے بہرہ مند ہو جائے جیسا کہ لفظ "پرتو از ذاتِ موہوب تافت" (ذاتِ موہوب کا پرتو چمکا) اس معنی کی خبر دینے والا ہے اور اس قسم کی نسبت ذاتِ موہوب کے ساتھ ممکن بلکہ واقع ہے اور اسی طرح حقیقتِ حقائق تک وصول ہے (کہ) اگر وہ محمدی المشرب ہے تو اس کو راہِ وصول حاصل ہے اور غیر محمدی المشرب اگر فنافی الشیخ کے واسطہ سے واصل ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اہلِ ہند کے لئے نفی و اثبات کے معنی فارسی زبان میں مشق کرنا دشوار ہے ہندی زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟ میرے مخدوم! ابھی تک بزرگوں سے معلوم نہیں ہے کہ ہندی میں کسی شخص کو سکھایا ہو، ہم بھی اس قسم کے لوگوں کو جو فارسی میں سکھاتے ہیں تو وہ تھوڑی سی محنت سے یاد کر لیتے ہیں اگر کسی پر بہت زیادہ دشوار ہو تو ہندی میں بتا دیں، اہلِ عرب کو جو ہم بتاتے ہیں تو عربی زبان میں بتاتے ہیں اور لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہ سے دلالت کرتے ہیں۔ محمد عارف نے ولایتِ علیا کے ساتھ کچھ مناسبت پیدا کی تھی اور عناصر کا تصفیہ جو اس نے حاصل کیا تھا وہ اسی کے باعث تھا لیکن ولایتِ کبریٰ میں مقام رکھتا تھا اب ان دو تین دنوں میں توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ولایت میں پہنچ گیا ہے عناصر کے تصفیہ کی حقیقت اس مقام میں ہے پہلے اس مقام میں عناصر کے تصفیہ کی صورت تھی۔ عبدالواحد نے بھی بہت ترقی کی ہے قریب ہے کہ احاطہ ظلال سے باہر آجائے۔ اور آپ نے دوسرے دوستوں کے جو احوال لکھے ہیں سب عمدہ و پسندیدہ ہیں آپ اُن کے احوال میں خوب مشغول ہوں اور احسانمندی کے ساتھ ان کی خدمت کریں، حدیث یَا دَاوٗدُ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَّہٗ خَادِمًا [اے داود! جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم ہو جا] آپ نے سُنی ہوگی۔ اور نیز حدیث نقل کرتے ہیں اِنَّ اَحَبَّ عِبَادَ اللہِ اِلَی اللہِ مَنْ حَبَّبَ عِبَادَ اللہِ اِلَی اللہِ وَحَبَّبَ اللہَ اِلٰی عِبَادِہٖ [بیشک اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دوست بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کی طرف دوست بناتا ہے] والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام الی یوم القیام۔ ۱۷۵

مکتوب ۱۲۹

خواجہ محمد ماہ[1] پسر خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام تعزیت و نصیحت کرنے اور شریعت و سنت علیٰ منورہا کے اور دوامِ ذکر پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ کیا لکھا جائے کہ ہولناک واقعہ اور وحشت انگیز خبر کے سننے پر دوستوں کو کس قسم کی مصیبت پہنچی اور کتنا رنج و غم پیش آیا اِنَّا لِلہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ [بیشک ہم اللہ کے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کی تقدیر و

[1] خواجہ محمد صدیق ملقب بہ خواجہ ماہ، جیسا کہ مکتوب ۱۰۱ سے واضح ہے، مترجم

ارادے صبر و رضا کے سوا چارہ و مفر نہیں ہے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری کہ خوش بود ز عزیزان تحمل خواری

[اگر تو مجھے آزار پہنچائے تب بھی میں تجھ سے روگردانی نہیں کرونگا کیونکہ عزیزوں کی طرف سے ذلت کو برداشت کرنا اچھا ہوتا ہے]

آپ کو چاہئے کہ شریعت و طریقت کے راستہ پر قائم رہیں تاکہ حقیقت تک راہ پائیں اور اپنے بزرگوں کے طریقے اور روش کو نہ چھوڑیں تاکہ ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوں، دنیاوی زندگی بہت تھوڑی ہے اور آخرت کا معاملہ دائمی و ابدی ہے ایسا کام کرنا چاہئے کہ نجاتِ اُخروی حاصل ہو جائے اور مالکِ حقیقی سے سرخروئی نصیب ہو جائے، حق سبحانہ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ وہ جو کچھ سمجھ میں آئے کرے اور جس طرح چاہے زندگی بسر کرے، اس کو اوامر و نواہی کا پابند بنایا ہے، انسان اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرے جس چیز کا اُس کو امر کیا گیا ہے اس کو بجا لائے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے کنارہ کش ہو جائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ سرکش بندہ ہوگا اور طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اگر ذکر کہنے میں دل کو بیزاری پیدا ہو اور وہ ذکر کہنے سے باز رکھے تو محض وقوفِ قلبی یا بے کیف توجہ میں مشغول ہو جائیں —— اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "آرام و جمعیت اس میں ہے کہ دل کی حرکت جس طرح کی ہو ہو اور دل میں کوئی خیال نہ گذرے یہاں تک کہ اسمِ ذات کے تلفظ کا خیال بھی نہ گذرے جس وقت یہ صفت ظاہر ہوتی ہے تمام چیزوں سے روک دیتی ہے، اس حال میں آرام و جمعیت زیادہ سے زیادہ مشاہدہ کرتا ہے" میرے مخدوم! یہ حال عمدہ ہے اور دل کو ماسوا سے جسقدر بھی قطع تعلق حاصل ہو جائے نعمت ہے لیکن بشرطیکہ فرائض و واجبات میں خلل واقع نہ ہو ورنہ خطرہ ہی خطرہ ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے لیکن صفتِ مذکورہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور ڈرتے اور کانپتے رہیں اور سنتِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مضبوطی سے قائم رہیں راہِ نجات یہی ہے اور اس کے علاوہ بیکار محنت کرنا ہے آپ کی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْعَلِیَّۃِ (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شریعتِ عالیہ کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے)

مکتوب ۱۳۰

شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے بلند و روشن احوال کی تعریف میں مع بعض بشاراتِ عالیہ کے اور اس بارے میں کہ جو غیرِ قطب کے مددگاروں میں سے ہو اگر وہ اپنے آپ کو

فیض کا واسطہ پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہے اس کا تفوق کمالاتِ نبوت پر جو کہ مرتبۂ ذات ہے کس طرح ہوگا؟۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین۔ دو مکتوباتِ شریفہ آپ نے اس سے پہلے بھیجے تھے انھوں نے پہنچکر خوش وقت کیا اور مسرت افزا ہوئے، اس وقت میں (یہ) فقیر بیمار تھا، جواب لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اب جبکہ مرض کی شدت سے آرام ہے دونوں خطوں کے جواب میں جو کہ اعلیٰ و روشن احوال و کیفیات پر مشتمل تھے مشغول ہوتا ہے اور آپ یہ جو عنایتِ خداوندی جل شانہٗ جو کہ چند و چون سے باہر ہے اس کے شاملِ حال ہونے کو مشاہدہ کرتے ہیں اور کدورتوں کے دُور ہونے اور لغزشوں کے معاف ہونے کو جو محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات اپنے آپ کو فیض و رحمت و مغفرت کا واسطہ پاتے ہیں اور جو فیوض و برکات کہ سرورِ کائنات علیہ وآلہٖ افضل الصلوات واکمل التحیات کی بارگاہ سے دائمی طور پر اپنے اوپر پاتے ہیں گویا کہ ایک نہر اُس بحرِ محیط سے اس جانب کو کھودی گئی ہے اور دائمی طور پر جاری ہے اور گویا اپنی نظرِ مبارک سے ہرگز اوجھل نہیں ص۱۸۰ کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی اپنی مہربانی سے دُور نہیں کرتے اور ان امورِ مکتوبہ میں شک و شبہ نہیں پاتے بلکہ دن میں دوپہر کے وقت سورج کے دیکھنے کی مانند پاتے ہیں، یہ ایک بڑی نعمت ہے، اس کے مطالعہ نے مسرور کیا اور معنوی لذتیں بخشیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ اور آپ اپنے آپ کو جو فیض کا واسطہ پاتے ہیں" میرے مخدوم! یہ معاملہ قطب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن جو غیر قطب کہ قطب کے معاونوں اور مددگاروں میں سے ہے اگر یہ معنی اپنے اندر محسوس کرے تو گنجائش رکھتا ہے اور جیسا کہ عالمِ مجاز میں وزیر مخلوق کو شاہی انعام پہنچانے کا واسطہ ہوتا ہے اگر وزیر کے مددگار بھی جو کہ مرجعِ خلائق ہیں اپنے آپ کو انعامات کا واسطہ سمجھیں تو کیا بعید ہے۔ آپ نے حقیقتِ قرآنی کے بارے میں دریافت کیا تھا ظاہر ہوتا ہے کہ اس حقیقت میں (آپ کو) بہت ترقی واقع ہوئی ہے، بظاہر یہ معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہے۔ اور آپ نے صباحت کے حصہ اور پرتَو کے بارے میں جو پوچھا ہے وہ بھی محسوس ہوتا ہے اَلْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ [غیب کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جب کمالاتِ نبوت کا معاملہ ذاتِ بحت (محض) کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآنی کے اس پر فوقیت رکھنے کی کیا صورت ہے، میرے مخدوم! کہاں سے معلوم ہوا کہ کمالاتِ نبوت کا تعلق ذاتِ بحت کے ساتھ ہے اس فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) سے کس نے نقل کیا ہے، فقیر نے [illegible] نہیں کہا ہے اور حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے کلام میں بھی معلوم نہیں ہے

ہاں ان کمالات تک وصول ولایتِ سہ گانہ کے حصول کے بعد ہے اور اسماء وصفات، شیون و اعتبارات اور تنزیہات و تقدیسات کے عبور کے بعد ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن سے ترقی کے بعد ہے جو کہ طریقہ کے بیان والے مکتوب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے لیکن ان (کمالاتِ نبوت) کے ذاتِ بحت سے متعلق ہونے میں کلام ہے ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا　　قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُیُوْفُ

[سعاد (محبوبہ) تک پہنچنا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اس کے راستہ میں بلند پہاڑ اور غار حائل ہیں]

یہ معاملہ ذاتِ محض کے ساتھ کس طرح متعلق ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) نے اسی مکتوب میں حقیقتِ کعبہ کو جو کہ عظمت و کبریائی کے سراپردوں سے عبارت ہے کمالاتِ نبوت کے اوپر لکھا ہے اور کمالاتِ نبوت سے حصہ جزوِ ارضی (خاک) کے لئے ثابت کیا ہے اور حقیقتِ کعبہ سے ہیئتِ وحدانی کے لئے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کا مجموعہ ہے حاصل ہونا لکھا ہے اور نیز اسی مکتوب میں مرتبہ ذات کو ان کمالات کے اوپر ثابت کیا ہے جیسا کہ انھوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وجود و عدم سے ماوراء ہے اور نیز انھوں نے لکھا ہے کہ یہ ماوراء ہونا حجابات کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجابات تمام اُٹھ چکے ہیں بلکہ عظمت و کبریائی کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو کہ ادراک کی مانع ہے اور حقیقتِ قرآنی حقیقتِ کعبہ ربانی کے اوپر ہے اور وہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد قدس سرہٗ) کے طریقہ پر مبدأ وسعتِ بیچون حضرت ذات تعالیٰ سے عبارت ہے جیسا کہ انھوں نے (مکتوبات کی) جلد ثالث میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے پس اشکال دور ہو گیا اور شبہ جاتا رہا۔ اگر آپ حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے کلام کا تتبع کرتے تو ظاہر ہے کہ آپ اس اشکال سے رہائی حاصل کر لیتے۔ زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کی تحقیق سے آگاہی حاصل کئے بغیر حقیقتِ قرآنی کو ایک خط میں شانِ کلام لکھا ہے اور دوسرے خط میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے پہلے خط میں غلطی سے لکھا ہے، حقیقتِ قرآنی صفتِ زائدہ ہے غلطی کے اعتراف کا کونسا موقع ہے، جس طرح کلام اللہ تعالیٰ کی صفتِ زائدہ ہے اسی طرح وہ شانِ غیر زائد بھی ہے اور یہ دونوں باتیں حقیقت کے طور پر ہیں مجاز درمیان میں نہیں ہے پس کلام کو ایک کے ساتھ مخصوص کرنا اور دوسرے کی نفی کرنا کس معنی میں سے ہوگا، اور یہ تسلیم کر لینے کی صورت میں کہ کلام صفت کے ساتھ مخصوص ہے اگر اس کی حقیقت شان ہو تو کیا نقص ہے اور تحقیق وہی ہے جو حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) نے افادہ فرمائی ہے۔ اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ جب سالک ولایاتِ ثلاثہ و کمالاتِ نبوت سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کی سیر حقائق میں واقع ہوتی ہے

ص مکتوب ۲۶۶ دفتر اول از مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی وغیرہ

ص ۱۶۱

مکتوب نمبر ۱۶، ۷۹، ۹۵ وغیرہ

تو گویا وہ ولایات وکمالات میں سے ہر ایک کا عروج ونزول علیحدہ رکھتا ہے یا ایک عروج کے ساتھ ولایات وکمالات سے مشرف ہوجاتا ہے اور ایک نزول کے ساتھ نازل ہوجاتا ہے۔ میرے مخدوم! بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ ایک عروج کے ساتھ ان مقامات کو طے کرکے نزول کرتے ہیں اور بعض دوسرے اشخاص کے عروج ونزول متعدد ہوتے ہیں اور بعض کو بعض مقامات میں عروج ہوتا ہے اور نزول نہیں ہوتا یہ معاملہ طالبین کی قابلیتوں کے مطابق مختلف ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ تفاوت راہبر (مرشد) کی تربیت کے تفاوت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ آپ نے کوہستان کے سفر کا ارادہ کیا ہی بہتر ہے استخاروں کے بعد متوجہ ہوں، فقیر کی جانب سے بھی اجازت ہے۔ دیگر فقیر طریقہ چشتیہ کسی شخص کو نہیں بناتا اور خرقہ بھی نہیں دیتا (یہ اس لئے لکھا ہے) تاکہ واضح ہوجائے، سُبْحَانَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّامَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ۔

٩/٢/٣٢

مکتوب ۱۳۱

شیخ انور نور سرائی کے نام اُن کے احوال وکیفیات کی تعریف میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلی ذات کے لئے دوام ناگزیر ہے۔

۱۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط آپ نے ازراہِ محبت بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے اپنی کیفیات واحوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا وہ سب اعلیٰ وپسندیدہ ہے اس کے مطالعہ نے خوشوقت کیا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "حقیقتِ صلوٰۃ اس طرح منکشف ہوئی کہ نور کا ایک درخت ہے اور اس درخت کی شاخ قبلہ کے سامنے واقع ہے اور فقیر اس درخت کو اپنے دائیں جانب دیکھتا ہے"۔ شاید کہ اس حقیقت کی مناسبت درخت کے ساتھ یہ ہے کہ درخت وسعت وتفصیل کی خبر دیتا ہے کیونکہ درخت بیج کی تفصیل ہے اور نماز بھی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی وسعتِ بیچون کا مرتبہ ہے اور چونکہ اس (نمازی) کی توجہ کعبۂ مقصود کی طرف ہے جو کہ مرتبۂ معبودیتِ صرف ہے (اسی سے) اس درخت کی توجہ قبلہ کی سمت میں متمثل ہوئی اور یہ جو آپ درخت کو دائیں جانب دیکھتے ہیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ آپ کے لئے اس درخت کی طرف سیدھا راستہ ہے امید ہے کہ مطلب تک پہنچا دے گا اور اس حقیقت سے کچھ حصہ حاصل ہوجائے گا ؎

ما تماشا کنانِ کوتہ دست　　　تو درختِ بلندِ بالائی

[ہم (صرف) سیر کرنے والے اور کوتاہ دست ہیں (اور) تو بلند وبالا درخت ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز کسی نماز میں اپنے آپ کو آسمان کے اوپر دیکھا اور ایک نور دیکھا، نماز کے اختتام اس نور میں محو ہو گئے تھے اور نماز کی ادائیگی کے دوران رکوع و سجود میں ایک ایسا حظ و لطف ہوتا تھا جو تقریر و تحریر سے باہر ہے" ایسا کیوں نہ ہو کہ نماز مومن کی معراج ہے اور نہایت قرب کا مقام اور دوری حجاب کا دفت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں غیبت میں دیکھتا ہوں کہ ایک بے جہت و بے کیف نور ہے وہاں میں نے اپنے آپ کو ایسا معلوم کیا کہ میں مقبول بندہ اور (اپنے) مالک کا پسندیدہ ہوں اور کمترین کی زبان سے نکلا کہ میں اچھا بندہ ہوں" میرے مخدوم! چونکہ اس دید و علم میں آپ درمیان میں نہیں ہیں اور غیب سے یہ کلمہ آپ کی زبان پر جاری ہوا ہے (اس لئے) عمدہ اور مبارک ہے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اس کی رحمت کے زیادہ سے زیادہ امیدوار رہیں اور اپنے افعال و اعمال سے مایوس ہوں اور محض رحمت سے امید رکھیں اس کا قبول کرنا ہمارے افعال سے وابستہ نہیں ہے؛

آپ نے لکھا تھا کہ "مراقبہ میں ظاہر ہوا گویا کہ بے جہت و بے کیف تجلیِ ذات ہے اور اس کی حسن و خوبی وہم و خیال میں نہیں آتی" میرے مخدوم! تجلیِ ذات کی علامت اس کا دائمی ہونا ہے کہ جس کے پیچھے چھپ جانا نہ ہو اور جو چھپ جانے والی ہو وہ تجلیِ ذات سجانہ نہیں ہے بلکہ شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے اس لئے تجلیِ ذاتی برقی کہ جو مشائخ نے قرار دی ہے ہمارے حضرت ثانی (مجدد قدس سرہٗ) کے نزدیک تجلی ذات نہیں ہے بلکہ شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلد چھپ جانے والی ہے

۱۸۳

میرے مخدوم! آپ نے میرے فرزند کے خط میں حقیقتِ قرآنی کے منکشف ہونے اور نماز ادا کرتے وقت اپنے آپ کو محوِ مطلق دیکھنے اور اس وقت میں لذتِ عظیم کا مشاہدہ کرنے اور طالبین میں توجہ کی تاثیر کے ظاہر ہونے اور مجلس کی رونق کی بابت جو کچھ لکھا تھا یہ سب عمدہ و اعلیٰ ہے، اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ! اور زیادہ فرما) طالبین کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان پر توجہات سے دریغ نہ کریں لیکن ڈرتے اور کانپتے رہیں اور تضرع و التجا کرتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس راستے سے بندہ کی خرابی بھا ہی گئی ہو گوشہ نامرادی میں اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ بسر کریں اور اسرار کا خزانہ حاصل کریں۔

مکتوب ۱۳۲

خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ جو کچھ محبوبِ حقیقی سے پہنچتا ہے وہ محبوب و مرغوب ہے اور رزق کی تنگی و فراخی اس تعالیٰ شانہ کا خاص فعل ہے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے طریقہ پر قائم و دائم رکھکر ظاہری و باطنی ترقیات سے مکرم و ممتاز فرمائے۔ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے (اس) فقیر کی بیماری کے متعلق لکھا تھا، اللہ تعالیٰ سبحانہ کی حمد ہے کہ ان دنوں آرام ہے لیکن کھڑا ہونے کی طاقت ابھی تک نہیں آئی ہے، مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا[۱] [زمین میں اور تمہاری جانوں میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر یہ کہ وہ لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں] جو کچھ اس طرف سے پہنچے مرغوب و محبوب ہے پیشانی و ابرو پر بل ڈالے بغیر کشادہ روئی کے ساتھ اس کا استقبال کرنا چاہئے بندگی کا راستہ یہی ہے۔ بعض دوست روزگار کی تنگی اور قرضداریوں کے بارے میں شکایت کا اظہار کیا کرتے ہیں شکایت کا کوئی موقع نہیں ہے جو رزق مقدر ہے اس میں کسی کمی و زیادتی کا احتمال نہیں ہے، رزق کا تنگ و کشادہ کرنا اس تعالیٰ شانہٗ کا خاص فعل ہے کسی شخص کو اس میں دخل نہیں ہے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ[۲] [اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے] اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (حاصل کرنے) کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کے رخ کو تمام سمتوں سے ہٹا کر اس (تعالیٰ شانہٗ) کے ذکر و عبادت میں یکسو و یک رُو ہو جائے اور پوری طرح آخرت کی تعمیر میں کوشش کرے اور اس کا مطمحِ ہمت مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا[۳] [اور اپنے پروردگار کا ذکر کر اور تمام سمتوں سے ہٹ کر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جا] اور معاشی امور کو اس (اللہ تعالیٰ) کے حوالہ کر دے اور کشود کار کو اسی کی طرف سے جانے اور اسی سے طلب کرے، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا[۴] [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تو اس کو اپنا کارساز بنالے] حدیث شریف میں آیا ہے سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر) صحابۂ کرام نے عرض کیا تو پھر ہم کیا جمع کریں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا قلب اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے مددگار ہو[۵]۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنے تمام[۶] فکروں کو ایک فکر (فکرِ آخرت) بنا دیا، اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کے لئے کافی ہوگا اور جس شخص کو دنیاوی فکروں نے گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں کہ وہ ان افکار کی کسی بھی وادی میں ہلاک ہو۔

۱؎ ۵۷/۲۲　۲؎ ۱۳/۲۶　۳؎ ۷۳/۸　۴؎ ۷۳/۹　۵؎ رواہ ابن ماجہ والبیہقی (المشکوٰۃ)

۶؎ مشکوٰۃ شریف میں سائر ھمومہ (اپنے تمام غموں) کی بجائے ھم دنیاہ (دنیاوی غموں) ہے۔

آپ نے سید محمد اور اُن کے بڑے بھائی کے جو کچھ احوال لکھے تھے واضح ہوئے۔ آپ نے اپنے بھائی کے حالات میں لکھا ہے کہ "وہ پہلے جو کچھ آنکھ بند کئے ہوئے دیکھتے تھے اب وہ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں" میرے مخدوم! یہ بات باطن کی ترقی پر دلالت نہیں کرتی اور کمال اس بات کیساتھ وابستہ نہیں ہے

ع تو مباش اصلا کمال این ست وبس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس]

اور آپ مراتب قلب کو جو مشاہدہ کرتے ہیں یہ عمدہ و اعلیٰ ہے حق سبحانہ ہر مرتبۂ قلب کے کمال سے بہرہ ور کرے اور قلب بسیط سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔ آپ نے محمد زاہد کے احوال کے بارے میں بلند اور اعلیٰ کیفیات لکھی ہیں اس تعالیٰ شانہ کے کرم سے نزدیک ہے لیکن یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "وہ ولایتِ کبریٰ کی تفصیل وار سیر کرکے پانچویں نصف دائرہ میں مقامِ قبولیت متعین کرتا ہے اور اسی طرح ولایتِ علیا کے ہمسایہ میں نقطہ متعین کرتا ہے۔ وہ بھی مقامِ قبولیت ہے" معلوم نہیں ہوا کہ یہ مقامِ قبولیت کس چیز سے عبارت ہے اور کس قسم کی قبولیت ہے اور پانچواں نصف دائرہ کس معنی میں ہے اگر مراد ایک قوس ہے کہ حضرت عالی (مجدد قدس سرہٗ) نے جس کو ولایتِ کبریٰ کی انتہا قرار دیا ہے تو چوتھا نصف دائرہ کہنا چاہئے کیونکہ قوس چوتھے دائرہ میں ہے، تین دائرے کامل ہیں اور ان کے اوپر قوس ہے آپ نے لکھا تھا کہ "یارانِ طریقت جو آپ سے وابستہ ہیں ان کو جس جگہ کوئی دشواری اور مانع پیش آتا ہے اور رکاوٹ واقع ہوتی ہے اس خاک نشین (مکتوب الیہ) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اُن پر فقیر کی صورت ظاہر ہو جاتی ہے اور اُس جگہ سے گذار دیتی ہے اور فقیر کچھ بھی نہیں دیکھتا اور کچھ خبر نہیں رکھتا" میرے مخدوم تکمیل و ارشاد اللہ تعالیٰ جل شانہ کا معاملہ ہے مُربیِّ حقیقی وہی سبحانہ وتعالیٰ ہے لیکن ظاہری اعتبار سے یہ معاملہ پیر و مرشد سے وابستہ کر دیا گیا ہے اس کے توسط سے مرید کا کام درجۂ کمال تک پہنچاتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرشد کو اس توسط کی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ع

ازما و شما بہانہ بر ساختہ اند [ہم کو اور تم کو تو بہانہ بنایا گیا ہے]

خاص طور پر جبکہ مرشد اربابِ جہل میں سے ہو تو اس کو مرید کے احوال اور اپنے واسطہ ہونے کی اطلاع بہت کم ہوتی ہے اس کے باوجود اس کی صحبت میں لوگ کمال و اکمال کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں اور صاحبِ احوال و صاحبِ علم ہوتے ہیں اور اس جہل سے اس کے کمال و تکمیل میں کچھ نقص نہیں ہوتا ہے اسی کے احوال و کمالات ہیں جو کہ مریدوں کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ۱۸۵

والسلام اولا و آخرا

مکتوب ۱۳۳

شیخ شرف الدین سلطانپوری کے نام مریدوں کے احوال میں مشغول ہونے پر ترغیب دینے اور تصحیح نیت پر تاکید کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ پر ظاہری و باطنی طور پر استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے جو گرامی نامہ آپ نے ان دنوں ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت افزا ہوا، آپ نے صبح اور ظہر کے وقت حلقۂ ذکر اور نمازِ مغرب کے بعد دوستوں کو توجہ دینے کے طریقہ کی پابندی اور مجلس کی رونق اور توجہات کی تاثیر اور اس کے آثار ظاہر ہونے اور اس پر عظیم ترقیات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے خوشی میں اضافہ کیا۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ [اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں کی تعداد بڑھا]۔ آپ کو چاہیے کہ اس جلیل القدر کام میں بہت زیادہ اہتمام کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا بنائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو اس کے بندوں کی طرف متوجہ کرے"۔ تصحیحِ نیت میں جان و دل سے کوشش کریں اور ہمیشہ التجا و تضرع کرنے والے رہیں۔ آپ نے حقیقتِ قرآنی سے متصف ہونے اور اس سے اوپر عبور پانے کے متعلق جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا اس کی تفصیل آپ کی یہاں موجودگی سے تعلق رکھتی ہے اس لئے کہ معاملہ نازک ہے اور جو کچھ آپ (اپنے اندر) پاتے ہیں ایک بہت بڑی نعمت ہے امید ہے کہ یہ دو باتوں سے خالی نہیں ہوگی یا اس وقت حاصل ہے یا عنقریب حاصل ہونے والی ہے، بہر حال اللہ جل شانہ کا شکر بجالائیں اور اس بات کی ہمت کریں کہ (معرفت کے) اس بحرِ عمان سے کوئی موتی ہاتھ لگے جو سات پشت کی سعادت کا سبب بنے اور آٹھوں بہشت رونما ہوں دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۴

سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے احوال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط کہ سیادت مآب سید نعمت اللہ نے اپنے احوال کے

۱۸۶ بارے میں ازراہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے اُس نور کے بارے میں جو کہ حقیقتِ کعبہ ... آیت ... کے بعد پرتکلف اور الفاظِ قرآنی سے مزین خلعت کے عطا ہونے کے متعلق جو لکھا تھا واضح ہوا، امیدوار رہیں کہ قرآن مجید کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوں اور عنقریب حقیقتِ کعبہ سے حصہ پانے کی مانند اس کی حقیقت سے کچھ حصہ پائیں، آپ نے لکھا تھا کہ "ایک حال میں مجھ پر تجلّی (وارد) ہوئی، میں نے اپنے آپ کو اس میں عدمِ محض پایا، اس کے بعد اس ذات کے ساتھ بقا پائی، اس اثنا میں القا فرمایا گیا کہ یہ حضرت خلیل (سیدنا ابراہیم) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے آیۂ کریمہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ [بیشک میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا] آخر آیت تک کا حاصل معنی القا فرمایا گیا اس کے بعد فقیر موٹا ہونے لگا اس حد تک کہ آسمان و زمین اپنے اندر پاتا تھا حق جلّ و علا کی تجلّی اس احقر کے اندر ظاہر ہوتی تھی اس اثنا میں فرمایا گیا کہ یہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حال ہے"۔ میرے مخدوم! اس حال کی تعبیر ظاہر ہے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ دونوں ولایتوں سے بہرہ ور فرمائے اور ہر ایک کے انوار سے منور کرے، یہ حال ایک واضح بشارت ہے امیدوار رہیں پہلی تجلّی میں چونکہ عدمیت و محویت، شرک سے بیزاری، سب سے منہ موڑنا اور اغیار (ماسوی اللہ) کی شارکت کے بغیر بارگاہِ قدس کی جانب منہ کرنا ہے (اس لئے اس کی) مناسبت حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے کہ جنھوں نے نفی کے معاملہ کو نقطۂ آخر تک پہنچایا ہے اور دوسری تجلّی مقام اثبات و تجلّی ذات کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے جو کہ خاتم الرسل علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے۔

مکتوب ۱۳۵

عادل بیگ پسر کامل بیگ کے نام آخرت کی تعمیر اور کمینی دنیا کی مذمت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ (آپ کو) ماسوا کی غلامی سے آزاد کرے (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں (اپنے) اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں، آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور کمینی دنیا کی جھوٹی چمک دمک والی چیزوں پر شیدا نہ ہوں اور اس کی زینت پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے مکر و فریب کے باعث آپے سے باہر نہ ہوں کیونکہ (دنیا) فنا و ہلاک ہونے والی ہے کوئی ثبات نہیں رکھتی، وہ ایک شکر آلود زہر ہے اور ایک ملمع کی ہوئی نجاست ہے، اس زہر کا مفتون دائمی موت میں گرفتار ہے اور سرمدی حسرت میں مبتلا ہے فَالْحَذَرْ کُلَّ الْحَذَرْ [پس اس سے پوری طرح بچنا چاہئے] ؎

ہمہ اندرز من بتو این است کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

[میری تمام نصیحت تجھ کو یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور گھر رنگین ہے]

زندگی وہی ہے جو مولائے حقیقی تعالیٰ شانہ کی خوشنودیوں میں صرف ہو جائے اور اس کی طلب و درد میں بسر ہو جائے باقی زندگی عمر کے شمار میں نہیں وبال میں داخل ہے ؎

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (زہر قاتل) ہے]

احوال بھیجتے رہیں اور دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام

مکتوب ۱۳۶

محمد حسین کابلی کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر دینی صوفی محمد حسین سلام پڑھیں اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ رہ کر دوستوں کو دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں، جو معاملہ آپ کو عید کی رات میں پیش آیا تھا وہ آپ نے لکھا تھا اور نور صرف کے مشاہدہ کی خبر دی تھی واضح ہوا اور مسرت و خوش دلی کا باعث ہوا حق سبحانہ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور مقصد اعلیٰ کی کوئی علامت ظاہر فرمائے۔ آپ نے حافظ جیو کی خدمت کی شکر گزاری لکھی تھی اور وہ جو فقراء و صلحا کی خدمت کرتے ہیں بیان کی تھی واضح ہوئی، حق سبحانہ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مشغولی کے وقت اپنے آپ کو نیست پاتا ہوں ہم اس کے مطالعہ سے مسرور ہوئے حق سبحانہ و تعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے اور ہستی موہوم کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے تاکہ فنائے حقیقی ظاہر ہو جائے ایک بزرگ نے کہا ہے اَشْتَهِيْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا (میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی (وجود کی) طرف نہ لوٹوں) والسلام

مکتوب ۱۳۷

محمد یوسف ... کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ عجیب معارف نادر کلمات پر مشتمل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر دینی حاجی محمد ...

نے دریافت کیا ہے کہ قرب نوافل و قرب فرائض کے معنی کیا ہیں اور کلمہ ... دریافت کیا ہے ...

کی علامات کیا ہیں؟ آپ جان لیں کہ قربِ نوافل وہ قرب ہے جو عباداتِ نافلہ پر مرتب ہوتا ہے اور چونکہ نوافل میں عابد کا وجود درمیان میں ہے اس لئے جو قرب کہ اس پر مرتب ہوگا وہ ایسا قرب ہوگا کہ وجودِ سالک درمیان میں رہے گا یہ قرب فنا کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ صاحبِ قرب کا وجود ابھی تک درمیان میں ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ نوافل وہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق جل وعلا اس کے فعل کا آلہ ہو حدیثِ قدسی میں آیا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّیَدًا وَّرِجْلًا[1] [میرا بندہ نوافل کے ذریعے ہمیشہ مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں] اور اس کی تائید کا مضمون ایک اور روایت میں آیا ہے فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ [پس وہ مجھ ہی سے سنتا ہے اور مجھ ہی سے دیکھتا ہے] اور قربِ فرائض میں چونکہ محض امرِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ کی تعمیل ہے وجودِ عارف درمیان میں نہیں ہے، پس جو قرب کہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ ایسا قرب ہوتا ہے کہ عارف کا وجود اس کے درمیان میں نہیں ہوتا اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ فرائض وہ ہے کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور بندہ اس کے فعل کا آلہ ہو، جیسا کہ وارد ہوا ہے اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ [حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے] بولنے والا حق ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے اور نیز وارد ہوا ہے اِتَّقُوْا غَضَبَ عُمَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَغْضَبُ [عمرؓ کے غصے سے ڈرو اس لئے کہ بیشک (ان کے غصہ کے وقت) اللہ تعالیٰ غصہ کرتا ہے] پس قربِ فرائض سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے اور قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے اور جمع بین القربین (دونوں قربوں میں جمع) یہ ہے کہ فاعل و آلہ دونوں حق تعالیٰ ہی ہو اور بندہ درمیان میں کچھ نہ ہو اور آیۂ کریمہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [اور (کنکریوں کو) آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے (ان کو) پھینکا] میں ان تینوں (قسم کے) قرب کی طرف اشارہ ہے۔

کفرِ شریعت وہ ہے کہ بندہ کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جس کا ارتکاب شریعتِ منورہ میں کفر ہو اور وہ شخص شریعت کے حکم سے کافر ہو جائے اور کفرِ طریقت مرتبہ جمع سے عبارت ہے کہ اس مقام میں اسلام کی خوبی اور کفر کی برائی میں تمیز سالک کی نظر سے اُٹھ جاتی ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے اور کہتا ہے ؎

بکفر و با سلام یکساں نگر — کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[کفر اور اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے]

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں مروی ہے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے اس کو اختصار کے ساتھ اور بالمعنیٰ نقل کیا ہے۔

حسین منصور (حلاج) اسی مقام میں تھا جب اس نے کہا ہے

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

(میں نے اللہ کے دین سے کفر کیا اور یہ کفر مجھ پر واجب ہے اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے)

اس مقام میں سُکر ہر وقت دامنگیر ہے، محبت کی بیخودی کے باعث سالک اچھے اور برے کے درمیان تمیز نہیں رکھتا۔ اور جب سُکر سے صحو میں آتا ہے اور بیخودی سے ہوش اور عدمِ تمیز سے تمیز کی طرف مائل ہوتا ہے، تو اُس وقت اسلام کو اچھا اور کفر کو برا جانتا ہے اور اسلامِ حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور کفر سے بیزاری ظاہر کرتا ہے پس کفرِ طریقت اسلامِ حقیقی کا زینہ ہوا۔

آپ نے مبتدی و منتہی کے حضور اور ان دونوں کی غَیبت اور قبض و بسط کے بارے میں پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ مبتدی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غَیبت ہے اور متوسط کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غَیبت نہیں ہے اور ان دونوں (قسم کے) حضور میں حاضر (صاحبِ حضور) کا وجود درمیان میں ہے اور اس (وجود) کو فنا حاصل نہیں ہوئی ہے۔ منتہی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ ذاتِ حاضر درمیان میں نہیں ہے، حاضری و حضور کی صفت کے بغیر ایک خود بخود حضور ہے اور شاہدی و مشہودی کے وصف کے بغیر ایک شہود ہے مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ (جس نے نہیں چکھا اُس نے نہیں جانا) مبتدی کی غَیبت ذاکر کی حقیقتِ جامعہ پر جو کہ حس و شعور کا مقام ہے سلطانِ ذکر کے غلبہ کے ذریعہ حس سے اس کی غَیبت ہے، منتہی کی غَیبت تجلیاتِ ذاتیہ و صفاتیہ کے غلبہ کے وقت اپنی ذات و صفات سے اس کی غَیبت اور اس ہستیٔ موہوم پر ہستیٔ حقیقی کے غلبہ کے وقت اس کا چھپ جانا بلکہ معدوم ہو جانا ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں ہم کہتے ہیں کہ مبتدی کی غَیبت اس کے باطن سے ذکر و حضور کا چھپ جانا ہے اور منتہی کی غَیبت اُس کے ظاہر کا باطن کے معاملہ سے پردہ میں آ جانا ہے کیونکہ اس کے باطن کو غَیبت نہیں ہے وہ جو کچھ رکھتا ہے دائمی طور پر رکھتا ہے۔

قبض و بسط اربابِ قلوب کو ہوتی ہے جو کہ مبتدی ہیں، قلب جب تک مقامِ تلوین میں ہے قبض و بسط کا مورد ہے جب وہ تمکین سے جا ملا قبض و بسط سے رہائی پا گیا، منتہی کو یہ قبض و بسط نہیں ہے جو صوفیہ کی اصطلاح میں مستعمل ہے، اُس کو تمکین و یک رنگی کے باوجود بعض عوارض کے پیش آنے کے باعث بے مزگی و بے حلاوتی پیش آتی ہے اور کبھی صفائی وقت ظاہر ہوتی ہے اس پر قبض و بسط کا اطلاق مجاز کے طور پر کیا جاتا ہے اگرچہ یہ اطلاق مشہور و آشکار ہے۔

آپ نے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے بارے میں پوچھا تھا آپ جان لیں کہ علم الیقین اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے اور عین الیقین کا مؤثر کا اثر کے پردہ کے بغیر شہود ہے اور مشہود میں اس

حد تک فنا اور عدم ہوتا ہے کہ شاہدی و شہودی کی صفت سے خالی ہو اور حق الیقین اس سے متصف ہوتا ہے اور یہ بقا و شعور کا مقام ہے جیسا کہ دھوئیں سے آگ کا پتہ لگانا (علم الیقین) اور آگ کا مشاہدہ کرنا (عین الیقین) اور عین آگ ہو جانا (حق الیقین) ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب ہیں علم کے وقت عین نہیں ہے اور جب عین آگیا تو علم جاتا رہا اس لئے کہ فانی و مستہلک حیرت و جہل کے ساتھ متصف ہے جو کہ علم و دانش کے منافی ہے اور مرتبۂ حق الیقین میں یہ حجابیت نہیں ہوتی اور شہود و علم آپس میں جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہ شعور و بقا کا مقام ہے اور یقین کے یہ تینوں درجے اُس وقت تک ہیں جبتک کہ سالک کی سیر اصول میں ہے جو کہ مقامِ ولایت سے تعلق رکھتے ہیں اور جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور بساطتِ صرف پیش آتی ہے تو یہ درجات کوتاہی کرتے ہیں اور فنا و بقا راستہ میں رہ جاتی ہیں۔

آپ نے پوچھا تھا کہ عین واثر کا زائل ہونا کس مقام میں متحقق ہوتا ہے، ولایتِ کبریٰ کی ابتدا میں یا اس کی انتہا میں، (اس کا جواب یہ ہے کہ) عین واثر کے زائل ہونے کی ابتدا اس (ولایتِ کبریٰ) کی ابتدا میں ہے اور اس کا کمال اس ولایت کی انتہا میں ہے اس لئے کہ ظلال اور قیدِ انفس سے نکلنا جو کہ عین واثر کے زائل ہونے کا باعث ہے ولایتِ کبریٰ کی ابتدا میں ہے اور جبتک اصول درمیان میں ہیں (اس وقت تک) آثار میں سے کوئی اثر باقی ہے اور جب اصول منقطع ہو جاتے ہیں تو آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ ۱۹۰

آپ نے قرب و اقربیت کے معنی اور ان دونوں کے درمیان فرق دریافت کیا تھا۔ آپ جان لیں کہ قُرب بُعد کے مقابل ہے جب بُعد مفقود ہو جاتا ہے تو قُرب متحقق ہو جاتا ہے اور لیکن قرب و بُعد نسبتی امور میں سے ہیں ایک چیز کسی ایک چیز کی بہ نسبت قریب ہے اور دوسری چیز کی بہ نسبت دور ہے کابل ہم سے لاہور کی بہ نسبت دور ہے اور بلخ کی بہ نسبت قریب ہے اس لئے مراتب بُعد کے فقدان کے تفاوت کے مطابق قُرب کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور جب بُعد کسی لحاظ سے بھی نہیں رہتا تو کمالِ قرب ثابت ہو جاتا ہے اور وہ اتحاد میں ہے پس کمالِ قرب اتحاد میں ہوا اور اقربیت کا معاملہ اس سے بھی زیادہ نازک ہے جانبِ قرب میں اتحاد سے بھی گذر جانا چاہیئے تاکہ اقربیت ظاہر ہو جائے، اور اس شخص کی ذات اُس (اتحاد والی ذات) کی بہ نسبت بعید ہوگی اور مشکل ہے کہ محدود عقل اس باریکی تک پہنچ سکے اور اپنے سے زیادہ نزدیک کو تصور کر سکے ذوقِ صحیح و کشفِ صریح ہونا چاہیئے جو کہ انوارِ نبوت سے اخذ کیا ہوا ہے تاکہ اس عجیب بات کا ادراک کرے اور فرقانِ مجید کے ساتھ کچھ یقین حاصل کرے مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

دیگر آدابِ طریقت میں سے ہے کہ طالب شیخ کے حضور میں شیخ کے علاوہ کسی دوسری چیز میں شیخ کی جانب کے بغیر متوجہ نہ ہو حتیٰ کہ ذکر و نوافل میں بھی مشغول نہ ہو اور اگر اس کے حضور میں کسی دوسری چیز میں متوجہ ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ اس وقت شیخ کے فیوض و برکات سے محروم ہے مگر شاذ و نادر (اس کے خلاف ہوگا) مثلاً کوئی شخص شیخ کے ساتھ نسبت کی قوت کمال درجہ پر رکھتا ہو اس کے باوجود توجہ و عدمِ توجہ کے درمیان فرق موجود ہے۔ ـــــــــ جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے اور اسی طرح جو حال کہ حافظ محمد محسن نے آپ کے بارے میں دیکھا ہے اعلیٰ و روشن ہے اور بشارت دینے والا ہے امیدوار رہیں کہ حق سبحانہٗ قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں لائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]

آپ نے محبتِ ذاتی و صفاتی و افعالی و محبوبیت و محبّیت کے بارے میں پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ (جس طرح) حضرت حق جل و علا اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے اور اپنے اسماء و صفات کے ظلال کو بھی دوست رکھتا ہے اور ان افرادِ محبت میں سے ہر ایک فرد دو اعتبار رکھتا ہے محبوبیت و محبّیت، کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت حبیب (محمد مصطفےٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں ہے اور کمالاتِ محبّیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرتِ کلیم (موسیٰ) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں ہے اور محبوبیتِ اسماء و صفات کا ظہور ان کی محبیت کی طرح دوسرے انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات میں ثابت ہے اور محبوبیت و محبّیتِ ظلالِ اسماء و صفات کا ظہور محبوبین و محبین اولیاء میں موجود ہے ـــــــــ آپ نے عروج و نزول اور سیر الی اللہ و فی اللہ کے معنی دریافت کئے تھے، آپ جان لیں کہ عروج رُو بحق ہونے کو اور نزول رُو بخلق ہونے کو کہتے ہیں، سیر الی اللہ چونکہ دائرۂ امکان کا طے کرنا ہے اور سیر فی اللہ اسماء و صفاتِ واجب تعالیٰ و تقدست میں سیر ہے اس لئے یہ دونوں (قسم کی) سیر جانبِ عروج میں ہے اور دوسری دو (قسم کی سیر) یعنی سیر عن اللہ باللہ و سیر فی الاشیاء باللہ جانبِ نزول میں ہے۔ دیگر فنا و بقا حقیقت میں صفاتِ ذمیمہ کا صفاتِ حمیدہ کے ساتھ بدل جانا ہے ورنہ بندہ کسی جگہ نہیں جاتا اور احکامِ بندگی اس سے ساقط نہیں ہوتے اور بقا کی جانب میں بھی بندہ حق سبحانہٗ نہیں بن جاتا۔ حقائق کا بدل جانا محال ہے، اگر یہ کہا جائے کہ فانی شخص فنا کے وقت میں اپنے آپ کو محو و لاشئ پاتا ہے اور وہ اپنی ذات و صفات کا کوئی نام و نشان نہیں دیکھتا اس کی کیا وجہ ہے؟ (اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اوصافِ ذمیمہ لطیفۂ نفس میں کامل استحکام رکھتے ہیں اور (نابندیدہ بیں جن) غرور و سرکشی، نافرمانی اور جہلِ مرکب کہ اس نے عاریتی کمالات کو خود اپنے سمجھ کر اپنے آپ کو کامل و خیر یقین کیا ہے (یہ مذکورہ صفات) اس کی ذات کے قائم مقام بن گئے ہیں اس لئے ان صفات کا زوال ذات کا زوال متصور ہونے لگتا ہے اور اس (نفس) کے مطمئنہ ہونے کو حقیقت کا بدل جانا سمجھنے لگتا ہے فَہِمَ مَنْ فَہِمَ [سمجھ گیا جو سمجھ گیا]

مکتوب ۱۳۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مطلوب کے بے نہایت ہونے کے باوجود (سالک کو) منتہی کہنا کس معنی میں ہے۔

حمد و صلوۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے اس سے کچھ عرصہ پہلے بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، آپ نے قصور کی دید کے بارے میں لکھا تھا، حق سبحانہ و تعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے (کہ یہ) عجیب انعام دیتی اور اعمال کی قیمت کو بڑھاتی اور قبولیت کے قابل بناتی ہے۔ یہ جو آپ نے عرفہ (۹ ذی الحجہ) کو بعد دوپہر مراقبہ میں اپنے آپ کو اونٹ پر سوار عرفات کے مجمع میں دیکھا ہے اور عجیب برکات آپ کو پہنچی ہیں اور اکثر آپ خود کو کعبۂ مکرمہ کے طواف میں پاتے ہیں اور ایک دفعہ کعبۂ معظمہ کو آپ نے اپنے اندر پایا یہ سب عمدہ و اعلیٰ ہے اُن مقاماتِ مقدسہ کی برکات، اور کعبۂ منورہ کے انوار کے امیدوار رہیں اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے بہرہ ور فرمائے تاکہ ذاتِ بحت کی طرف کوئی راہ پیدا ہو جائے اور مکان سے صاحبِ مکان کی طرف کوئی دریچہ کھل جائے —— اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس کے بعد ایک نسبت معلوم ہوئی کہ گویا ذاتِ بحت ہے الخ" گویا اس واردات کی طرف ایک اشارہ اور بشارت ہے —— آپ نے پوچھا تھا کہ "مطلوب کی (کوئی) نہایت نہیں ہے پس طالب کی طلب کی بھی (کوئی) انتہا نہیں ہونی چاہیے تو پھر منتہی کہنا کس معنی میں ہوگا۔" آپ جان لیں کہ منتہی وہ شخص ہے جو مطلوب کی ابتدا تک پہنچ جائے اور سیر الی اللہ کو طے کر کے سیرِ فی اللہ میں داخل ہو جائے، اس کے بعد وہ کمالاتِ محبوب کے مراتب کے اعتبار سے کہ جن میں سے بعض بعض سے اوپر ہیں مراتب کی انتہا میں پہنچتا ہے وہ محبوب کے کمالات میں جس قدر سیر کرتا ہے اسی قدر انتہا کے مراتب میں پہنچتا ہے اور مطلوب کا لا انتہا ہونا بھی اس کے کمالات و صفات کے اعتبار سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مراتبِ وصول کا لا انتہا ہونا جیسا کہ بعض حضرات اس کے قائل ہیں اس شخص کے حق میں ہے کہ جس کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں واقع ہوئی ہو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ معشوق کے کمالات کی انتہا نہیں ہے، ہر آن میں ایک نہ ایک کمال کے ساتھ تجلی فرماتا ہے، ایک اور بزرگ نے کہا ہے کہ وصول کے مراتب ابد الآباد تک طے نہیں ہوتے، تیسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگر ست

[میں اس پرانے خدا سے بیزار ہوں جو کہ تو رکھتا ہے میرے لئے ہر لحظہ ایک اور نیا خدا ہے]

۱۹۲

جو کہے بزرگ کہتے ہیں ؎

نہ حسنش نہایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

[نہ اس کے حُسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے استسقا والا پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے]

اور جو راستہ کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کو عطا ہوا ہے وہ ایک ایسا راستہ ہے کہ اسماء و صفات وہاں بطریقِ اجمال طے ہو جاتے ہیں اور ذات تک وصول میسر آجاتا ہے اور مراتب وصول طے ہو جاتے اور انتہا پذیر ہو جاتے ہیں بخلاف تفصیلی سیر والے کے کہ ذاتِ مجرد تک وصول اس کے حق میں عنقائے روزگار (ناپید) ہے کیونکہ وہ پُرانی تجلیات سے بیزار ہے اور تازہ تجلیات میں گرفتار ہے اور ذاتِ متجلی سے جو کہ تجلیات کے ماوراء ہے محروم ہے اور راستہ میں ہے، یہ اجمال کا راستہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی شاہراہ ہے والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۳۹

سلطان عبد الرحمٰن بلخی کے نام قلبِ انسانی کے کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً، خدا کرے کہ مضغۂ قلبیہ کی حقیقت اسرارِ معنویہ کا خزانہ ہو، جو کچھ عالمِ کبیر میں ہے وہ سب عالمِ صغیر میں جو کہ تمام عالموں کا آئینہ ہے ثابت ہے۔ عالمِ صغیر انسان کو کہتے ہیں جو کہ عالمِ خلق و امر سے مرکب ہے اور جو کچھ عرش کے نیچے ہے یعنی افلاک و عناصر وغیرہ (وہ عالمِ کبیر ہے) اور جو کچھ عرش کے اوپر ہے عالمِ امر کے لطائف سے ہے اور جو کچھ عالمِ صغیر میں ہے وہ عالمِ اصغر میں ہے جو کہ انسان کا قلب ہے کہ نہایت چھوٹا ہونے کے باوجود تمام عالمین کا جامع ہے اور بسیط ہونے کے باوجود کمال وسعت کے ساتھ موصوف ہے اور ذاتِ اقدس (تعالت و تقدست) کے ساتھ اس کی مناسبت بہت زیادہ ہے کیونکہ اس بارگاہ میں کمالِ بساطت و کمالِ وسعت باہم جمع ہیں اس لئے اس نے تصفیہ کے بعد اس مرتبۂ مقدسہ کی آئینہ داری کی قابلیت پیدا کر لی اور وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ [لیکن میں اپنے مؤمن بندے کے قلب میں سماتا ہوں] کے شرف سے مشرف ہو گیا ہے اور تصفیۂ قلب احکامِ شرعیہ سے آراستہ ہونے اور سُننِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے ساتھ مزین ہونے اور بدعتِ ناپسندیدہ اور نفسانی خواہشات و لذات سے اجتناب کرنے اور پرہیز کرنے اور دوامِ ذکر و مراقبہ اور محبتِ شیخ پر استقامت سے وابستہ ہے، پس آپ کیلئے ان اچھی عادات کی پابندی لازم ہے تاکہ آپ میں مُلک کے عجائبات اور ملکوت کے اسرار ظاہر ہوں اور آپ انوارِ لاہوت کا آئینہ بن جائیں۔

۹۳

مکتوب ۱۴۰

حضرتِ موصوف خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے برادر زادہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبد الاحد سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے حقیقتِ قرآنی پر فوقیت رکھنے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ اس جگہ وارد ہوتا ہے اور یہ کہ حقائقِ ثلثہ کا معاملہ فضلِ الٰہی میں داخل ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ انطباق کی تحقیق کے بارے میں اور اس بیان میں کہ قطبِ مدار قطبِ ارشاد اور صاحب نسبتِ قیومیت کے علاوہ ہوتا ہے اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذات موہوب کے عطا ہونے کے بعد غالباً معاملہ نزول کے ساتھ ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ حَمِدَكَ وَلَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يَحْمَدْكَ وَعَلٰى نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ بِعَدَدِ مَنْ ذَكَرَكَ وَبِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يَذْكُرْكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كَمَا يَقْتَضِيْ كَرَمُكَ وَيَلِيْقُ بِفَضْلِكَ ، اما بعد، فرزند ارجمند شیخ عبد الاحد نے پوچھا ہے کہ حقیقتِ قرآنی مبدأ وسعتِ بیچونی ذات تعالیٰ سے عبارت ہے آپ بیان کریں کہ حقیقتِ صلوٰۃ کس اعتبار و شان سے عبارت ہے۔ آپ جان لیں کہ حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے حقیقتِ صلوٰۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس مقام میں کمالِ وسعتِ بیچونی ہے پس حقیقتِ قرآنی میں مبدأ وسعت ہے اور اس جگہ (حقیقتِ صلوٰۃ میں) کمالِ وسعت ہے لیکن اس کو ماننے کی صورت میں شبہ وارد ہوتا ہے کہ مبدأ شئی کو شئی پر سبقت و فوقیت ہے پس حقیقتِ قرآنی کو حقیقتِ صلوٰۃ پر مقدم ہونا چاہئے اور حالانکہ انھوں (مجدد علیہ الرحمہ) نے حقیقتِ صلوٰۃ کو حقیقتِ قرآنی سے اوپر لکھا ہے۔

جواب، ہو سکتا ہے کہ یہ مبدأ ہونا سالک کے عروج کی جانب میں ہو یعنی عروج کے مدارج میں وسعت کا شروع حقیقتِ قرآنی سے ہو اور اس کا کمال اوپر کی حقیقت میں ہو اور اس اعتبار سے مبدأ ہونے کو تاخر ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تفوق دونوں جانب سے ہے (اور) دو اعتبار سے ہے۔ حقیقتِ قرآنی چونکہ حقیقتِ صلوٰۃ کا جزو ہے جیسا کہ حضرتِ عالی (مجدد قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ اگر حقیقتِ کعبہ ہے تو اس کا جزو ہے اور اگر حقیقتِ قرآنی ہے تو وہ بھی اس کا جزو ہے کیونکہ نماز عبادت کے تمام کمالات و مراتب کی جامع ہے کہ اصل الاصل کی نسبت کے ساتھ ثابت ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ جزو کو کل پر تقدم ہے اور کل کو نفضیلت حاصل ہے کیونکہ کل اس جزو پر بھی مشتمل ہے اور دوسرے اجزا پر بھی۔ پس ظاہر کے اعتبار سے جزو کو فوقیت اور رتبہ کے اعتبار سے کل کو فوقیت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حقائقِ ثلاثہ (حقیقتِ کعبہ، و قرآن مجید و نماز) تک وصول محض (فضل و کرم) میں داخل ہے یا نہیں؟ (جواب) ان تینوں کا حصول کمالاتِ نبوت سے اوپر ہے (اس لئے) داخلِ تفضل ہو جاتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ حقیقۃ الحقائق تک وصول غیر محمدی المشرب کو ہوسکتا ہے یا نہیں اور اگر فنا فی الشیخ کے ذریعے سے اس دولت کے ساتھ مشرف ہو جائے تو آیا اس کو کامل طور پر لحوق و انطباق میسر ہوتا ہے یا نہیں؟ (جواب) آپ جان لیں کہ لحوقِ کامل محمدی المشرب کے لئے ہے، غیر محمدی المشرب کو اپنے شیخ کے ضمن میں جو کہ محمدی المشرب اور صاحبِ انطباق ہے اگر میسر ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کے عہد میں قطبِ مدار اُس کے علاوہ ہوتا ہے یا یہ منصب اُسی کے سپرد ہوتا ہے؟ (جواب) آپ جان لیں کہ قطبِ ارشاد اس کے علاوہ نہیں ہوتا، ہاں مختلف علاقوں کے اقطاب جو کہ جزوی اقطاب ہیں اگر اس کے عہد میں ہوں تو گنجائش رکھتا ہے بلکہ واقع ہے اور وہ (صاحبِ نسبتِ قیومیت) بمنزلہ کُل ہے اور یہ (اقطابِ علاقہ) اس کے انوار و برکات سے مستفیض و مستفید ہیں لیکن قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے گوشہ نشینی و تنہائی ناگزیر ہے، کہتے ہیں کہ آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں قطبِ مدار تھا اور وہ صحبت کے شرف سے بھی کبھی کبھی مشرف ہوتا تھا لیکن کوئی شخص اس کو نہیں پہچانتا تھا الا ما شاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ روح کو بدن سے جُدا ہونے کے بعد فنا نہیں ہے یہ حکم باقی تمام لطائفِ امر میں بھی جاری ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی روحانیت ظاہر ہوئی اور اس نے ایسا ایسا فائدہ پہنچایا اور فائدہ حاصل کیا اس سے مراد اپنی خصوصیت کے ساتھ لطیفۂ روح ہے وَالْغَيْبُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کے پاس ہے]

۱۱۵ آپ نے لکھا تھا کہ ذاتِ موہوب کے عطا ہونے کے بعد معاملہ عروج سے وابستہ ہوتا ہے یا نزول سے یا کسی کے ساتھ (بھی) خصوصیت نہیں رکھتا الخ (جواب) آپ جان لیں کہ اس نسبت والا بزرگ چونکہ قیومیت کی نسبت رکھتا ہے اور تکمیل و ارشاد کا معاملہ بھی اس سے وابستہ ہوتا ہے اس لئے ضرور اس کو صاحبِ نزول ہونا چاہئے اور ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اگر یہ صاحبِ نزول کبھی کبھی عروج بھی کرے تو گنجائش رکھتا ہے، بلکہ ایسا ہوتا ہے والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۴۱

مشتمل آپ حافظ عبدالجلیل دہلوی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ممکن خیر و کمال کی جستجو

جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبہ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت اور آپ کے باطنی درجات کی مدارج کمالاتِ الٰہیہ میں ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ جو کہ ازراہِ محبت آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت و سرور افزا ہوا۔ آپ کو چاہئے کہ اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں اور اس ناکارہ کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کرتے رہیں اس کم بضاعت سے امداد طلب کرنا مستعیر (مانگی ہوئی چیز والے) سے مانگنے اور عاجز فقیر سے سوال کرنے کی مانند ہے، ممکن بیچارہ خیر و کمال کی جنس سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبہ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے وہ فی نفسہ خیر و کمال سے عاری اور حُسن و جمال سے خالی ہے، امانات اہلِ امانات کی طرف لوٹتی ہیں، وہ ایک وجود نما عدم ہے اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ سرمدی ہے عدم سے کیا حاصل ہو اور شر سے کیا ظاہر ہو ۔

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے   وز ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ ہوں اور بلکہ ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

اس قدر ہے کہ بعض طالبین کے ساتھ جو نشست و برخاست رکھتا ہوں تو ان میں قابلِ اعتبار آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ ترقیات حاصل کرتے ہیں اور بعض کمال تک پہنچتے ہیں، یہ سب بزرگوں کی عنایت و برکات سے ہے اور یہ فقیر درمیان میں نہیں ہے بلکہ حقیقی تربیت کرنے والا حق جل شانہ ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند   [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

کسی نے خوب کہا ہے

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان ز مطرب ست   او وہ (کچھ) نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

۱۱/۱۲۳ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ [سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے سو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھئے۔]

مکتوب ۱۴۲

۱۹۲

حقائق و معارف آگاہ جامع علومِ ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہٗ کی خدمت میں جدائی کے غم و الم کے اظہار اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرقد مطہر کے فیوض و برکات سے متعلق استرداد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ احمد اللہ علیٰ نوالہ واُصلّی واُسلّم علیٰ حبیبہ احمد وآلہ، اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں اللہ عزّوجلّ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! ایامِ فراق دراز ہو گئے ہیں اور ظاہری ضروری جدائی طویل ہو گئی ہے، شوق کی بات بیان سے باہر ہے اور عشق کا قصہ کوئی انتہا نہیں رکھتا اور اب دوستوں کو جدائی کی طاقت نہیں رہی ہے اور مشتاقوں کی جان لب پر آگئی ہے جلدی تشریف لائیں اور محبت کرنے والوں کو آلامِ فراق سے نجات دلائیں، اگرچہ افسوس ہے کہ کوئی شخص (اُس) دیارِ عالی سے کہ فیوض و انوار کا مقام ہے اس دیارِ سفلی کی طرف کہ کفر و بدعت کا منبع ہے آئے، اور (یہ فقیر) اس دیارِ ظلمانی کی طرف آنے اور اُن نورانی مقامات سے کہ اُس بے نشان (حق جلّ و علا) کی نشانی رکھتے اور غیب الغیب کی ترجمانی کرتے ہیں ہجرت کرنے سے اس قدر حسرت و ندامت رکھتا ہے کہ کیا لکھے، یہاں بھی جو شخص ہے وہاں کی برکات کا امیدوار رہے اور اُس پر نظر جمائے ہوئے ہے ؎

دریں دیارِ بداں زندہ ام کہ گہ گاہے　　نسیمِ عاطفتے زاں دیار مے آید

[میں اس دیار میں اس وجہ سے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی اُس دیار سے کچھ نسیم لطف آجاتی ہے]

ہاں اگر حضرت پیرِ دستگیر (قدس سرہٗ) کے روضۂ مطہرہ کی زیارت اور اُس مرقدِ منورہ کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں تو درست ہے تاکہ اس مقام کے فیوض و برکات سے بھی مستفید ہوں، سرزمینِ ہند اگرچہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے لیکن چشمۂ حیات تاریکیوں میں ہے ع

بتاریکی دروں آبِ حیات ست　　[تاریکی کے اندر آبِ حیات ہے]

ان دنوں قطعۂ سرہند اُن دو حرمِ محترم کے طفیل میں فیوض و انوار کی کثرت سے رشکِ ہند و غیرتِ سندھ ہے اس (سرہند) کو ہند سے نہ جانیں کہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ اسرارِ نبوت کا نمونہ ہے جو طالبانِ حق جلّ و علا کہ نیازمندی کا سر اس مزار فائض الانوار پر رکھتے ہیں اور صدق نیت سے اس مرقدِ مطہر کی زیارت کرتے ہیں اُن فیوض و برکات سے فیضیاب و مستفید ہوتے ہیں اور ایک نوش سو سینکڑوں جوش و خروش کے ساتھ خود سے بیگانہ ہو کر مطلب کی جستجو کرتے ہیں یہاں کے بہت سے رہنے والے عدمِ خلوص اور اس چشمۂ حیات سے رغبت نہ ہونے کے باعث پیاسے ہیں اور ان برکات سے محروم ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ز ہر یک نقطہ اش چوں نافۂ تر　　شمیمِ وصلِ جاناں میزند سر
ولے آں کز برودت در زکام ست　　چہ داند نافہ اش گر در مشام ست

[اس کے ہر ایک نقطے سے تر و تازہ مشک نافہ کی مانند، محبوب کے وصال کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص سردی کی وجہ سے زکام میں مبتلا ہے اگر اس کے دماغ میں مشک نافہ ہو تب بھی اس کو کیا خبر؟] والسلام اولاً و آخراً۔

۱۹۷

محمد صادق پٹنی کے نام اُن کے سوال کے حل میں کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ اور فنا کے اسرار و دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: سعادت آثار محمد صادق پٹنی نے پوچھا تھا کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ آپ جان لیں کہ فنا و بقا اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کے اسرار میں سے ایک سِر ہے (اور) ذوقی و وجدانی ہے جو صحیح طور پر نہ بیان میں آسکتا ہے اور نہ تقریر و تحریر میں سما سکتا ہے، ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی　　　[خدا کی قسم جب تک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

اہل اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مطلوب کا حجاب انسان کا اپنا نفس ہے اَنْتَ الْعَلَمَۃُ عَلیٰ شَمْسِكَ

ے　از تست حجاب تو یقین ست　　　شرط ہمہ رہروان ہمین ست

[یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

اور جب تک سالک سے کچھ اثر باقی ہے وہ معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں رکھتا ے

تا یک سرِ مو ز خویشتن آگاہی　　　گر دم زنی از راہِ فنا گمراہی

[جب تک تو اپنے آپ سے ایک بال بھر بھی آگاہ ہے اگر تو راہِ فنا کا دم مارتا ہے تو گمراہ ہے]

پس لاٹ کے پھاوڑے سے بشریت کے پہاڑ کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دینا چاہئے تاکہ حقیقی فنائیت ظاہر ہو جائے اور ذاتی نیستی رونما ہو جائے اور اس میں شک نہیں ہے کہ بندہ سے احکامِ بندگی کسی وقت ساقط نہیں ہوتے اور بندہ ہرگز حق (تعالیٰ) نہیں بن جاتا۔ (آیات) بندہ کے باقی رہنے پر دلالت کرتی ہیں پس جو کچھ کہ صوفیہ کے نزدیک مسلّم ہے وہ اس کے ساتھ کس طرح جمع ہوگا اور ہونا اور نہ ہونا ایک آن میں کس طرح متصور ہوگا ع

میباش و مباش مشکل این ست　　　[رہ بھی اور نہ بھی رہ مشکل یہ ہے]

عقلِ محدود اس اشکال کا حل تلاش نہیں کر سکتی اور اس گتھی کے سلجھانے کو محال جانتی ہے (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی چاہئے جو اس گتھی کو سلجھا دے اور اشکال کو حل کر دے اور ناممکن کو حالتِ امکان میں لائے، عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] اس بارگاہ میں اضداد جمع ہیں اور متضاد احکام ایک دوسرے میں ملے ہوتے ہیں اگر عارف متخلق بھی احکام متضادہ کا مورد ہو جائے تو کیا بعید ہے، اثباتِ وجود اور سلبِ وجود اس بارگاہ میں جمع ہیں اگر ہونا اور نہ ہونا عارف میں جمع ہو جائیں تو گنجائش رکھتا ہے۔

شیخ محمد مؤمن گیلانی ثم برہانپوری کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور بعض مقاماتِ عالیہ کے حصول کی بشارت اور اس سوال کے حل میں جو انھوں نے کیا تھا مع اشاراتِ عالیہ کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد رب العلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد سعادت آثار شیخ محمد مؤمن نے چند احوال دیکھے اور فقیر کو لکھے تھے اور ایک سوال بھی کیا تھا، پہلے حال کو بجنسہٖ لکھتا ہوں، پہلا حال یہ ہے کہ جمعہ کے روز بتاریخ ۲۰ ماہ محرم الحرام کو جبکہ میں آنجناب (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کی خدمت میں روضۂ منورہ (مجدد علیہ الرحمہ) کی زیارت کے لئے گیا ہم سب روضۂ (شریف) کے اندر مراقب تھے اور آں جناب (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہٗ حضرت امام المریدین (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی تربت کے سرہانے مراقبہ میں بیٹھے تھے اچانک اس حقیر کو مشہود ہوا کہ قبلہ کی جانب سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا اور اس نے ایک عالم کو احاطہ کر لیا اور روضۂ منورہ کی چار دیواری میں آگیا اور جس جگہ میں کہ آنجناب مراقب تھے کچھ مدت تک ٹھہرا رہا، محسوس کیا گیا کہ اس نور میں حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اس اثناء میں اس کمترین کے دل میں خیال گذرا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، اس خیال کے آتے ہی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شیخ معصوم یا یہ فرمایا محمد المعصوم کے ساتھ مصافحہ کیا تو بلاشبہ اُس نے مجھ سے مصافحہ کیا، اس کے بعد وہ عظیم نور وہاں سے منتقل ہو کر حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے روضۂ منورہ کے دروازے پر پہنچ کر ٹھہر گیا اور حضرت مجدد الفِ ثانی (قدس سرہٗ) کی قبرِ منور سے ایک نور اُس نور کے استقبال کے لئے نکل کر اس سے مل گیا اور نور کے منتقل ہوتے وقت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ شیخ احمد کا قول برحق ہے۔ اس کے بعد وہ نور منتقل ہو کر مدینۂ سکینہ علیٰ ساکنہا افضل الصلوات واکمل التحیات پہنچا اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) روضۂ منورۂ مطہرہ میں داخل ہو گیا، اُس وقت اس حقیر کی نظر میں اس جگہ سے لیکر مدینۂ منورہ تک بھی روشن تھا اور روضۂ شریفہ بھی مشہود تھا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ روضۂ منورہ پر پھر یہ الفاظ فرماتے ہیں کہ جس نے اس (شیخ محمد معصومؒ) سے مصافحہ کیا تو ضرور اس نے مجھ سے مصافحہ کیا"۔ میرے مخدوم! اس حال میں جو حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ناکارہ کا نام اپنی زبان (مبارک) پر دو۲ دفعہ لاکر از راہِ کرم وعنایت

بشارت دی ہے اس (فقیر) کا سرِ عجز و نیاز فخر و ناز کی بلندی پر پہنچ گیا ہے اور اس کم مایہ کے ہاتھ نے دامنِ مراد کو پالیا، اپنی تمام برائیوں کے باعث کسی طرح بھی اپنے آپ کو اس خطاب کے قابل نہیں سمجھتا لیکن ع

باکریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

؎ بینوائی کہ دہی اشک مرا حُسنِ قبول ، اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

[اے (وہ ذات (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنادیا ہے تو میرے آنسوؤں کو حُسنِ قبول عطا فرما سکتا ہے]

اور یہ جو آپ نے دوسرے حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کی جانب سے آپ کو حقیقتِ صلوٰۃ کا خلعت عطا ہوا ہے پھر اس فقیر نے وہ خلعت آپ کو پہنایا ہے، اس کی تعبیر وہی ہے کہ آخری توجہ میں اس حقیر نے آپ کو اس نسبتِ عالیہ کے حصول کی بشارت دی تھی اور آپ نے اس کا کچھ حصہ محسوس کیا تھا۔ اور یہ جو آپ نماز کی صف میں قعدہ میں شامل ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات کی صف ہے، عمدہ و مبارک ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اُن کی برکات سے اس عجیب مقام سے بہرہ ور فرمائے اور اُن (حضرات انبیاء علیہم السلام) کی نماز کی خوشبو سے کچھ حصہ ہم جیسے پس ماندگان کے دماغ میں پہنچائے خواہ نماز کے آخری جز ہی سے حصہ مل جائے اور ان کے قعدہ ہی سے کچھ نصیب ہو جائے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ [اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بڑی چیز ہے]۔ اور یہ جو وہ (انبیاء علیہم السلام) فرماتے ہیں کہ آپ کو حقیقۃ الحقائق سے حصہ ہے ایک عجیب بشارت ہے آپ امیدوار رہیں۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "کیا سبب ہے کہ تو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ طالبین کے سلوک طے کرنے میں حقیقۃ الحقائق کے ساتھ لحوق کی بشارت حقائق ثلاثہ کے وصول کے بعد ہے اور حالانکہ یہ تینوں حقیقتیں مراتبِ وجوبی میں داخل ہیں اور حقیقۃ الحقائق حقائقِ امکانی میں سے ہے اس مقام کو حل کرنا چاہئے ایک مدت ہو گئی ہے کہ اس مسکین کا دل پریشان ہے"۔ میرے مخدوم! کوئی اشکال نہیں ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ لحوق اور حقائق ثلاثہ کے وصول میں کوئی ترتّب و توقف نہیں ہے، یہ جائز ہے کہ لحوقِ مذکور ہو جائے اور حقائق کا وصول میسر نہ آئے اور نیز ہو سکتا ہے کہ وصول واقع ہو جائے اور لحوق نہ ہو جائے اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود اپنے حقائق سے حقیقتِ کعبہ اور اس کے اوپر تک پہنچے ہیں اور جو شخص کہ ان کے قدم پر ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے حقائق (کے واسطے) سے پہنچ جائے اور حقیقت الحقائق درمیان میں نہ آئے اور وصول کے بعد اگر اپنے شیخ کے توسط سے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ (حقائقِ ثلاثہ کے) وصول سے پہلے بھی جائز ہے کہ

اس حقیقت تک پہنچ جائے اور یہ جو فقیر نے بعض دوستوں کو ان کے حقائقِ ثلاثہ تک پہنچنے کے بعد حقیقۃ الحقائق سے) لحوق کی بشارت دی ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے یہ کلیہ نہیں بلکہ اتفاقیہ ہے کہ وصول کے بعد توجہ اس جانب میں واقع ہوئی ہے ورنہ اگر وصول سے پہلے توجہ واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ لحوقِ مذکور حاصل ہو جائے، ہاں محمدی المشرب کے حق میں اگر وصول سے پہلے لحوق کہا جائے تو گنجائش رکھتا ہے، کیونکہ اس کے لئے حقائقِ ثلاثہ تک وصول کا راستہ حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، والعلم عند اللہ عزوجل [صحیح علم اللہ عزوجل کو ہے] والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

ن ۲۰۰

مکتوب ۱۴۵

سلطان عبدالرحمن بلخی کے نام ذکر کی فضیلت اور اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور حق جل وعلا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں، بندہ جب حق تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو حق سبحانہ بھی اس بندہ کو یاد فرماتا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ [پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا] اس جانب سے دوامِ ذکر کی صورت میں اُس جانب سے بھی دوامِ ذکر ہوگا اور اس سے زیادہ اور کونسی سعادت ہوگی کہ مالک و مولائے حقیقی جلت عظمتہٗ ہمیشہ بندہ کو یاد کرے اور بندہ ہمیشہ اس تعالیٰ شانہٗ کا موردِ فیض رہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) کبھی کبھی اپنے آپ کو اتنا بڑھا ہوا پاتا ہے کہ گھر کو اپنے آپ سے پُر دیکھتا ہے" یہ دید اعلیٰ ہے اور استعداد کی جامعیت کا پتہ دیتی ہے، امید ہے کہ اس سے زیادہ بڑھیں گے اور آفاق کو احاطہ کرلیں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو سبز لباس سے آراستہ اور زیورات سے مشاہدہ کیا ہے" میرے مخدوم! اس کیفیت کے مطالعہ نے خوشوقت کیا، یہ دید بلند نسبت کی خبر دیتی ہے اور اعلیٰ بشارت دینے والی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۶

شیخ میر دہلوی کے نام ان کے احوال کی شرح اور بشارت کی طرف ایک اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، گرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا، حق سبحانہٗ دل جمعی اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ رکھے فَإِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ [پس بیشک

استقامت کرامت سے افضل ہے] آپ نے لکھا تھا کہ "وہم وخیال جو کہ سلوک وجذبہ کے ثمرات کے شعبدے میں اُن کے کوچے سے رہائی حاصل ہے اور اصل الاصول کے سوا اور کوئی مطمح نظر نہیں جانتا" میرے مخدوم! وہم کی قید اور خیال کے کوچے سے رہائی پانا اس دنیائے فانی میں مشکل ہے، کامل طریقے پر وصل کا مقام آخرت ہے اور ملاقات کا زمانہ موت کا وقت ہے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ [موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] موت ہی ہے جو اس قید سے رہائی بخشتی ہے اور اس کوچے سے نکالتی ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس دنیاوی زندگی میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس گرداب سے نجات پائے اور مطلوب کو خیال سے تراشے بغیر آغوش میں کھینچے۔ وہی شیخ ابوسعید ابوالخیر کے استاد کی بات ہے کہ یہ الٰہی نوادرات میں سے ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس کے باوجود پیاس کا شعلہ جوش میں اور تپش کی آگ خروش میں ہے" بیشک تحیّر و عجز ہر وقت دامنگیر ہے اور اگرچہ وہم وخیال کے کوچے سے رہائی پا چکا ہے لیکن مشکل ہے کہ ممکن بیچارہ امکان سے پاؤں باہر نکالے اور مقید قید سے رہائی پائے۔

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم ۔۔۔ جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے واللہ اعلم]

ممکن واجب تعالیٰ سے کیا پائے اور مقید مطلق سے کیا حاصل کرے پس عجز ہر وقت دامنگیر ہوگا اور پیاس و تپش کا شعلہ مشتعل رہے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "دائرہ خلت سے بے کیف اُنس اور بے چون الفت نہایت لطافت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی اس دائرہ کے مرکز سے بھی کچھ تھوڑا سا حصہ فیض رساں ہوتا ہے" میرے مخدوم! اس نعمت کا شکر بجالائیں اور اس کی ترقی و تقویت طلب کریں، بالمشافہ بھی اس (نعمت) کے احوال کا تذکرہ کیا گیا تھا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ وہ ظاہر ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ لغزش و خطا سے محفوظ رکھے۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ [اے اللہ! ہمیں اشیاء کے حقائق دکھادے جیسی کہ وہ ہیں] والسلام۔

مکتوب ۱۴۷

شیخ عبدالعلیم جلال آبادی کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) جملہ احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک استقامت

کرامت پر فوقیت رکھتی ہے اور اس معنی کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ مجھ کو سورہ ہود نے بوڑھا کردیا۔ آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت بخش ہوئے چونکہ اعلیٰ احوال و کیفیات پر مشتمل تھے اس لئے مسرت میں اضافہ کیا، حق سبحانہٗ اسی طریقے پر ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور نبوی خیموں کے سایہ اور حقیقتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات والبرکات کے ہمسایہ میں جگہ دے ہم جیسے بوالہوسوں کو اس قسم کی آرزوئیں محض تمنائیں ہیں ؎

کجا ما و کجا زنجیر زلفش　　عجب دیوانگی کاندر سر افتاد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے]

ہم کو ہر چیز سے جدائی کا غم اور گناہوں کا ماتم ناگزیر ہے۔ آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا فقیر کو بھی مشتاق جانیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، (یہاں کے) احوال واطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے تاکہ وہ حصولِ درجات اور بلندیٔ احوال کے لئے وسیلہ ہو جائے، جو خط کہ آپ نے ازراہ محبت بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت نگاہ ذاتِ محبوب پر پڑتی ہے تو (یہ فقیر) اپنے آپ کو مستور پاتا ہے کوئی چارۂ کار نہیں پاتا سوائے اس کے اپنے آپ کو نیست ونابود کرلے اور جسقدر زیادہ کوشش کرتا ہے اپنے جہل کو اور زیادہ پاتا ہے"۔ (جواب) آپ (خود کو) مستور کیوں نہ پائیں کیونکہ معشوق کے جلوہ کے وقت عاشق اپنے لئے نامناسبت پاتا ہے اور اس کے سامنے ہونے کے قابل نہیں پاتا بلکہ بالمقابل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا، چاہتا ہے کہ اسباب صحرائے عدم کی جانب لے جائے اور اپنا کوئی نام ونشان نہ چھوڑے ؎

بلے ہر جا بود مہر آشکارا　　سُہا را جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج نکلا ہوا ہو، سُہا (ایک ستارہ کا نام) کو سوائے پوشیدہ ہونے کے اور کیا مجال ہے]

سالک جسقدر زیادہ کوشش کرتا ہے (اسی قدر) وہ اپنی نیستی (فنائیت) میں کوشش کرتا ہے اور جسقدر

نیستی زیادہ ہوگی جہل وحیرت (اسی قدر) زیادہ ہوں گے اور صفاتِ کمال سے کہ منجملہ اُن کے علم بھی ہے (اسی قدر) زیادہ خالی ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز ادا کرنے میں خصوصاً فرائض ادا کرنے اور قرآن مجید کی تلاوت میں عجیب وقت گذرتا ہے اُس وقت کا شکرانہ کس زبان سے ادا کیا جا سکتا ہے"۔ میرے مخدوم! نماز مؤمن کی معراج ہے اور خاص الخاص قرب کا مقام ہے جو حالت ولذت کہ اس کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے خاص طور پر فرائض کے ادا کرنے میں، بہت ہی کمال الکمال ہے۔ آپ نے اپنے دوستوں کے ذوق وشوق کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجالائیں اور اپنے کام میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بےفکر نہ رہیں اور ڈرتے اور لرزتے رہیں اور فقیر کے احباب میں سے جو مبتدی کہ آپ کی صحبت کے ذوق کا اظہار کرے اس کے ساتھ مجلس رکھیں اور توجہ فرمائیں والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۴۹

م ۲۰۳
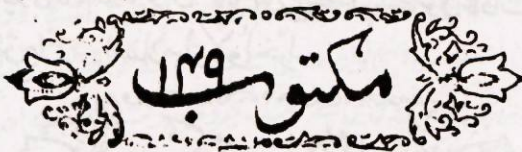
میر بیگ کولابی کے نام عدمیتِ ذاتیہ کے ظہور اور عدم کی ذات میں شر ونقص ہونے کے باوجود اس کے کمال ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعتِ عالیہ وسنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر قائم ودائم رکھ کر باطنی جذباتِ توبیہ کے ساتھ مکرم وممتاز رکھے۔ جو خط کہ آپ نے ازراہِ محبت بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "میں اپنے آپ میں نہ غیبت پاتا ہوں نہ حضور اور نہ جمعیت، عدمِ محض پاتا ہوں"۔ بیشک غیبت، حضور اور جمعیت سب انسان کے منتسبات اور اس کے اوصاف میں سے ہیں، جب تک منتسبات سے خالی اور اوصاف سے عاری نہ ہو جائے (اس وقت تک) عدمیتِ ذاتیہ کا ظہور جو کہ سالک کے حق میں کمال ہے، محال ہے۔ اگر (یہ) کہا جائے کہ "عدم شرِ محض اور نقصِ خالص ہے جو خیر کی بو بھی نہیں رکھتا اس کے ظہور میں کیا خیر اور کونسا کمال ہے اور اسی طرح اوصافِ کمال کے سلب میں کیا کمال ہے بلکہ سراسر نقص وشرارت ہے"۔ میں (جواب میں) کہتا ہوں کہ جو کچھ ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے اور وجود اور وجود کے توابع کی تمام صفاتِ کمال اس میں مرتبۂ وجوب سے مستعار ومستفاد ہیں اور اُس مرتبہ کی صفات کا عکس وپرتو ہیں اور ممکن نے اس انعکاس کے واسطے سے اپنی عدمیتِ ذاتیہ اور فطری نقص وشرارت کو فراموش کر دیا ہے اور عارضی کمالات کے باعث اپنے آپ کو خیر وکمال خیال کر لیا ہے اور اس خیالِ فاسد وجہلِ مرکب سے انانیت وخودی کا مصدر بن گیا ہے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے مخصوص

اوصاف میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی[1] (میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) کی آواز[2] اس کی ذات سے بلند ہوئی ہے پس اس کے حق میں کمال یہ ہوا کہ وہ اپنی عدمیتِ ذاتیہ سے آگاہ ہو جائے اور عارتی کمالات کو اس کے اہل کے حوالہ کر دے اور انانیت و جہل مرکب سے رہائی پالے اور شرکت کے دعویٰ سے جو کہ اس کے وصول کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے نجات پالے اور نفس امارگی سے نکل جائے اور فنائے حقیقی سے مشرف ہو جائے۔ اے سعادت آثار! فقیر کے دوستوں میں سے جس نے کہ شغل (طریقہ ذکر وغیرہ) کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے آپ اس کی طرف توجہ کریں اور طریقہ قادریہ کی اجازت کو حاضری پر موقوف رکھیں۔ والسلام

مکتوب ۱۵۰

ص ۲۰۲

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت افزا ہوا، آپ نے لطائفِ عالمِ امر کے جدا جدا عالمِ خلق کی طرف نزول کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، لطائفِ عالمِ خلق کے نزول کی بابت نہیں لکھا انھوں نے بھی نزول کیا ہوگا اس لئے کہ عالمِ خلق کو (بھی) عالمِ امر کی مانند ایک عروج ہے کہ رو بحق جل و علا ہے اور ایک نزول ہے کہ رو بخلق ہے کامل نزول ان لطائفِ عشرہ کے نزول سے وابستہ ہے، معلومیت کے باوجود جو کہ معلوم کی اصل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس کے ظل کے ساتھ، مدرکہ میں صورتِ معلوم کے حاصل نہ ہونے کی بابت آپ نے جو لکھا ہے بہت اعلیٰ ہے اور ہمارے حضرت عالی رح کے مخصوص معاملات میں سے ہے، مشکل ہے کہ محدود عقل اس دقیقہ تک پہنچ سکے، یہ بات زمانہ کے عجائب میں سے ہے کہ وہ غائب شخص کا تعلق حسن سے پیدا کرے اور حصولِ صورت کے بغیر ہو مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (جس نے نہیں چکھا اُس نے نہیں جانا)

یہ جو آپ نے محبوبیتِ ذاتیہ کی نسبت کے ادراک اور تعیناتِ ثلاثہ یعنی علمی، وجودی اور حبی سے بہرہ یاب ہونے اور دماغ سے وسوسہ کے دور ہونے اور انعام کی بہ نسبت ایلام سے زیادہ لذت پانے کی بابت متعدد خطوط میں لکھا ہے بہت عظیم و اعلیٰ چیزیں ہیں ان امور میں سے اکثر حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز کے خصائص میں سے ہیں، ان کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، حق جل و علا حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے تمام کمالات سے بہرہ مند کرے اور ترقیات کے دروازے کھلے رکھے

---

[1] سورت ۸۰ آیت ۲۴ [2] جیسا کہ فرعون نے یہ الفاظ کہے تھے۔

اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] اور آپ نے خاتمہ اچھا ہونے کے ظہور اور اپنے آپ کو ملیح و جمیل اور نمکین پانے کے بارے میں جو لکھا تھا یہ ایک بڑی نعمت ہے، مبارک ہو، لیکن الہام چونکہ ظنی (چیز) ہے (اس لئے) ابہام موجود ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "محمد فاضل ولایتِ اخفیٰ اور علم کا مبدا ہونے اور نماز کے بعض افعال میں اپنے ساتھ افرادِ عالم کی شرکت اور حقیقتِ کعبۂ معظمہ کے انوار بلکہ اس کے ساتھ متحقق ہونے اور قلوبِ خمسہ و قلبِ بسیط و وسعتِ مضغہ کے ساتھ کچھ مناسبت پاتا ہے اور محمد عارف و محمد زاہد (دونوں) افرادِ ذات و تصفیہ خاک اور وسعتِ مضغہ (قلب) کے ساتھ کچھ مناسبت محسوس کرتے ہیں، محمد ابراہیم و عبدالواحد (دونوں) ولایتِ کبریٰ کی طرف مائل ہیں"۔ یہ سب واضح ہوا اور آپ نے سرور لیا اَللّٰھُمَّ زِدْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ [اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر]

میرے مخدوم! بعض طالبین کے وہ امور جو قوت سے فعل میں نہیں آئے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اندراج یا انعکاس یا تخیل کے طور پر ان کا تصور ظہور کرتا ہے حالانکہ ابھی ان کا وقت نہیں پہنچا ہوتا، اس معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر کی ضرورت ہے اور نیز ان کے عادات و اطوار میں تامل اور ان کی استقامت و عدم استقامت کو ملاحظہ کر کے اجازت دینا چاہیے، اور ہم ان دوستوں کے بارے میں نہیں کہہ رہے ہیں کہ جن کے احوال آپ نے لکھے ہیں بلکہ یہ کلیہ (قاعدہ) ہے تاکہ دوستوں کو ملحوظ رہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ (یہاں کے) احوال و اطوار استقامت کی راہ پر ہیں، امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی سلامتی و عافیت کے ساتھ ہوں گے، اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ متصف ہوں گے، مکتوب شریف نے پہنچ کر خوش وقت کیا، ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیماری میں تخفیف ہے لیکن کچھ درد باقی ہے، کھڑا ہونے کی طاقت نہیں ہے، نماز چار زانو بیٹھ کر ادا کرتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَّاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ [ہر حالت پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور میں اہلِ دوزخ کی حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں] اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کو موتیوں کے چمکتے ہوئے زیورات پہنائے گئے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ نسبتِ محبوبیت ہے" آپ کو مبارک ہو عجیب بشارت ہے بشرطیکہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ

آپ کی عبارت فعل کی کچھ خبر دیتی ہے اور آغوش کی کچھ صفت ظاہر کرتی ہے کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ "میں اس بشارت سے خوش و سربلند ہوا۔ جب مجھ کو اپنے حال میں لایا گیا تو خاص آثار و علامات بارانِ نیساں کی مانند نازل ہو رہے تھے، تین روز تک یہ سرشاری کی کیفیت قائم رہی، اس وقت بھی ان مشاہدات پر دل کو متوجہ رکھتا ہوں گویا وہی وقت حاصل ہے"۔ ان سطور کے مطالعہ سے دل بہت مسرور ہوا اور امید وار کیا۔

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [اے رب میرے علم کو زیادہ کردے] والسّلام اولاً و آخراً۔ ۲۰ / ۱۱۴

مکتوب ۱۵۲
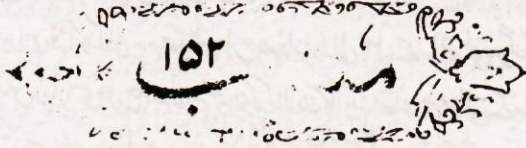
شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور ایک دوست کے احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا تحریر فرمایا۔ متن ۲۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اور آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے اور امید کی گئی ہے۔ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں عمدہ و روشن ہیں اور یہ جو آپ نے سات محل دیکھے ہیں اور چھ محلات کی تعبیر چھ لطائف سے کی ہے اور ساتویں محل کی تعبیر پوچھی ہے میرے مخدوم! یہ سات محل گویا اُن سات قدم سے عبارت ہیں کہ جن کو ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس اللہ سبحانہ بسرہ) نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ یہ راستہ کہ ہم جس کے طے کرنے کے درپے ہیں سات قدم ہے اُن میں سے پانچ عالمِ امر سے اور دو عالمِ خلق سے ہیں جو کہ نفس و قالب ہیں، حاصل مطلب یہ ہے کہ ساتواں محل جو کہ نہایت بلند ہے کمالاتِ ولایت کے اعتبار سے کہ عالمِ امر اس جگہ اصل ہے اور عالمِ خلق اس کا تابع ہے، لطیفۂ اخفیٰ ہے جو کہ عالمِ امر کا منتہیٰ (آخری مقام) ہے اور ولایت کے لئے اس لطیفہ اور اس کی اصل سے اوپر کوئی گذر نہیں ہے اور کمالاتِ نبوت کے لحاظ سے کہ وہاں عالمِ خلق اصل ہے اور عالمِ امر اس کا طفیلی ہے (ساتواں محل) لطیفۂ قالب ہے جو عناصرِ اربعہ کو شامل اور وجودِ خاکی پر محیط ہے کیونکہ کمالاتِ نبوت سے بالاصالت حصہ اس کے لئے ہے اور یہ حقیقت میں لطائفِ عشرہ کے اوپر ہے اور خاک کی پستی اس کی بلندی کا سبب ہوگئی ہے۔ آپ کی تعبیر کے موافق یہ ہے کہ ساتواں محل بھی لطیفۂ قالب ہوگا کیونکہ آپ نے پہلے چھ محلات کی تعبیر چھ لطیفوں سے کی ہے جو کہ پانچ لطائفِ عالمِ امر ہیں اور ایک لطیفۂ نفس ہے لہذا ساتواں محل لطیفۂ قالب ہوگا اور کمالاتِ نبوت میں قدم جسقدر

راسخ ہوگا جزوِ خاکی کے کمالات اسی قدر زیادہ جلوہ گر ہوں گے اور اس کے درجات اسی قدر زیادہ واضح ہوں گے۔
آپ نے شیخ عبد اللہ کے احوال کہ جس نے آپ سے طریقہ اخذ کیا ہے لکھے تھے کہ "وہ صفات کو اصل کے ساتھ ملحق پاتا ہے اور اپنے آپ کو اُن سے خالی دیکھتا ہے لیکن چونکہ جہل بہت زیادہ رکھتا ہے وہ اپنے احوال کی تفصیل پر مطلع نہیں ہوتا اس لئے اس کے حال کی حقیقت سے اطلاع فرمائیں"۔ میرے مخدوم! جو کچھ وہ پاتا ہے معقول و درست ہے میں اس قسم کے شخص کو بہت زیادہ صاحبِ جہل نہیں کہہ سکتا، کہاں سے (معلوم ہوا) کہ وہ اُن دوسری چیزوں سے بھی جو وہ رکھتا ہے جاہل ہے؟ یہ دید تجلّی صفات کا نتیجہ اور فنائے نفس کی خبر دینے والی ہے اور اس فنا کا کمال یہ ہے کہ جس طرح صفات بکمال اصل کے ساتھ ملحق ہو گئیں اور عدم کے سوا سالک میں کچھ نہیں رہا (اسی طرح) یہ عدم بھی جو کہ کمالات کا آئینہ تھا عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اس وقت عارف سے نہ عین رہتا ہے نہ اثر، لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ [نہ وہ باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی] اس کے بعد مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہو جاتا ہوں] کے حکم کے مطابق بقا کا معاملہ (ہوتا) ہے اور ولایتِ کبریٰ کا معاملہ آگے درپیش ہے فنا و بقا کی صورت اگرچہ ولایتِ صغریٰ میں حاصل ہو گئی تھی لیکن فنا و بقا کی حقیقت ولایتِ کبریٰ میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ عدمِ خاص کا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہونا اس ولایتِ (کبریٰ) کے خصائص میں سے ہے، والسلام

مکتوب ۱۵۳

شیخ ابو المکارم کے نام مطلب پر ... کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو گرامی نامہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچا، آپ نے اپنے شیخ قدس سرہ کی صحبت کی نعمت کے جاتے رہنے پر افسوس اور رنج و الم کا اظہار کیا تھا واضح ہوا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ [ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں] جو کچھ مقدر ہے اس سے چارہ نہیں ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔

ع گر درے بستہ شد اے دل دیگرے بکشاید [اے دل اگر ایک دروازہ بند ہو گیا ہے تو دوسرا کھل جائیگا]

طلبگاری کے لوازم بجالانے چاہئیں اور جس جگہ سے مطلب کی بُو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے، فرصت کے ایام بہت غنیمت ہیں، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، اس معنی کی طلب اس ناکارہ سے کرنا تمنا سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اس کے باوجود جو کچھ حاصل ہے اگرچہ وہ کچھ نہیں ہے (پھر بھی) دوستوں سے

دریغ نہیں ہے لیکن ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے، قُرب و بُعد کس طرح برابر ہوں گے کہ اویس قرنی رضی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچے، دوسرے طریقوں میں بھی اگرچہ قُرب و بُعد یکساں نہیں ہیں لیکن اس طریقۂ عالیہ میں مدار صحبت پر ہے دوسرے طریقوں میں اس کی مانند نہیں ہے ہاں مرید رشید محبت اور باطنی تعلق کے مطابق جو کہ وہ اپنے شیخِ مقتدا سے رکھتا ہے شیخ کے باطن سے اس کی غیر موجودگی میں بھی فیوض و برکات اخذ کرتا ہے اور باطنی رابطہ کے ذریعہ اس کے پوشیدہ معانی کو جذب کرتا ہے لیکن حصولِ معرفت اور ولایت کے درجات تک وصول غالب طور پر صحبت سے وابستہ ہے لَا تَعْدِلْ بِالصُّحْبَۃِ شَیْئًا کَائِنًا مَا کَانَ، [خواہ کوئی چیز بھی ہو اس کو صحبت کے برابر قرار نہ دو] نقیر بھی غائبانہ توجہ سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ حق سبحانہٗ اپنے فضل اور کمالِ کرم سے بزرگوں کے باطن سے فیضیاب کرے ۲۰۸ص اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور باطنی بیماری کا علاج اس قلیل فرصت میں ذکرِ کثیر کے ساتھ تلاش کریں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں، والسلام اولاً و آخراً۔

حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد حنیف کابلی کے صاحبزادگان کے نام خواجہ مرحوم کی تعزیت اور ضروری نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برخوردار سعادت اطوار خواجہ عبید اللہ (ابن خواجہ محمد حنیفؒ) مع برادر و ہمشیرگان (درجۂ) کمال کو پہنچیں اور ان نورِ چشمان کی والدۂ عصمت پناہ اور تمام اہلِ سلسلہ جو وہاں اقامت پذیر ہیں اور اُن کی خدمت میں قیام رکھتے ہیں اِس جانب سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں اور (سب کے سب) شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلیٰ کے طریقہ پر قائم و دائم رہیں اور مشائخ کی محبت و متابعت پر کامل استقامت کے ساتھ رہیں۔ کیا لکھوں کہ اس حادثۂ جانکاہ کو سُن کر ان دوستوں پر کس قسم کا رنج و غم اور کس طرح کی مفارقت و مصیبت پیش آئی لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کے ارادہ و تقدیر سے ہے (اس لئے) تسلیم و رضا کے سوا چارہ و مفر نہیں ہے ہم نے بھی صبر کیا آپ بھی صبر کریں اور حق جل و علا کے فعل سے راضی و شاکر رہیں اور رفتگان کو دعا و صدقہ سے یاد کریں اور خواجۂ مرحوم کے فیوض و برکات سے امیدوار رہیں اور ان کے مزارِ پُر انوار سے ہمیشہ طالبِ فیض رہیں اور دوستوں کو چاہیے کہ

اس جگہ کو آباد رکھیں اور خواجہ (مرحوم) کے طریقہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں، حلقۂ ذکر وشغل کو قائم رکھیں اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور خواجہ (مرحوم) کے صاحبزادوں کی خوشنودی وخدمت گاری میں دل وجان کے ساتھ کوشش کریں اور (ان کے) بچوں کی اچھی تربیت کریں اور آداب سکھائیں (ان بچے) پنجوقتہ نماز کے لئے جماعت میں حاضر ہوں اور سبق بلا ناغہ پڑھیں، کیا کیا جائے ہم اُن سے دُور پڑے ہوئے ہیں دل کڑھتا ہے، ہم امیدوار ہیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان (بچوں) کو بے فیض نہیں رکھے گا اور درجۂ کمال تک پہنچائے گا۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] ؎

زہجر دوستاں خوں شد درونِ سینہ جانِ من　　فراقِ ہمنشیناں سوخت مغزِ استخوانِ من

[دوستوں کی جدائی سے میری جان سینہ کے اندر خون ہوگئی (اور) ہمنشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا گودا جلا دیا] والسلام اولاً وآخراً

مکتوب ۱۵۵

۲۰۹
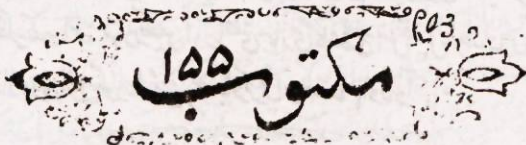
شیخ انور نور سرائی کے نام ان کے حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور حقائقِ ثلاثہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوت کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، وہ حال جس میں آپ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور عنایات مشاہدہ کی ہیں عمدہ ومبارک ہے اور بشارت ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک بہت سجا ہوا عجیب سفید گنبد تین محرابوں والا ہے اور آپ نے اپنے آپ کو درمیان میں دیکھا اس کے بعد منکشف و معلوم ہوا کہ یہ گنبد حقیقۃ الحقائق ہے اور یہ تین محرابیں حقائقِ ثلاثہ ہیں" اور نیز آپ نے لکھا ہے کہ "میں حقیقۃ الحقائق میں بہت ترقی دیکھتا ہوں گویا کہ تُو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کشاں کشاں لیجاتا ہے" اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ بے اندازہ ترقیات نصیب فرمائے اور حقائقِ اربعہ سے بہرہ مند بنائے اور حقیقۃ الحقائق تک وصول سمجھ میں آتا ہے۔ والغیب عند اللہ تعالیٰ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے] آپ نے لکھا تھا کہ میں نے تینوں حقیقتوں میں فرق معلوم کیا، حقیقتِ کعبہ مقامِ دل سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقتِ قرآنی مقامِ روح سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقتِ صلوٰۃ لطیفۂ اخفیٰ کے مقام سے تعلق رکھتی ہے۔ میرے مخدوم! یہ معنی محلِ غور ہیں اس بارے میں اچھی طرح غور وفکر کریں۔ جو کچھ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ کعبہ کو دائیں اور بائیں سے جو کہ قلب و روح کا

مقام سے تعلق نہیں ہے۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے ستر ہویں مکتوب میں لکھا ہے "جس طرح انسان کا قلب عرشِ رحمٰن جل سلطانہ کا نمونہ ہے اور اس کا ظہورِ قلبی ظہورِ عرشی کا نمونہ ہے (اسی طرح) بیت اللہ بھی انسان میں نشان و نمونہ ہے جو کہ درمیانہ ہے اور دائیں بائیں سے بے تعلق ہے اور حسنِ سبقت میں یکتا ہے الخ"۔ ان حقائق کا معاملہ بہت نازک ہے ہم جیسے بوالہوسوں کا دستِ فکر اس کے دامن (تک رسائی) سے قاصر ہے والسلام اولاً و آخراً و علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً۔

مکتوب ۱۵۶

شرافت و نجابت پناہ خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام دینی نصیحتوں اور دنیائے دنی کی بیوفائی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات بہر حال حمد کے لائق ہیں اور آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا و امید کی گئی ہے، افسوس کہ عمر اختتام کو پہنچ رہی ہے اور کوئی عمل نہیں ہو سکا، حجت درست ہو گئی ہے اور دنیا کی بیوفائی بدیہی اوّلی ہو گئی ہے اور فتنے اور مصیبتیں پے در پے آ رہے ہیں، احباب و لختِ ہائے جگر کوچ کر رہے ہیں اور کوئی بیداری و ہوشیاری نہیں ہے اور نہ ہی توبہ و انابت ہے (بلکہ) غفلت میں اضافہ اور گناہوں میں زیادتی ہے اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ [کیا وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائش میں پڑتے ہیں پھر بھی تائب نہیں ہوتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے] یہ کونسا ایمان ہے اور کیسی مسلمانی ہے کہ نہ کتاب و سنت سے نصیحت قبول کی جاتی ہے اور نہ واضح نشانیوں کے مشاہدہ سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔ سوچنا چاہئے کہ وہ دوست و ہمنشین جو گذشتہ اور گذشتہ سے پیوستہ سال اکٹھے ہمسر و ہم بستر اور مونس و ہمدم تھے کہاں چلے گئے، ع

کجا رفتند آں یاراں کہ بودند مونس و جانی [وہ دوست کہاں گئے جو کہ مونس و محبوب تھے]

اُن کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا اور کوئی شخص اُن کا کوئی پتہ نہیں دیتا ؎

چناں خرمنِ عمرِ شاں شد بباد کہ ہرگز کسے زاں نشانے نداد

[ان کی عمر کا خرمن اس طرح برباد ہو گیا کہ کوئی شخص ان کا کچھ بھی پتہ نشان نہیں دیتا]

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ [اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال] پس ہم پر اور ہمارے پسماندگان پر لازم ہے کہ عمر دو روزہ کو غفلت میں نہ گذاریں اور

خوابِ خرگوش میں نہ لگائیں اور اس سرائے فانی (دنیا) سے دل نہ لگائیں اور اس قحبۂ بیوفا کے فریفتہ نہ ہوں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں سے کلی موافقت کریں اور نفس وشیطان کے مکر اور ہوا وہوس کے گرداب سے دوری اختیار کریں اور قبر وقیامت کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کریں وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ[1] [اور تو اپنے آپ کو اہلِ قبور میں سے شمار کر] اور وجود وحیاتِ موہوم سے آزاد ہو کر اس موت میں مشغول ہوں جو موت سے پہلے ہے اور اپنی ذاتی عدمیت واصلی نیستی کے ساتھ موافقت کریں، وہ معدوم جو اپنے اوپر کسی موجود کے احکام جاری کرے اور وجود کے عنوان سے ظاہر ہوا اور وہ نیست جو کہ ہست کی تہمت کے ساتھ ہو وہ مخلوق کے لئے قابلِ مضحکہ ہے ؎

وَصّافیِ خود بر غمِ حاسد تا کے ترویجِ چنیں متاعِ کاسد تا کے

[تو حاسد کے خلافِ مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا]

ہستی اور اس کے توابع صاحبِ ہستی وموجودِ حقیقی کے لائق ومناسب ہیں اور (یہ) شئے گو اس کے مقام میں رکھنا ہے، ممکن کا کمال اپنے سے کمال کی نفی کرنے میں ہے اور اس کی بھلائی بھلائی کے سلب میں ہے

در عالمِ ما زما جز نام نماند وز صبحِ وجودِ ما جز شام نماند

[ہماری دنیا میں ہمارے نام کے سوا کچھ نہ رہے اور ہمارے وجود کی صبح سے سوائے شام کے کچھ نہ ہے]

ع چل خسرو گھر آپنے سانجھ پڑی سب دیس [اے خسرو! اپنے گھر چل، سارے دیس میں شام ہو گئی] ص ۲۱۱

دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی گئی ہے۔

مکتوب ۱۵۷

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل تھے۔

کمالات اکتساب میاں محمد باقر نے جو اپنی خاص کیفیات اور اپنے دوستوں کی ترقیات کے احوال لکھے تھے ان کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، اس قسم کے اسرار ومعاملات کہ جن سے آپ کو نوازا گیا ہے اور صحبت کی تاثیر عطا فرمائی گئی ہے عجائبِ پروردگار سے ہیں اگر دنیا کے گرد پھریں تو معلوم نہیں کہ اُن کی

---

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے وہ حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا کوئی حصہ پکڑ کر فرمایا دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر جس طرح کوئی مسافر ہوتا ہے یا راہ پر سے گذرنے والا ہوتا ہے اور اپنے نفس کو اہلِ قبور میں سے شمار کر، رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب الامل والحرص)

مثل و نمونہ کسی دوسری جگہ پائیں اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ [اے آلِ داود شکر کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں سے تھوڑے لوگ شکر ادا کرتے ہیں] ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب　　　نگہ کن تا کرا در بزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں]

لیکن مقطعات کے اسرار جن کا چھپانا لازم ہے اور ان کی شان میں قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ [حلق کاٹ دیئے جائیں] آیا ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) قرنِ اول کے بعد کے زمانہ میں ان (اسرارِ مقطعات) کے ساتھ ممتاز ہیں یہ ایک دوسرا امر ہے۔ ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی　　　[خدا کی قسم جبتک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

ہم امیدوار ہیں کہ ہم جیسے ناکارہ لوگ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہے] کے حکم کے مطابق بے بہرہ نہیں رہیں گے اور اس کے اس آبِ حیات سے ان تشنہ لبوں کے حلق میں ٹپکائیں گے، چونکہ آپ نے ان اسرار کے ساتھ ہمسائگی کا حق پیدا کیا ہے اور ان کے اطراف میں گھومے پھرے ہیں (اس لئے) امیدوار رہیں مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ [جو جانور چراگاہ کے گرد چرے گا قریب ہے کہ وہ اس میں واقع ہو جائے گا] آپ نے ملاحت و محبتِ ذاتیہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ واضح ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۸

ملا محمد خاں ورسکی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو بعض کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

برادرِ عزیز من مولانا ورسکی کے خطوط نے جو کہ کیفیات و وارداتِ عالیہ پر مشتمل اور محبتِ ذاتیہ کی خبر دینے والے تھے کہ جہاں انعام و ایلام برابر ہے بلکہ ایلام کو انعام پر فوقیت ہے خوشوقت و مسرور کیا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اسی طرح ہمیشہ ترقیات میں رکھے، اس ناکارہ کو دعائے خیر و سلامتیٔ خاتمہ سے یاد رکھیں اور اس محبت و عقیدت سے جو کہ آپ کو حاصل ہے ایثار فرمائیں۔

والسلام اولاً و آخراً

سیادت پناہاں میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

فرزندانِ گرامی میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق دونوں نے عدمیت اور صفات کے اپنی اصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے، اس بارے میں کچھ توجہ کی گئی اور اس نسبتِ شریفہ کے زیادہ ہونے کیلئے کچھ تصرف کیا گیا اور دونوں عزیزوں کی اس مقام میں ترقی مفہوم ہوئی اللہ تعالیٰ جل شانہ، کا شکر بجالائیں کہ اس تھوڑی سی مدت میں اس قسم کا انعام جو کہ عنقائے نادر کا حکم رکھتا ہے آپ (دونوں) کو عطا ہوا ہے، امید ہے کہ جس طرح کمالات اپنی اصل کی طرف عود کر گئے ہیں اور عدم صرف باقی رہا ہے عدم بھی جو کہ کمالات کا آئینہ ہے، اپنی اصل کی طرف جو کہ عدمِ مطلق ہے عود کرے گا اور سالک کے عین واثر کو زائل کر دے گا۔ ع

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

والسلام اولاً و آخراً (خدا کرے) برخوردار میر محمد یعقوب قلبی جمعیت کے ساتھ رہیں وہ اپنے احوال کے بارے میں کبھی نہیں لکھتے۔

حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جناب حاجی حرمین شریفین اس مسکین کا مشتاقانہ سلام پڑھیں (یہاں کے احوال) حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور اللہ کے پسندیدہ طریقہ پر آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ فقیر نے ان دنوں میں سخت بیماری اٹھائی ہے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اب رو بصحت ہے اور قلم ہاتھ میں لیتا ہے اور حسب طاقت دوستوں کو چند کلمات لکھتا ہے چونکہ قاصد اس طرف روانہ ہو رہا تھا اور اس نے خطوط کے جواب مانگے تھے (اس لئے) دو کلمے دونوں عزیزوں کو لکھے گئے تاکہ خالی نہ رہے، جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں وہ سب بہت عمدہ و اعلیٰ ہیں۔ خیبر کے جہاد میں جو آپ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے استفادہ کرتے ہیں کہ یہ فتح آپ کے نام سے ہے، یہ شرکت گویا

۲۱۳ جہادِ اکبر میں ہے جو کہ انفسی دشمنوں کے ساتھ ہے اور افواجِ اسلام کا جو کہ لطائفِ عالمِ امر میں خیبرِ انفسی کے کفار پر آنسرورِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اعانت سے غلبہ ہے کیونکہ خیبر جس طرح آفاق میں موجود ہے انفس میں بھی ہے اور آپ (مکتوب الیہ) کے نام سے فتح انفسی دشمنوں پر غلبہ پانے اور اسلامِ حقیقی کے حاصل ہونے کی بشارت ہے، ماہِ مبارک رمضان (شریف) میں قرآن مجید سنتے وقت آپ کو جو قطبیتِ ارشاد کا الہام ہوا ہے شاید کہ یہ بشارت کمالاتِ مرتبۂ قطبیت کے حاصل ہونے کی ہے نہ کہ منصبِ قطبیت کی۔ اور وہ چیزیں جو کہ آپ کے بھائی صاحب دیکھتے ہیں عمدہ و مبارک ہیں اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ [بےشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] آپ نے اپنے دوستوں کے احوال سے جو کچھ لکھا ہے سب عمدہ و اعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا۔ زَادَھُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ تَوْفِیْقًا وَّشَوْقًا وَّتَرَقِّیًا [اللہ سبحانہٗ ان کی توفیق و شوق و ترقی میں اضافہ فرمائے] ان کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات سے دریغ نہ کریں اور دوستوں کے ہجوم سے ڈرتے اور لرزتے رہیں کہ خود پسندی و غرور کا مقام ہے اس لئے التجا و تضرع کرتے رہیں اور استغفار و توبہ کو لازم پکڑیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ایک دو وقت اس کے لئے مقرر کر لیں اور باقی وقت دوستوں کے ساتھ ہمنشینی رکھیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعا سے یاد رکھیں۔ والسلام اطلاقاً آخراً۔

مکتوب ۱۶۱

میرزا لطیف بخاری کتاولی کے نام فنا و نیستی کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ حمداً بعد حمد ونصلی علیٰ نبیہ محمد والصلوٰۃ اثر صلوٰۃ وسلاماً عقب سلام۔

اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آنجناب بھی بعافیت ہوں گے اور شریعت و سنت کے طریقے پر قائم ہوں گے، فرع سے اصل کی طرف آئیں گے اور صورت سے حقیقت کی طرف مائل ہوں گے گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) کثرتِ مشاغل کے باعث جس چیز کے ساتھ مامور ہے مدعا کے موافق (اس میں) مشغول نہیں ہو سکتا لیکن غفلت بھی نہیں ہے جس وقت کہ فرصت پاتا ہے غنیمت جان کر (اس میں) مشغول ہو جاتا ہے" ٹھیک ہے اس قدر بھی غنیمت ہے، بزرگوں نے کہا ہے مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو کلی طور پر چھوڑ دینا نہیں چاہیے] لیکن امید ہے کہ نسبت اور باطنی حضور دائمی ہو گا اور اس کے پیچھے غیبت نہیں ہو گی اور ظاہری مشاغل باطنی نسبت میں فتور کا سبب نہیں ہوں گے۔

دارم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں، دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

۲۱۴ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اپنی ہستی کو محبت میں عین نیستی کر دیا ہے"۔ اس نے بہت مسرور کیا اور آپ کی استعداد کی لطافت کی خبر دی، حق سبحانہٗ اس محبت کی آگ کو مشتعل کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہا کر دے اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ محبت میں ہستی نیستی میں تبدیل ہو گئی ہے، فنائیت و عدمیت انسان کی ذاتی (صفت) ہے وجود اور اس کے توابع حضرتِ معبود (اللہ تعالیٰ) کی خاص صفاتِ کمال میں سے ہیں، اگر ممکن میں یہ صفات ظاہر ہیں تو وہ بھی اسی بارگاہ سے مستفاد و مستعار ہیں ممکن نے اس عاریتی دید سے ان کمالات کو اپنے آپ سے جان کر جہلِ مرکب کے باعث اپنے آپ کو خیر و کامل تصور کیا ہے اور اپنے مولائے حقیقی کے ساتھ برابری و شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور غرور و انانیت کا محل ہو گیا ہے، (جب) اللہ جل شانہٗ کا فضل اس کے حق میں آپہنچتا ہے اور اس کو جہلِ مرکب سے رہائی دلاتا ہے اور اپنی معرفت سے نوازتا ہے (اس وقت) وہ جانتا ہے کہ یہ کمالات دوسری جگہ سے ہیں اور یہ صفات اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات کا ظل ہیں۔ مولویِ (معنوی رومی) قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِّ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

یہ عاریتی و ظلی دید جب عارف پر غالب آجاتی ہے تو وہ ان کمالات کو ٹھیک طرح پر ان کے مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور ظلال کو اصل کے ساتھ ملحق پاتا ہے اور وہ نیستیِ ذاتی و عدمیتِ اصلی سے ملحق ہو جاتا ہے اور انانیت (خودی) سے اس حد تک نکل جاتا ہے کہ اگر سالہا سال گذر جائیں تب بھی وہ اپنے آپ کو انا کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکے گا، اس وقت فنائے حقیقی کے ساتھ متصف ہو جائے گا اور نفس امارگی سے رہائی پا جائے گا اس کے بعد مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خون بہا میں خود ہو جاتا ہوں] کے مطابق بقا کا معاملہ پیش آتا ہے آیۂ کریمہ اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا ۶/۱۲۲ پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا] اس معنی کی طرف اشارہ رکھتی ہے اور یہ بقا ولادتِ ثانیہ ہے کہ عارف وجودِ موہوم سے نکل کر وجودِ موہوبِ حقانی کے ساتھ موجود ہو گیا ہے، روایت میں ہے کہ جو شخص دو دفعہ پیدا نہیں ہو گا وہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں داخل نہیں ہو گا۔ جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں اور اسی طرح جو فیوض و برکات کہ مزارِ فائض الانوار سے معلوم کئے ہیں وہ عمدہ و مبارک ہیں، اللہ تعالیٰ ان اکابر کے طفیل میں حقیقتِ کار سے اطلاع بخشے اور کمالِ انسانی سے بہرہ ور فرمائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔

مکتوب ۱۶۲

شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادۂ ملتان کے نام ان عبارات کے بیان میں جو کسرِ نفسی کی خبر دینے والی ہیں اور افادہ کے معاملہ میں خود کو نہ دیکھنے اور ممکن کی حقیقت اور اس کی فنا کے بارے میں اور اس بیان میں کہ افادہ و استفادہ کا مدار صحبت پر ہے تحریر فرمایا۔

۲۱۵

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ و صحبہ البررۃ التقی اما بعد، آپ کی جانب سے گرامی نامہ وصول ہوا وہ ایسا مکتوب تھا کہ جس کی عبارات کے چہروں میں جنت کی تروتازگی تھی یہ ذرۂ بیمقدار اس خطاب کا سزاوار نہیں ہے اور نہ ہی اس مضمون کا مستحق ہے، وہ عبارات جو آپ نے اپنی کسرِ نفسی و تواضع کی بنا پر اس گرامی نامہ میں لکھی ہیں وہ اس قریبِ خوردہ ناکارہ کے حق میں صادق آتی اور بیانِ واقع ہیں، اس گرداب سے نجات اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں خلوصِ توجہ کی درخواست اس مسکین سے کرنا ایسا ہے جیسا کہ کسی ادھار لینے والے سے ادھار مانگنا اور کسی محتاج سے سوال کرنا۔ فقیر اپنے اندر اس طائفۂ علیا کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں دیکھتا اور اس طبقۂ عالیہ کے اسرار میں کوئی شرکت نہیں پاتا، اس کے باوجود جو طالبین کہ اطراف و اکناف سے آتے ہیں بقدرِ استعداد بہرہ ور ہوتے ہیں اور کمال و اکمال کا خیال کرتے ہیں یہ سب بزرگوں کے انفاسِ نفیسہ کی برکات ہیں، یہ مسکین درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ ع

ما خود نیئم ایں ہمہ الحان ز مطرب ست
[ہم خود (کچھ بھی) نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

بیشک نیستی و عدمیت ممکن کی ذاتی ہے وجود اور باقی تمام کمالات جو توابعِ وجود ہیں سب اس کے اندر مرتبۂ وجوب سے مستعار و مستفاد ہیں، ممکن بیچارہ اپنی ذات کو فراموش کر کے اپنے عارتی کمال کو خبرِ کامل تصور کئے ہوئے ہے اور اس نے اپنے مولا کے مخصوص ترین اوصاف میں شرکت تلاش کی ہے اور اس وجہ سے اس نے غرور و تکبر پیدا کر لیا ہے، وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کا منبع ہے جیسا کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدأ ہے (یہ بات) اس (ممکن) کی ذاتی جہالت ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کامل سمجھا ہے، کمال اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور اس کی بھلائی، بھلائی کے سلب میں ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

وصافیِ خود بہ غمِ حاسد تا کے ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے
[تو حاسد کے خلافِ مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا]

بات دوسری طرف چلی گئی، یہ درویش دلریش ان شاء اللہ تعالیٰ غائبانہ توجہ اور پیٹھ پیچھے دعا کرنے سے بے فکر نہیں ہے ہم امیدوار ہیں کہ آپ ان شاء اللہ تعالیٰ اس محبت کی بدولت جو کہ آپ طائفہ عالیہ کے ساتھ رکھتے ہیں ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے فیضیاب اور ان اکابر کے انوار و اسرار سے بہرہ مند ہوں گے، اس محبت کو سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں، حق سبحانہٗ اس آتشِ محبت کو بلند فرمائے اور شعلۂ شوق کو مشتعل کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور قرب و معرفت کے سراپردوں تک پہنچائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] —

۲۱۶

میرے مکرم! افادہ و استفادہ کا معاملہ صحبت سے وابستہ ہے خصوصاً ہمارے طریقے میں کہ اس کا مدار صحبت پر ہے کسی کامل و مکمل کی صحبت میسر آنے تک شرعی طور طریقوں اور پسندیدہ سنتوں پر قائم رہیں اور لہو و لعب اور ناجنس کی صحبت سے بچتے رہیں اور وظائف و اذکارِ ماثورہ کے ساتھ اوقات کو معمور رکھیں، علومِ دینیہ میں مشغول ہونا بڑی عبادات میں سے ہے والسلام

مکتوب ۱۶۳

میر عثمان کولابی کے نام فنائے قلب کی حقیقت اور فنائے نفس پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے جو ذکرِ اسمِ ذات کے جاری ہونے اور اس کے تمام لطائف بلکہ تمام بدن میں سرایت کر جانے اور نفی و اثبات کے اکتالیس بار تک پہنچنے اور دل کی ماسوا سے اس حد تک بے تعلقی کہ اگر دل میں ماسوا کا خیال لائیں تو نہ آئے، کی بابت لکھا تھا، اس کے مطالعہ نے مسرور کیا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اُس نسیان کے واسطے سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہوا ہے یہ حالت کہ ماسوا کا خیال دل میں نہ آئے اگرچہ اس کا خیال لایا بھی جائے فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور ولایت کے درجوں میں سے پہلا درجہ ہے، کوشش کریں کہ دوسرے درجات تک ترقی کریں اور انسانی کمال تک پہنچیں، شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور مولائے حقیقی جلّ شانہٗ کی خوشنودیوں میں دل و جان سے کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۶۴

شیخ حسین منصور برکی جالندھری کے نام ان کے واردات و کیفیات کی شرح اور احوال کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ روشن کیفیات اور بلند احوال پر مشتمل تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، حق سبحانہ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے اور سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی مجھ کو اُن نسبتوں کے ساتھ مشرف کیا جاتا ہے کہ جن کی طرف نہ اشارہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کو بیان کیا جا سکتا ہے اور کبھی نورانی زرّین خلعت سے سرفراز کیا جاتا ہے گویا خواستہ یا ناخواستہ کشاں کشاں لے جایا جاتا ہے" (جواب) بیشک جو نسبت کہ مرتبۂ بیچونی سے تعلق رکھتی ہے وہ بھی بیچون ہے اور عبارت و اشارہ سے بالاتر ہے، ذوقی ہے نہ کہ بیانی۔ ع

لذّتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

کبھی اس بیچونی نسبت کو صورتِ مثالیہ سے ظاہر کرتے ہیں تاکہ سمجھنے اور سمجھانے کے قریب ہو جائے اور بیان میں آجائے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "کوئی شخص آپ کے بارے میں کہتا ہے کہ اس کا وجود تمام ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہے" بیشک کامل معرفت والا عارف جو کہ تمام اسماء و صفات سے بہرہ ور ہے وہ افرادِ عالم کے لئے بمنزلۂ کل ہے، یہی وجہ ہے کہ حقیقتِ محمدی تمام حقائق میں سرایت کئے ہوئے ہے، بعض عارفوں نے کہا ہے کہ تجلّیٔ ذاتی کے وقت عارف اپنے آپ کو کُل (سمجھتا) اور تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے پاتا ہے، اسی مقام میں کسی عارف نے کہا ہے کہ جمع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جمع الٰہی سے جامع تر ہے اس لئے کہ جمعِ محمدی مرتبۂ وجوب و امکان کا جامع ہے نہ کہ جمعِ الٰہی۔ جاننا چاہئے کہ یہ بات شئی نمونہ کے اس کی اصل کے مشابہ ہونے کی قسم سے ہے اس لئے کہ جو کچھ جمعِ محمدی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے وہ مرتبۂ وجوب تعالت و تقدست کا ظل و نمونہ ہے نہ کہ اس مرتبہ کی اصل جو کہ اس سے برتر ہے کہ ممکن کے احاطہ میں آئے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

اور عذاب میت کا مشاہدہ کرنے اور پھر آپ کی توجہ سے اس کے عذاب سے نجات پانے اور نیز کسی شخص کی نسبت اور اس کے دل کی بات جو آپ پر وارد ہوئی ہے اس کے منعکس ہونے اور نیز کسی مریض کے جو کہ ناامیدی کو پہنچ چکا تھا آپ کی توجہ سے شفایاب ہونے کی بابت جو آپ نے لکھا تھا وہ سب ظاہر ہوا اور مزید شکرانہ کا باعث ہوا ــــ آپ نے لکھا تھا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال کی توفیق پاتا ہوں تو کمال درجہ کی نورانیت و تصفیہ اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہوں اور اگر آداب میں سے کسی ادب کی فرو گذاشت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی کدورت بھی بدرجۂ کمال اپنے اندر محسوس کرتا ہوں ۔ میرے مخدوم! حدیث شریف[1] میں آیا ہے مَنْ سَاءَتْہُ سَيِّئَتُہٗ وَسَرَّتْہُ حَسَنَتُہٗ فَھُوَ مُؤْمِنٌ [جس شخص کو اس کے گناہ نے غمگین کیا اور اس کی نیکی نے خوش کیا تو وہ مؤمن ہے] ۔ اور یہ جو آپ نے مسجد فقرا میں نیکیوں کے کئی گنا ہونے کے بارے میں لکھا ہے، عمدہ ہے لیکن اگر یہ معاملہ آنکھوں سے دیکھنے اور مشاہدہ میں آجائے تو بہت اچھا ہو، اگرچہ آپ نے استخارہ میں اس معنی کو معلوم کیا ہے لیکن استدلال کی راہ سے نہیں ہے ۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "اگر ولی سے گناہِ کبیرہ صادر ہو جائے تو وہ ولایت سے گر جاتا ہے یا نہیں ۔ میرے مخدوم! مشائخ کے نزدیک مسلّم ہے کہ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ [فانی کو رد نہیں کیا جاتا] جو شخص کہ فنائے کامل سے مشرف ہو چکا ہے امید ہے کہ وہ گناہ کے باعث رد نہیں ہوگا، لیکن ہم امیدوار ہیں کہ ولی گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ غالب طور پر محفوظ ہیں ۔

ص ۲۱۸

آپ نے جو کوہستان کے سفر کا ارادہ کیا ہے عمدہ و مبارک ہے استخارہ کے بعد متوجہ ہوں اور اگر فقیر نے توفیق پائی تو خط لکھنے سے دریغ نہیں کریگا ــــ اور آپ نے یہ جو ملاحت میں ترقی اور محبتِ ذاتیہ سے بہرہ یاب ہونے کے بارے میں لکھا ہے، میرے مخدوم! محبتِ ذاتیہ سے حصہ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ملاحت کا معاملہ بہت نازک ہے، انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت غور کیا جائیگا ۔ آپ نے اپنے مبدأ تعین کی تعیین کے بارے میں دریافت کیا تھا غالباً پہلے آپ کی ولایت کا تعیّن کہ آپ کس پیغمبر کے قدم پر ہیں کیا جا چکا ہے ۔ آپ جس پیغمبر کے قدم پر بھی ہیں ہمارے حضرتِ عالی (مجدّد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس کی تحقیق کے مطابق جو اسم کہ اس پیغمبر علیٰ نبینا و علیٰ سائر الانبیاء و المرسلین الصلوات و التسلیمات کا مبدأ تعین ہے اُس اسم کی جزئی آپ کا مبدأ تعین ہے، والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

---

[1] روی احمد عن ابی امامۃ ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما الْاِیْمَانُ قَالَ اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَتْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ (مشکوٰۃ کتاب الایمان)

سیادت پناہ میر محمد اسحاق کے نام محبت کے اسرار میں تحریر فرمایا۔

حق سبحانہٗ فیوض کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے، جو خط آپ نے کمالِ شوق کے باعث ارسال کیا تھا اُس نے مسرور و خوش وقت کیا اس شوق کو سعادت کا سرمایہ جانیں، اور اس محبت کو معرفت کی کنجی سمجھیں۔ محبت ہی ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوئی اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لائی اور جس نے غیب الغیب کے پردہ نشینوں کی آرائش کر کے تختِ شہود و شہادت پر بٹھایا اور ان کے چہرے سے پردہ ہٹایا اور جس سے عشق و ولولہ محبت کا طریقہ جاری ہوا، حُبِّ ازلی ہے جو کہ ان مظاہر میں تجلّی فرما ہے اور جس نے ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔ ع

یک نشاۂ دو جا ظہور کردہ [ایک نشہ دو جگہ ظہور کئے ہوئے ہے]

محبت کے انوار و اسرار کو کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ معاملہ کو بلندی سے پستی میں لائی ہے اور پھر پستی سے بلندی کی طرف لے گئی ہے، جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے واضح ہے حق تعالیٰ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) کے فیوض کا کامل حصہ عطا فرمائے۔

والسلام

مکتوب ۱۶۶

سید نور بحر (بارہہ) کے نام ان کے استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

ص ۲۱۹

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جو مکتوب کہ سیادت و نقابت پناہ میر سید نور بحر نے بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، جو اشغالِ باطنہ و مشقِ رابطہ صبح کی نماز کے بعد اور سوتے وقت آپ کا معمول ہے عمدہ ہے، امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خفی کے علاوہ چار لطائف پہ حسبِ ارشاد توجہ رکھتا ہوں" میرے مخدوم! آپ کو شبہ ہوا ہے فقیر نے ہرگز یہ امر نہیں کیا ہے اور خفی کو باقی تمام لطائف سے بلا وجہ جُدا نہیں کہا ہے، آئندہ پانچوں لطائف پر توجہ کرتے رہیں تاکہ ولایت کے پنجگانہ ارکان اور ہر ایک کے کمال سے بہرہ مند ہو جائیں اور ذکر و عبادت میں جمعیت و حلاوت کے پابند نہ ہوں، ذکر کرنا چاہئے خواہ حلاوت سے ہو یا بے حلاوت، عبادت جسقدر زیادہ شاق ہوگی امید ہے کہ اس کا ثواب اسی قدر زیادہ ہوگا۔ آپ جو اوراد کہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھتے ہیں ان میں سے اکثر

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں، اگرچہ بعض دعاؤں میں تعینِ عدد و تعینِ وقت میں تفاوت ثابت ہو، آپ پڑھتے رہیں البتہ تین دعائیں ماثور نہیں ہیں (ان میں سے) ایک الٰہی بحرمۃ الحسن الخ، دوم شیخ عبدالقادر الخ، سوم نادِ علیاً الخ، پہلی دو دعاؤں کی گنجائش ہے کہ پڑھیں میں منع نہیں کرتا تیسری دعا اہلِ سنت کے شعار سے نہیں ہے (اس کا پڑھنا اس بات پر موقوف رہے گا کہ اگر آپ اہلِ سنت کے ثقہ عالموں سے اس دعا کے استعمال میں کوئی معتمد نقل دیکھیں تو آپ مختار ہیں۔ ہر فرض کے بعد آیت کرسی پڑھتے رہیں اس عمل کی فضیلت میں حدیث شریف میں یہ آیا ہے لَمْ یَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ [اس شخص کے دخولِ جنت میں صرف موت حائل ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: کَاَنَّ اللّٰهَ یَتَوَلّٰی قَبْضَ رُوْحِهٖ [گویا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کرنا اپنے ذمہ لے لیتا ہے] والسلام

مکتوب ۱۶۷

امان بیگ بدخشی کے نام ان کے حال کی تعبیر و شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودی میں دل و جان سے کوشش کریں۔ اور یہ جو آپ نے دوبارہ دیکھا ہے کہ زمین کے ساتوں طبق شق ہو گئے ہیں اور مچھلی کی پیٹھ پر نگاہ جا پہنچی ہے عمدہ ہے اور (یہ حال) نزولِ کامل کی استعداد کی خبر دینے والا ہے جو کہ عروج کامل پر مترتب ہے۔ اور آپ تمام صفات کو جو گم پاتے ہیں (یہ) فنائے اکمل کی تمہید ہے اس لئے کہ ممکنات چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں اس لئے ذات سے حصہ نہیں رکھتے اور صفات کا گم ہونا سالک کی ذات کا گم ہونا ہے اس لئے کہ اس کی ذات صفات کے ماسوا اور کوئی چیز نہیں ہے، ایک بزرگ نے کہا ہے: ع

گم شدن در گم شدن دینِ من ست [گم شدگی میں گم شدگی میرا دین ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ میں نماز اور تلاوت میں اپنے آپ کو بیکار پاتا ہوں بظاہر اس معنی میں ہوگا کہ میں اپنے آپ کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہوں یہ دید عمدہ و اعلیٰ ہے اور صفات کے گم پانے کا نتیجہ ہے اس لئے کہ جس وقت تمام صفات ناچیز و گم ہو گئیں تو وہ شخص جو کہ صفات سے متصف تھا بیکار و معطل ہو گیا اور تلاوت وغیرہ کے وقت درمیان میں نہیں رہا۔ والسلام

٭

مکتوب ۱۶۸

حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے برادرزادہ حقائق ومعارف آگاہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مبدأ فیاض سے فیض کا آنا دائمی ہے اگر کمی ونقصان ہے تو وہ اس (مخلوق کی) جانب سے ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ عافیت و جمعیتِ قلبی کے ساتھ رہیں اور (اللہ تعالیٰ کے) پسندیدہ طریقے پر قائم رہیں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں اور دوستوں کو بھی اپنے سے غافل نہ جانیں اور فارغ نہ سمجھیں، ع

فراغت از تو میسر نمی شود ما را [ہم کو تجھ سے فراغت میسر نہیں ہوتی]

مبدأ فیض کی طرف سے بیکاری نہیں ہے وہ ہمیشہ بر سرِ کار ہے، استعدادوں اور قابلیتوں کے تفاوت کے مطابق اگر قبض وبیکاری ہے تو اُس کا منبع خود فیض قبول کرنے والا ہے نہ کہ فیض دینے والا، معشوق کا چہرہ اپنے بالمقابل آئینوں میں آئینہ کی صفائی ونورانیت کے مطابق ہی ہر وقت منعکس ونمایاں ہوتا ہے جو آئینہ کہ زنگ آلود ہے وہ صورت کو قبول نہیں کرتا، کمی ونقص آئینہ کی جانب سے ہے نہ کہ صورت کی جانب سے۔ آپ نے اپنی مرکزی سیر کی طرف اشارہ کیا تھا اس کے مطالعہ نے مسرور کیا، حق سبحانہٗ اس کے کمالات و خصوصیات سے کامل حصہ عطا فرمائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۶۹

محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

فیوض کے دروازے ہمیشہ کُھلے رہیں آپ نے جو خط از راہِ محبت ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا آپ نے ذکرِ قلبی کا ملکہ پیدا ہو جانے کی بابت لکھا تھا کہ اگر تکلف کے ساتھ (بھی) خود کو دیکھنا چاہوں تو نہیں دیکھ سکتا، اس نعمت کا شکر بجا لائیں، اس حالت کو دوام آگاہی اور یادداشت بھی کہتے ہیں، جبتک ۲۳۱ کہ ذکر وحضور تکلف کے ساتھ ہے (تو یہ) یادکرد ہے اور جب ذکر دوام اختیار کر لے اور تکلف سے آزاد ہو جائے تو یادداشت بن جاتا ہے ؎

دارم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال در دل زتو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں، دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

آپ کوشش کریں کہ ماسوا کا خیال دل سے اس طرح جاتا رہے کہ اگر سالہا سال قصد و تکلف کیا جائے تو اس نسیان کے باعث جو کہ دل کو ماسوائے حاصل ہو چکا ہے غیر کا خیال (دل میں) نہ گذرے، یہ حالت فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور ولایت کے طریقوں میں پہلا قدم ہے ع

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کسکو عنایت کرتے ہیں]

جو احوال کہ آپنے لکھے ہیں روشن اور عالی ہیں اور مناسبتِ تامّہ کی خبر دیتے ہیں حق سبحانہٗ ترقیات عطا فرمائے، والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۷۰

میرزا محمد امین بخاری کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے کیا تھا کہ انبیا علیہم الصلوات والبرکات مقامِ رضا میں تھے تو پھر آیۂ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کس معنی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ البررۃ التقیٰ، گرامی نامہ کے صدور سے مشرف ہوا (دعا ہے کہ) سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت وسنت کے طریقے پر قائم رہیں اور صورت سے حقیقت میں آئیں اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ اخلاص و محبت روز بروز ترقی پر ہے، اس پر اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے، امید ہے کہ محبت کی آگ مشتعل ہو اور شعلۂ شوق بلند ہو جائے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور مقصدِ اعلیٰ تک پہنچا دے۔

آپ نے لکھا تھا کہ انبیا علیہم الصلوات والبرکات مقام رضا میں تھے تو پھر آیۂ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [اور البتہ عنقریب آپ کا رب آپ پر خاص انعام فرمائیگا پس آپ خوش ہو جائیں گے] کس معنی میں ہے۔ میرے مخدوم! رضا دو قسم پر ہے ایک وہ رضا ہے جو عطیہ کے وجود سے پہلے ہے، انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کو آج یہ رضا حاصل ہے، عطیہ و عدم عطیہ اور نعمت و نقمت اس رضا میں برابر ہیں جو کچھ اس (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے پہنچتا ہے اور تقدیر ازلی اس پر جاری ہوتی ہے وہ (انبیاء علیہم السلام) اس پر راضی ہیں، اور ایک رضا عطیہ کے بعد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے روز جب بیشمار عطیات و انعامات یعنی امت کی شفاعت و مغفرت کا قبول ہونا اور عرش پر جلوس فرمانا وغیرہ حاصل ہوں گے تو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام فرمائیں گے "بہت ہے میں راضی ہوا"۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ

۹۳/۵ م ۲۲۲

اے اہلِ عراق! تم کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید والی آیت لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[1] (تم اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو) ہے اور ہم اہلِ بیت اس کے قائل ہیں کہ امید وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى میں زیادہ ہے کیونکہ حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اس بات سے) راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں رہے"۔ میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ عام مخلوق کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت پہلی آیت ہو اور اس امت کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت دوسری آیت ہو، دونوں رضاؤں میں یہ فرق دو معلوموں کے حال کے فرق کے اعتبار سے دو علموں کے فرق کی مانند ہے اس لئے کہ حق سبحانہٗ تمام اشیاء کو علمِ ازلی سے جانتا ہے اس کے باوجود فرماتا ہے وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ[2] (اور تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غیب کے ساتھ مدد کرتا ہے) (نیز فرماتا ہے) فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ[3] (پس اللہ تعالیٰ آزمائش کے ذریعہ البتہ ان لوگوں کو معلوم کریگا جو سچے تھے اور البتہ ان لوگوں کو بھی معلوم کریگا جو جھوٹے تھے) وغیرہ، علمِ ازلی وجودِ اشیاء سے پہلے اشیاء کا علم ہے اور دوسرا علم وجودِ اشیاء کے بعد کا علم ہے اور یہ دونوں علم مختلف ہیں، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ فَتَرْضٰى کے معنی رضا میں اضافہ ہیں۔ اصل رضا پہلے حاصل تھی اور اب رضا میں اضافہ حاصل ہو جائیگا اگر یہ کہا جائے کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی رضا کے ساتھ متصف ہیں تو پھر امام (محمد باقرؒ) کا قول کہ "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی نہیں ہوں گے کہ اُن کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں جائے" کس معنی میں ہے؟ اور رضا و عدمِ رضا ایک مقام میں کس طرح جمع ہوں گی۔ (جواب) میں کہتا ہوں کہ "راضی نہ ہوں گے" کے معنی یہ ہیں کہ شادمان و مسرور نہیں ہوں گے، مسرور نہ ہونا جو کہ حزن ہے رضا بقضا کے منافی نہیں ہے کہ ایک وقت میں جمع نہ ہوں اس لئے کہ سخت مصائب میں مومن مسرور نہیں ہوتا بلکہ مغموم و محزون ہوتا ہے اس کے باوجود رضا بقضا رکھتا ہے، اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ[4] (آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے، اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور سورۂ طٰہٰ میں رضا اسی معنی میں ہے لَعَلَّكَ تَرْضٰى یعنی شاید کہ تو خوش ہو جائے اور سورۂ والضحیٰ میں بھی اگر رضا کو سرور و خوشی کے معنی میں لیا جائے تو اصل سوال رفع ہو جاتا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

❁

---

[1] سورت ۳۹ آیت ۵۳ [2] سورت ۵۷ آیت ۲۵ [3] سورت ۲۹ آیت ۳

[4] یہ ایک متفق علیہ حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب البکا میں مروی ہے۔

۲۲۳

مکتوب ۱۷۱

حافظ عبد اللہ سندی کے نام نصیحت کرنے اور حال کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے خط نے پہنچ کر مسرور کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اوقات کو ذکر و فکر سے آباد رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کو راضی کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ وہ حال جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے ہیں، عمدہ و واضح ہے، دو شیطان گویا آفاقی شیطان اور انفسی شیطان ہیں، جو شیطان کہ زہر خوردہ اور مُردہ ہے پھر اس نے دوا کھائی ہے اور خون اس کے منہ، ناک اور کان سے نکل کر وہ زندہ ہو گیا ہے وہ آفاقی شیطان ہے کہ گناہوں کے زہر سے ابدی موت میں گرفتار ہوا ہے اور چند روزہ دنیاوی زندگی سے زندہ ہوا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ مرنا آپ کی نسبت سے ہو کہ آپ اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں اور حقیقت میں وہ دنیا کے باقی رہنے تک زندہ ہے اور دوسرا شیطان کہ جس کا انجام مرنا ہے انفسی شیطان ہے جو کہ نفسِ امارہ ہے تزکیہ کے مختلف مدارج طے کرنے کے بعد اس کا نابود ہونا اور مرنا اس کی فنا کی استعداد کی بشارت ہے کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا [مرنے سے پہلے مر جاؤ] میں اس فنا کی طرف اشارہ ہے اور ولایتِ خاصہ اس فنا پر موقوف ہے۔ آفاقی شیطان بیرونی دشمن ہے اور انفسی شیطان اندرونی دشمن ہے، بیرونی دشمن اندرونی دشمن کی مدد کے بغیر کام نہیں کر سکتا اور جب اندرونی دشمن یعنی اوصافِ ذمیمہ مر جائیں اور نفس تزکیہ حاصل کر لے تو امید ہے کہ بیرونی دشمن کے شر سے نجات حاصل ہو جائے، والسلام

مکتوب ۱۷۲

سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے واردات کی شرح اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب نے جو اعلیٰ واردات اور روشن احوال پر مشتمل تھا پہنچ کر مسرور کیا ایک حال میں آپ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (قدس سرہ) سے عنایات دیکھی ہیں اور دوسرے حال میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے عنایات مشاہدہ کی ہیں اور تیسرے حال میں مومنوں اور جان

۲۲۴

(مونگے) کی بارش آپ کے سر پر برستی ہے، اس کے بعد آپ نے معلوم کیا ہے کہ یہ بارش آپ ہی سے ہے۔ یہ تینوں حال عمدہ و روشن ہیں۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو انگشتری عطا فرمائی ہے جس میں نگینہ نہیں ہے، شاید کہ انگشتری کمالاتِ ولایتِ محمدی سے کنایہ ہو اور نگینہ ولایتِ احمدی سے عبارت ہو۔ پھر اسی واقعہ میں آپ نے دیکھا ہے کہ آپ سے نور کا ستون ظاہر ہوا، اس کے بعد یہ ستون دو ٹکڑے ہو کر ہر ایک (ٹکڑا) آدمی کی صورت میں متمثل ہو گیا، اس کے بعد آپ نے دیکھا ہے کہ ان (دونوں ٹکڑوں) کے نور سے ایک دنیا منور ہو جاتی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز آئی کہ ان دونوں (ٹکڑوں) کے انوار تجھ سے ہیں، یہ نورانی ستون آپ کی حقیقت ہے اور یہ دونوں ٹکڑے جو کہ آدمی کی صورت میں متمثل ہو گئے گویا آپ کے لطائفِ عالمِ خلق و لطائف عالمِ امر ہیں اور چونکہ ان لطائف میں سے ہر ایک اپنے کمال کو پہنچ گیا اور نورانی ہو گیا ہے اس لئے ایک دنیا ان سے منور ہو گئی ہے، کاش یہ ایک نادر بشارت ہے۔ اور یہ جو آپ نے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہونے اور مرکز سے حصہ پانے اور سید الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ اتحاد حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا واضح ہوا اور خوشی کا سبب ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۷۳

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام کمالاتِ محبت اور اُن پر شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ نے پہنچ کر مسرور کیا اور آپ نے ولولۂ شوق، وفورِ محبت اور بے قراری و بے چینی کا جو کہ حد سے زیادہ ہے اظہار کیا تھا واضح ہوا، بیشک ع

در عشق چنیں بوالعجبیہا باشد　　[عشق میں ایسی ہی بوالعجبیاں ہوتی ہیں]

اس قسم کا شوق و محبت طالبین کی آرزو اور سالکین کی تمنا ہے جو مقصد کے چہرہ سے پردہ ہٹاتا ہے اور برسوں کے معاملہ کو ساعتوں میں طے کرا دیتا ہے گرفتارانِ قیدِ عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے اور اس جنون کو عیب و علت سمجھتے ہیں اگر اُن پر اس معما کا ایک بال برابر بھی پردہ کھل جائے تو وہ بھی اس جنون کے دیوانے ہو جائیں اور صد آرزو کے ساتھ قیدِ عقل سے کنارہ کش ہو جائیں ؎

عقل گر داند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش است　　عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

[اگر عقل جانتی کہ دل اس کی زلف کی قید میں کتنا خوش ہے تو عقلمند لوگ پاؤں کی زنجیر کے لئے دیوانے ہو جاتے]

یہ جنون سعادت کا سرمایہ ہے اور قرب و معرفت کا ثمرہ دینے والا ہے، حدیث شریف میں ہے :-
لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ [1] [تم میں سے کوئی شخص (کامل) مومن ہرگز نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اُسے دیوانہ کہا جائے] آپ نے لکھا تھا کہ آپ رمضان شریف کا مبارک مہینہ سرہند میں گذاریں، بہتر ہے، سات سات استخارے تینوں برابر کریں - امید ہے کہ مبارک ہوگا اسقدر ہے کہ جو کچھ کریں حکمت کو ملحوظ رکھیں ایسی صورت نہ ہو کہ فتنہ پیدا ہونے کا سبب ہو جائے، اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ [2] [آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلایئے] فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی [3] [پھر آپ دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کریں شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۴

میر شرف الدین حسین اندجانی ثم لاہوری کے نام فقر و استغنا کی فضیلت میں مع جلیل القدر حدیث کے ذکر کے تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فیض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ کے مکتوبات شریفہ نے پے درپے پہنچکر مسرور کیا جو خوشگوار نعمت کہ آپ کو حاصل ہے وہ فقر و استغنا ہے، فقر کے بارے میں کیا لکھوں کہ اس کی شان میں آیا ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ [فقر میرا فخر ہے] اور استغنا اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ (حضرت) جبرئیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور کہا اے محمدؐ! جبتک آپ چاہیں زندہ رہیں پس بیشک (بالآخر) آپ مرنے والے ہیں اور آپ جس سے چاہیں محبت کریں پس بیشک (بالآخر) آپ اس کو چھوڑنے والے ہیں، اور آپ جو کچھ عمل چاہیں کریں [4] بیشک آپ کو اس کا بدلہ ملے گا، اور جان لیں کہ مومن کی بزرگی اس کا رات کو عبادت کے ساتھ قیام کرنا ہے اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی ہونے میں ہے۔

آپ نے اس سے پہلے مجلس کی رونق کی بابت جو لکھا تھا (خدا کرے) اور زیادہ رونق حاصل ہو اور خود پسندی سے بہت دور رہیں اور نسبتِ باطن کی حفاظت اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں کوشش کرتے رہیں اور دوستوں کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور توجہات فرمائیں تاکہ ترقیات کے آثار ظاہر ہوں اور اس ناکارہ کو دعا میں یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

---

[1] حصن حصین میں ہے اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون ہ رواہ احمد وغیرہ [2] سورۃ آیۃ ۱۲۵ ع ۱۶ [3] ۴۴ ع ۲ [4] ...

مکتوب ۱۷۵

سرانداز خاں کے نام نصیحت اور ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

ص ۲۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ آپ کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت افزا ہوا (دعا ہے کہ) آپ سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے طریقے پر قائم رہیں، جدائی کے دن بہت زیادہ ہوگئے، شوقِ ملاقات کو کس طرح لکھا جائے، کیا کیا جا سکتا ہے، ہر چیز کا وقت مقرر ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] جس طرح اللہ تعالیٰ رکھے اس پر راضی رہنا چاہیئے ؎

۱۳/۳۸ ع

ہجر یکہ بود مرادِ محبوب   از وصل ہزار بار بہتر

[جس جدائی کو محبوب چاہتا ہو وہ وصل سے ہزار گنا بہتر ہے]

بہر حال طاعات و عبادات میں سرگرم اور ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور آخرت کی تیاری میں کوشش کرتے رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی رضا طلب کریں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

جو چیزیں کہ آپ نے مراقبہ میں دیکھی ہیں وہ سب عمدہ ہیں اور بشارت ہیں۔ فتح مکہ جو آپ نے کی ہے مکہ معظمہ گویا قلبِ انسانی کی طرف اشارہ ہے اس تعلق سے کہ مکہ مرکز اور زمین کا خلاصہ (جوہرِ حاصل) ہے اور قلب بھی انسان کا خلاصہ ہے جو کچھ انسان کی کلیت میں ثابت ہے تنہا قلب میں بھی ثابت ہے اسی لئے بدن کی اصلاح قلب کی اصلاح پر موقوف ہے اور اُس (بدن) کا فساد اِس (قلب) کے فساد پر موقوف ہے، فتح مکہ دشمن کے قبضہ سے قلب کے آزاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور کمالِ مقصد کے حاصل ہونے کی بشارت ہے اس لئے کہ قلب پہلے درجہ میں نفس کے تسلط اور اس کے بہکانے میں ہے اور جب حق جل و علا کی عنایت سے قلب نفس کے تسلط سے نکل جاتا ہے اور اس کے بہکانے سے رہائی پا لیتا ہے تو کمال کے راستہ میں دوڑتا اور قرب و معرفت تک جو انسان کا کمال ہے پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ جو آپ کے پیر و مرشد کہتے ہیں کہ جو حال کہ تو رکھتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کل قیامت کے روز گواہی دونگا، حال کے کامل طور پر حاصل ہونے کی بشارت ہے جو کہ اس روز کی شہادت کے قابل ہوگا۔ اور یہ جو آپ کے دائیں ہاتھ کی جانب سے مضبوط و بلند سلام دیا گیا ہے اور آپ نے سلام کا جواب دیا ہے، یہ بھی دونوں جہان کی آفات سے سلامتی کی بشارت ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ

آسمان کو آپ کے لئے پھاڑتے ہیں یہ عروجِ روحی اور آسمان پر اعمال کی ترقی کی بشارت ہے ؎

اے عاشقاں اے عاشقاں ہنگامِ آں شد در جہاں مرغِ دلم طیراں کند بالائے ہفتم آسماں

[اے عاشقو! اے عاشقو! دنیا میں اس بات کا وقت آگیا ہے کہ میرے دل کا پرندہ ساتویں آسمان کے اوپر پرواز کرے]

والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۷۶

میر عبداللہ پشاوری کے نام نصیحت اور شیخِ طریقت کے طریقے کی حفاظت اور اہلِ حقوق کی خدمت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۲۲۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے (یہاں کے) احوال و اطوار ہر طرح حمدِ ذوالجلال کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی سرمایۂ کار و مدارِ نجات ہے اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے۔ خواجۂ مرحوم (خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ) کے طریقۂ پسندیدہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں اور ان کی پیروی کو ہاتھ سے نہ دیں اور دوستوں کے ساتھ اچھی طرح میل جول رکھیں اور اُن (خواجۂ مرحوم) کے صاحبزادوں کی خدمت و رضامندی میں جان و دل سے کوشش کریں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور مولائے حقیقی جلّت عظمتہٗ کی طاعت و عبادت میں کمرِ ہمت کو چست باندھیں اور اس قلیل فرصت میں اس عزّ شانہٗ کی خوشنودی حاصل کریں اگرچہ ظاہر مربّی (خواجہ محمد حنیفؒ) ہاتھ سے جاتا رہا ہے لیکن مربّیٔ حقیقی عزّ و جلّ قائم و دائم ہے، فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ [پس بیشک اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرنے والا ہے] حلقۂ ذکر کو گرم رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف راغب رہیں اور دن رات میں ایک دو وقت گوشہ نشینی کے لئے مقرر کر لینے چاہئیں اور ذکر و فکر کرنے اور لغزشوں اور کوتاہیوں کو یاد کرنے اور توبہ و استغفار کرتے اور اپنے وجود اور دیگر تمام کمالات اور اپنے تمام ارادوں کی نفی کرنے کو اس (گوشہ نشینی کے) وقت میں غنیمت سمجھنا چاہئے اور باقی اوقات افادہ و استفادہ میں صرف کرنے چاہئیں، والسلام

مکتوب ۱۷۷

خواجہ عبدالسلام کابلی کے نام طریقۂ پسندیدہ کی تعلیم اور اس شبہ کے حل میں جو انھوں نے آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ پر کیا ہے اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی خوشنودیوں کے حاصل کرنے کی عزت بخشے، آپ نے خواجہ عبدالآخر کے خط میں اس فقیر سے توبہ اور دل کی طرف توجہ کے طریقہ کی درخواست کی تھی، میرے مخدوم! آپ گذشتہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے نادم ہوں توبۂ نصوح کریں اور تین دفعہ کلمۂ استغفار پڑھیں اس کے بعد قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا مقام ہے اور بائیں پہلو میں واقع ہے متوجہ ہو کر لفظ مبارک اللہ کو اس میں گذاریں اور دل کی زبان سے اس کو کہیں اور اس پر ہمیشگی کریں جسقدر بھی یہ ذکر دل کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہوگا اسی قدر حضور مع اللہ اس کی صفتِ لازمہ ہو جائیگی۔ ۲۲۸

آپ نے لکھا تھا کہ حق سبحانہٗ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے) پس چاہئے کہ سب کو اس عمر تک پہنچائیں جو کہ عبادت و معرفت کے لائق ہے۔ بچپن میں موت دینے کی کیا وجہ ہے؟ میرے مخدوم! قاضی بیضاویؒ نے اس آیۂ کریمہ کو ظاہر وحقیقت سے مصروف (پھیرا ہوا) قرار دیا ہے اور تمثیل و مبالغہ پر محمول کیا ہے، وہ کہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے اُن (جن وانس) کو ایسی صورت پر پیدا فرمایا جو غالب طور پر عبادت کی طرف متوجہ و مستعد ہو تو مبالغہ کے طور پر عبادت کو ان کی پیدائش کی غرض و غایت ٹھہرایا، اور اگر اس آیت کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے حالانکہ دلیل اس کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی علت اغراض نہیں ہیں تو یہ (یعنی اس آیت کو ظاہر پر محمول کرنا) اللہ تعالیٰ کے اس قول کے منافی ہو وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو دوزخ کیلئے پیدا کیا ہے) اور نیز ہو سکتا ہے کہ لِیَعْبُدُوْنِ کے معنی لِیَكُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ (تاکہ وہ میرے بندے بن جائیں) ہو پس اس صورت میں کوئی شبہ نہیں رہتا، اور نیز بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ کی دلیل سے کہا ہے کہ جن و انس سے دونوں گروہوں کے مومنین مراد ہیں نہ کہ عام جن وانس۔ پس اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اور نیز ہو سکتا ہے کہ عالمِ آخرت میں اطفال (بچوں) کو بھی معرفت حاصل ہو جائے اور ان کو عقل و شعور دیدیا جائے

جیسا کہ مشرکین بھی اس روز میں موحد ہو جائیں گے اور کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَاکُنَّا مُشْرِکِیْنَ (اللہ تعالیٰ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم تو مشرک نہیں تھے)

اور دو حال جو آپ نے دیکھے ہیں وہ دونوں عمدہ و مبارک ہیں، بظاہر آپ سے دین متین کی تقویت اور کسی سنت کا زندہ کرنا اور کسی بدعت کو مٹانا واقع ہوگا، قبر مبارک پر پڑی ہوئی چیزوں کو صاف کرنا بھی ان کی تعبیر ہو سکتی ہے اور نیز (ان کی تعبیر) بدعت کے شائع ہونے اور دین متین میں سستی واقع ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے کسی درویش کے نکالنے کا سبب ہو۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۸

ملا پایندہ محمد کابلی کے نام خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیف) کی تعزیت اور اہلِ حقوق کی خدمت کی ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، آپ کے دو خطوط پے در پے پہنچکر مسرت بخش ہوئے، شوقِ ملاقات اور اس کے وقوع کے موانع جو آپ نے لکھے تھے واضح ہوئے، ہم دونوں کو بھی مشتاق جانیں، ملاقات وقت پر موقوف ہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ (ہر کام کا ایک وقت معین ہے)

آپ نے خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیف) قدس سرہٗ کی مفارقت کے متعلق جو کچھ لکھا تھا سب درست ہے، اوروں کا ماتم (صرف) زمین کے ایک حصہ میں ہوتا ہے لیکن اہل اللہ کا ماتم زمین و آسمان میں ہوتا ہے اور ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے کیونکہ ان کے فیوض و برکات سے سب محروم ہو جاتے ہیں، اس وحشت اثر خبر کے سننے سے کیا کہوں کہ کس قسم کا رنج و الم پیش آیا؟ لیکن چونکہ (یہ سانحہ) محبوب حقیقی و فاعلِ مختار کی تقدیر اور ارادے سے ہوا ہے (اس لئے) صبر و رضا و تسلیم کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔

آپ نے چند شعر جو آسمان و زمانہ کی شکایت میں لکھے ہیں اور یہ مصرع انہی اشعار میں سے ہے ع

فلک با منِ خستہ بیداد کرد (آسمان نے مجھ زخمی کے ساتھ ظلم کیا)

یہ بات بہت ہی نامناسب ہے، بیچارہ آسمان اور بے بنیاد زمانہ بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں جو کچھ بھی ہے حق جل و علا کی تقدیر سے ہے، زمانہ اور آسمان کو اس (اللہ) سبحانہٗ کے فعل میں کسی قسم کا دخل نہیں ہے، جو وہ (تعالیٰ شانہٗ) کرتا ہے وہ سب عدل ہے کوئی ظلم و بال

گنجائش نہیں رکھتا، إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ [بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کی برابر بھی ظلم نہیں کرتا] اس بارگاہ میں ذرہ برابر ظلم وبیداد کا اثبات بھی انتہائی قبیح ہے، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّخَاطِرًا [ہر قسم کے اُس قول و فعل و خیال سے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت چاہتا ہوں] خواجہ مرحوم کی جماعت اور فرزندوں کی خدمت و رعایت اور خانقاہ کی دیکھ بھال میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں اور جان و دل سے کوشش کریں اور خواجہ مرحوم کے احسانات کے عوض میں ان کے فرزندوں کی خدمت و دلجوئی کریں (آیۂ کریمہ) قُلْ لَّا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى [آپ کہدیجئے کہ میں تم سے اور کچھ نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے] پڑھیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۷۹

شیخ میر محمد موسیٰ کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان کے فنائے نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ فیوض و توسل کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ نے لکھا تھا کہ فنائے قلب ہو چکی ہے اور فنائے نفس ہو رہی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ فنا پوری طرح حاصل ہو جائے اور صفات خود سے جدا ہو کر اصل کے ساتھ ملحق ہو جائیں؟ میرے مخدوم جو کچھ حاصل ہوا ہے نعمت ہے اس کا شکرانہ ادا کریں اور ترقی کے منتظر رہیں اور کلمۂ لا کے ذریعے وجود و صفات کی خود سے نفی کریں تاکہ یہ ہستی پوری طرح درمیان سے رخصت ہو جائے اور عدم صرف سے مل جائے اور صفات بھی جدا ہو کر اصل کے ساتھ جا ملیں اس وقت فنائے نفس ظاہر ہوتی ہے اور نفس امارگی و انانیت سے باہر ہو جاتا ہے بقائے اتم کے بعد نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "فنائے نفس ہو رہی ہے الخ" میرے مخدوم! یہ فنائے نفس کی تمہید ہے نہ کہ فنائے نفس، فنائے نفس اسوقت ہوتی ہے جو کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ جو آپ نے دوستوں کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ بعض لطائف کے ذکر میں ہیں اور بعض فنائے قلب تک پہنچ گئے ہیں (اس بات نے) مسرور کیا اپنے کام میں سرگرم رہیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ بہم پہنچائیں اور دوستوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں، برادرانِ دینی حافظ محمد طاہر و رجب علی سلام پڑھیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۸۰

میر عزیز کے نام طلب و اضطراب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، سلامتی و دلجمعی کے ساتھ رہیں اور مطلب اعلیٰ تک پہنچنے میں جان و دل سے کوشش کریں اور پائے طلب سے عاجز ہو کر نہ بیٹھیں، افسردگی و پژمردگی دشمنوں کے نصیب ہو، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہ رہا، محب کو محبوب کے بغیر آرام نہیں ہے اور وہ اس کے ماسوا کے ساتھ انس والفت اختیار نہیں کرتا اور جمعیت نہیں رکھتا اور اس کی جمعیت عشق کے تفرقہ میں ہے اور آرام بے آرامی میں ہے ع

جمعیتِ من آنکہ پریشان تو باشم [میری دلجمعی یہ ہے کہ میں تیرا پریشان رہوں]

آپ نے باطنی شغل میں دائمی طور پر مشغول ہونے اور شریعت کے طریقے پر استقامت کے بارے میں تحریر کیا تھا خوشی کا باعث ہوا۔ زادکم اللہ سبحانہ توفیقاً و محبۃً و شوقاً [اللہ سبحانہ آپ کو مزید توفیق اور محبت و شوق عطا فرمائے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۸۱

م ۲۳۱

خواجہ محمد صدیق ملقب بہ خواجہ ماہ پسر خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام ان کے احوال کی شرح اور فنائے جذبہ جو کہ مقامِ حیرت ہے اور فنائے حقیقی کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت اور باطنی درجات پر آپ کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کا گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ بلند احوال و کیفیات پر مشتمل تھا (اس لئے) اس کے مطالعہ نے مزید خوشی بخشی، حق سبحانہ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور اس موہوم ہستی کو جو کہ ہستیٔ حقیقی کے چہرہ پر ایک پردہ ہے پوری طرح درمیان سے اٹھادے اور مطلوبِ حقیقی اغیار کی مزاحمت کے بغیر تختِ ظہور پر جلوہ افروز ہو اور حضور خود بخود رونما ہو

اس مقام سے سالک کا حصہ استہلاک و اضمحلال اور لاشئی و عدم ہو جاتا ہے، جبتک اس کا وجود درمیان میں ہے مطلوب کا کوئی پتہ نشان نہیں ہے اور جب مطلوب جلوہ فرماتا ہے طالب بے چارہ صحرائے عدم کا رُخ کرتا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہتا بندگی کے ساتھ صفتِ خواجگی کے جمع ہونے کی کیا صورت ہوگی۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اسوقت حال یہ ہے کہ اپنے اندر کسی چیز کو ملاحظہ نہیں کرتا ہوں کہ ہے یا نہیں ہے" میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے لیکن کوشش کریں کہ ہستی کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور نیستی و عدمِ صرف مطلق کے ساتھ ملحق ہو جائیں تاکہ حقیقی فنا رونما ہو اور سالک کا عین و اثر نہ رہے، (سالک) اس وقت تمام اوصاف و نسبات کو اپنے آپ سے نفی و سلب کرتا ہے۔ اور آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ گم شدگی اور حیرت و عدمیت کی حالت ہے اور جذبہ کی جانب میں فنا ہے، گم شدہ کیا جانے کہ وہ صاحبِ اوصاف ہے یا نہیں ہے، اور آپ اپنے اندر کسی چیز کو ملاحظہ نہیں کرتے ہیں کہ ہے یا نہیں ہے، (سالک) نفی و اثبات اس وقت کرتا ہے جبکہ اپنے آپ سے اور اپنی صفات سے خبر رکھتا ہو ؎

حُسنِ تو چناں کرد مرا زیر و زبر کز زلف و خط و خالِ توام نیست خبر

[تیرے حُسن نے مجھ کو ایسا زیر و زبر کر دیا کہ مجھ کو تیرے زلف و خط و خال کی بھی خبر نہیں ہے]

صاحب فنا حقیقی صاحبِ شعور و تمیز ہے اور اشیاء کے حقائق کو جیسی کہ وہ ہیں جانتا ہے اس لئے کہ اس مقام میں فنا و بقا ایک دوسرے سے ممتاز ہیں عینِ فنا میں باقی اور عینِ بقا میں فانی ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی ذات عدم ہے اور اوصافِ کمال اُس کے اندر عاریتی اور مرتبۂ وجوب سے مستفاد ہیں بلا تکلف اپنے آپ سے اُن کی نفی کرتا ہے اور اس ذات کا اثبات کرتا ہے جو کہ اثبات کے لائق ہے اور اپنے آپ کو عدمِ صرف سے ملحق پاتا ہے اور خیر و کمال کی بُو کو محسوس نہیں کرتا اگرچہ وہ بقا سے مشرف ہو جاتا ہے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کر دیا جاتا ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے (یکجا) جمع کر دینے سے پہچانا] مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ [جس نے بالکل نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جانا] پس غور کر لیجئے بیشک یہ فرق دقیق ہے کم لوگ ہیں جو اس کی طرف ہدایت پائے ہیں پس دونوں حال خلط ملط ہو گئے اور صورت حقیقت کے ساتھ مشتبہ ہو گئی اور حقیقتِ امر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

م ۲۳۲

⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂

⁂

میر نوروز بختیار اوشی کے نام اس بات کے بیان میں کہ اصل کو ظل کی مانند پیچھے چھوڑ دینا چاہئے تاکہ ذات تک وصول میسر آجائے۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر طرح حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں سیادت انتساب (آپ) بھی بعافیت ہوں گے اور شریعت و سنت کے طریقہ پر قائم و دائم ہوں گے اور صورت سے حقیقت کی طرف آئیں گے اور ظل سے اصل کی طرف اور اصل سے اس کے ماوراء تک پہنچیں گے اگرچہ اصل سے گذر جانا اپنے عدم میں کوشش کرنا ہے جو کہ لاحاصل ہے اور بظاہر محال ہے لیکن محبِ ذات کو ذات تعالیٰ کے ساتھ المرءُ مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق ایک بے کیف معیت ہے اور ذات عزّ شانہٗ ظل و اصل سے ماوراء ہے اس لئے اس مُحِب کو اصول سے گذر جانا چاہئے تاکہ بے کیف معیت حاصل کرے اور اپنے آپ کو اور اپنے اصول کو چھوڑ کر مطلوب کے ساتھ ہم آغوش ہوجائے، مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ سعادت آثار میر عمر روضۂ منورہ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوا اور اُس (روضۂ منورہ) کے درویشوں اور مجاوروں کی صحبت میں بکثرت فوائد حاصل کئے ہیں اور بہت زیادہ ترقیات کی ہیں۔ برخورداران میر عثمان و میر علی کمال کو پہنچیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۸۳

محمد یحییٰ پسرِ قاضی چوکی کابلی کے نام ان کے حال کی ستائش اور آیۂ کریمہ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا سے متعلق ان کے سوال کے جواب وغیرہ امور کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف نے مشرف کیا۔ آپ نے جمعیت باطن اور عقیدت و اخلاص کے رابطہ کے قوی ہونے اور شوقِ ملاقات اور اس کے موانع کے بارے میں تحریر فرمایا تھا واضح ہوا، تمام چیزیں اپنے اپنے وقت پر موقوف ہیں لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] امید ہے کہ آتشِ شوق مشتعل ہو اور شعلۂ محبت بلند ہوجائے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے

میر نوروز بختیار اوشی

بنی اسرائیل ۷۰

رعد ۳۸

اور مطلب اعلیٰ تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ذکر نفی و اثبات میں مشغول رہتا ہوں کبھی عجیب معاملہ رونما ہوتا ہے نفی کے مقام کو اثبات کے مقام سے ممتاز پاتا ہوں، نفی کی جانب میں نیستی و عدم کے سوا کچھ نہیں ہے اگر کبھی ہستی صورتوں میں متجلی ہوتی ہے تو میں اس کو ظلال و پرتو سے پاتا ہوں اور وہ چیز کہ جس پر ہستی کا اطلاق کیا جا سکتا ہے اثبات کی جانب میں دیکھتا ہوں"۔ بیشک مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ [چہ نسبت خاک را با عالم پاک] جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب ظلال و امثال ہے اور تشبیہ و مثال کے ساتھ تسلی ہے آیہ کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] (۵۰/۱۶) شاہد حال ہے، جب تک آفاق و انفس سے نہ گذر جائے اور اقربیت تک نہ پہنچ جائے یہ معما پردہ نہیں کھولتا، جو آفاق و انفس میں ہے حق سبحانہ نے اس کو آیات (نشانیاں) و آلہ (معبودوں) میں داخل کیا ہے اور فرمایا ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (۴۱/۵۳) [ہم عنقریب ان کو آفاق میں اور ان کے انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان کو واضح ہو جائے گا کہ بیشک وہی حق ہے] آپ کے اس حال اور اسی طرح یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ "اس زمانے میں خود کو نہایتِ قرب کی دریافت سے بہت قاصر پاتا ہوں آیہ کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ جس کی تصدیق کرتی ہے اس کے مطالعے نے نہایت مسرور کیا اور آپ کی فطرت کی بلندی کی خبر دی، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ آیہ کریمہ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (۱۷/۷۰) [اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے] (انسان پر) غیر انسان کی فضیلت کا فائدہ دیتی ہے۔" میرے مخدوم! اس آیت سے انسان پر غیر انسان کی فضیلت لازم نہیں آتی، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ سے انسان کی اپنے جمیع ماسوا پر فضیلت لازم نہیں آتی، علما نے کہا ہے کہ اس جگہ مستثنیٰ ملائکہ ہیں جنسِ ملائکہ پر جنسِ انسان کی فضیلت اگرچہ اس جگہ سے مستفاد نہیں ہے لیکن اگر بعض افرادِ انسان کو تمام افرادِ ملائکہ پر فضیلت ہو تو گنجائش رکھتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کثیر اس جگہ میں کُل کے معنی میں ہے پس شبہ کا کوئی مقام نہیں ہے لیکن یہ توجیہ بعید ہے، آپ نے مقطعات و متشابہاتِ قرآنی کے بارے میں پوچھا اور ان کا حل طلب کیا تھا۔ میرے مخدوم! متشابہات کے بارے میں زیادہ سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان کا علم حق تعالیٰ پر چھوڑ دیں (یہ) حق سبحانہ کے اسرار ہیں کہ جن کو اس نے اپنے اخص الخواص بندوں پر ظاہر فرمایا ہے اور رمز و اشارہ کے ساتھ بات کی ہے اور نامحرموں سے (۲۳۴ ص) چھپایا ہے اور جس شخص پر اس معما کا راز ظاہر ہوا اس نے اس کے اظہار پر جرأت نہیں کی اور ان اسرار کے لکھنے اور کہنے پر دلیری نہیں کی، بیضاوی و مدارک سے ان (اسرار) کے حل کی کیا توقع ہے اور اس نادان مسکین سے یہ عقدہ کس طرح کھلے گا (امید ہے کہ) معذور رکھیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۸۴

حاجی بیگم کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے ایک ہیں فنا و عدمیتِ ذاتی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر باطنی جذباتِ قویہ کے ساتھ مکرم و ممتاز رکھے، الطاف نامہ گرامی نے جو کہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا اور وہ مسرت بخش ہوا، آپ سلامت رہیں اور ہمیشہ ترقی میں رہیں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں ہے] آپ کو معلوم ہو کہ بندہ اور حق سبحانہ کے درمیان سب سے بڑا حجاب سالک کا وجود ہے جو کہ انانیت کا منبع اور شرکت کی بنیاد ہے، کلمہ لا کے ساتھ خود سے وجود اور تمام کمالات کی نفی اس حد تک کرنی چاہئے کہ عدمیتِ ذاتیہ ظاہر ہو جائے اور وجود اور تمام کمالات اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ ہر کمال جو کہ ممکن میں ہے وہ سب اس بارگاہِ قدس سے مستفاد و مستعار ہے جو کچھ اس کا ذاتی ہے وہ عدم ہے اور ممکن نے اس عاریتی دید کے باعث اپنے آپ کو کامل و خیر تصور کر لیا ہے اور شرکت و انانیت اور ہمسری کا دعویٰ بہم پہنچایا ہے اور جب عنایت کی پیشقدمی سے اس کی عدمیتِ ذاتی ظاہر ہوتی ہے اور تمام کمالات صاحب کمالات کی طرف لوٹ جاتے ہیں تو سر رشتہ سعادت ہاتھ آتا ہے اور (سالک) شرکِ خفی اور نفسِ امارہ کی انانیت سے رہائی پا لیتا ہے اور فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور نفسِ امارہ مطمئنہ ہو جاتا ہے، ع

ایں کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند [بیٖنصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

؎ چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل (سایہ) ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو بے فکر ہے]

یہ دور افتادہ امیدوار ہے کہ کبھی کبھی دعا و توجہ سے یاد فرماتے رہیں گے۔ والسلام

مکتوب ۱۸۵

خواجہ امان اللہ و خواجہ مؤمن برہانپوری کے نام مطلب کی بلندی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا

کہ تجلیات و ظہورات ظلال سے وابستہ ہیں کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کیلئے ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے ملاقات کے شوق و تمنا کا اظہار کیا تھا، دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث شریف وَاَنَا اِلَيْهِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا [اور میں ان کی طرف انسے زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں، اس ناپائیدار دنیا میں عاشقِ مسکین کا حصہ یہی شوق و اضطراب و تپش و سوز ہے ؎

متاعے کزیں رہ گذر می بریم   لبِ خشک و مژگان تر می بریم

[جو متاع کہ ہم اس رہگذر (دنیا) سے لے جاتے ہیں وہ خشک ہونٹ اور تر پلکیں ہیں]

کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کے لئے ہے آیۂ کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس پر دلالت کرتی ہے اور یہ جو بعض صوفیۂ عالیہ سے اس دنیا میں شہود و مشاہدہ ثابت کیا جاتا ہے اور (اس کو) تجلیات و ظہورات قرار دیا جاتا ہے وہ سب ظلال سے وابستہ ہے اور شبہ و مثال کیساتھ تسلی ہے ذاتِ احدیت تعالیٰ کا طالب اس سے تسلی حاصل نہیں کرتا اور پانی سے سراب کی طرف مائل نہیں ہوتا اس دارِ ناپائیدار میں کوشش کی انتہا حجابات اور پردوں کا اٹھنا ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کرلیں ؎

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں   کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شخص شکار نہیں کرسکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ میں ہوا ہے (یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے)]

ہاں خواص الخواص بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اُن کی دنیا کو آخرت کا حکم دیدیا گیا ہے وہ چیزیں جن کا وعدہ عالمِ آخرت کیلئے ہے اگر ان کیلئے اس دنیا میں ظہور فرمائیں اور اُن کو مراتبِ ظلال سے پوری طرح گذار کر ذات بحت تک پہنچادیں اور اس بارگاہِ عالی سے کچھ حصہ (ان کو) عطا فرمادیں تو گنجائش رکھتا ہے ؎

اگرایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست   زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیبے سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من لدیکم۔ سعادت آثار میاں شیخ محمد (درجۂ) کمال تک پہنچیں، آپ کی توفیق کی خبروں کا سننا (ہم) دوستوں کے لئے مسرت کا سبب ہے اَللّٰهُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اپنے کام میں سرگرم رہیں اور پائے طلب سے عاجز ہوکر نہ بیٹھیں اور ترقی سے رُکے نہ رہیں مَنِ اسْتَوىٰ يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں ہے] امیدوار رہیں اور ہم کو (توجہ سے) غافل نہ جانیں

مکتوب ۱۸۶

تیمور بیگ کولابی کے نام حالتِ عدمیت کے دوام کے حصول پر ترغیب دینے اور کوتاہئ اعمال کی دید کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ جو خط کہ ازراہِ محبت آپ نے بھیجا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں سکوت (مراقبہ) کے وقت قالب سے کوئی اثر نہیں دیکھتا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ درمیان میں نہیں ہے میں حیرت زدہ رہ جاتا ہوں کہ یہ کیا ہے؟" میرے مخدوم! حیرت کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ یہ ایک عمدہ حالت ہے جو سالکوں کو پیش آتی ہے لیکن معتبر یہ ہے کہ یہ حالت دوام حاصل کرلے، مراقبہ وغیر مراقبہ اور سکوت وغیر سکوت عدمیت و نیستی کے دیکھنے میں یکساں ہوں اور عدمیتِ ذاتی رونما ہو جائے اور وجود موہوم جو کہ (نفسِ) امّارہ کی انانیت کا منبع ہے زوال پذیر ہو جائے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر طاعت و عبادت کی جاتی ہے تو اس سے استغفار کر کے نظر اس کے فضل و کرم پر رکھتا ہوں"۔ اس کے مطالعہ نے مسرور کیا جسقدر قصور کی دید اعمال کے اندر پیدا ہوگی اعمال کی قیمت کو اسی قدر بڑھائے گی اور قابلِ قبول بنائے گی۔ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر] عمل سے رُکے نہ رہیں اور اُس سے استغفار (بھی) کریں اور نظر محض فضل پر رکھیں، بندگی کا طریقہ یہی ہے۔ دیگر جو شخص کہ اسم ذات کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو سکے اس کو ذکرِ لسانی بھی بتا دیں امید ہے کہ دونوں ذکر فائدہ دیں گے۔ نیز آپ نے برادرِ عزیز حاجی محمد عاشور کے خط میں لکھا تھا کہ چالیس کا عدد پورا ہو گیا ہے۔ میرے مخدوم! مزید ساٹھ آدمیوں کی بھی اجازت ہے کہ جن کا مجموعہ سو ہو جاتا ہے۔ والسلام

ایک صالحہ عورت کی طرف وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ حامداً و مصلیاً، عصمت پناہ و عفت دستگاہ ہمشیرۂ مشفقہ محترمہ اس مسکین کی جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں، مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ فقرا کی محبت کی خبر دینے والا اور بے مثل مطلوب کی طلب کا پتہ دینے والا تھا اس لئے مزید مسرت بخش ہوا۔

امید ہے کہ اس محبت کی آگ بلند اور طلب کا شعلہ مشتعل ہوگا تاکہ ماسوا سے بیگانہ اور مطلوبِ حقیقی سے یگانہ کر دے، بہرحال صحبت حاصل ہونے تک معمولاتِ طاعات و عبادات کی پابند رہیں اور وقت کو بیفائدہ امور میں صرف نہ کریں اور لہو و لعب میں مشغول نہ ہوں کہ اس کا نتیجہ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے اور شرعی حلت و حرمت میں اچھی طرح احتیاط کریں اور امر و نہی کے مطابق زندگی گذاریں، حق تعالیٰ نے بندہ کو بیکار نہیں پیدا کیا اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے، اس کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ مولائے حقیقی نے اس کو اوامر و نواہی کا مکلف بنایا ہے بندہ اس کے بغیر چارہ نہیں رکھتا کہ اس کے مطابق عمل کرے ورنہ بندہ سرکش شمار ہوگا اور طرح طرح کے عذابوں کا مستحق ہوگا، اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ کے صاحبزادگان نیک توفیق رکھتے ہیں اور اُن کا معاملہ ترقی پر ہے اُن کے احوال پر رشک آتا ہے زَادَهُمُ اللهُ تَعَالٰی تَوْفِیْقًا [اللہ تعالیٰ اُن کو مزید توفیق عطا فرمائے] اس فقیر کو دعائے خیر و غائبانہ توجہ سے غافل نہ جانیں (خدا کرے کہ) نعمتِ دوام ہمیشہ نصیب رہے۔

ص ۲۳۷

سیادت پناہ شیخ محمد یوسف گردیزی کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے مجلس کی رونق کے بارے میں لکھا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، الطاف نامۂ گرامی کے صدور سے مشرف ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ وطنِ مالوف پہنچ گئے اور صاحبزادگان و متعلقین کو بخیریت پایا، جو خلعتیں بزرگوں سے عنایت ہوئی ہیں مبارک ہوں۔ دوستوں کے حلقہ میں بیٹھنے اور متاثر ہونے اور بعض کے بیہوش ہونے اور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو دیکھنے کے بارے میں جو آپ نے لکھا تھا واضح ہوا اور خوشی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور مزید انعامات کے طالب رہیں، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ رغبت فرمائیں اور بکثرت ذکر میں مشغول رہیں، اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے آگے کیا بھیجا ہے] اور یہ جو بعض لوگ بغیر اس کے کہ توجہ کی جائے گر پڑتے ہیں اور از خود رفتہ ہو جاتے ہیں اس کا راز ظاہر ہے کہ یہ صحبت کی تاثیر سے ہے، دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

۵۹/۱۸

مکتوب ۱۸۹

محب علی ملتانی کے نام اُن کے احوال کی شرح اور خود پسندی وریا کی باریکیوں سے رہائی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور قرآن مجید کی تلاوت کے کچھ کمالات اور ذکر و ذاکر کے مذکور میں محو ہو جانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر مسرور کیا، حق سبحانہٗ آپ کو جمعیت کے ساتھ رکھے اور ترقیات کے دروازے کھول دے۔ اور آپ نے قصور، لغزشوں اور گناہوں کی دید اور عُجب وریا کی باریکیوں کے ظہور اور اُن پر استغفار و گریہ و تضرع و زاری کے بارے میں لکھا تھا اس کے بعد دوسرے روز آپ نے دیکھا کہ "ریا و عُجب (خود پسندی) آپ سے اُٹھا دی گئی ہے لیکن چونکہ آدمی شرِ محض ہے ابھی اس کی کچھ باریکیاں ہیں کہ آپ اُن پر مطلع نہیں ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو مخلوق میں سب سے بُرا جانتے ہیں"۔ میرے مخدوم! اس دید اور اس رہائی پر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں عُجب وریا کی باریکیوں سے جو کہ شرکِ خفی ہے رہائی پانا ایک عظیم امر ہے جو کہ فنائے اتم پر مترتب ہوتا ہے، صوفیۂ عالیہ کا سلوک شرک کی انہی باریکیوں سے رہائی اور اخلاص کی حقیقت حاصل کرنے کے لئے ہے علم و عمل کو کتب شرعیہ میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور اخلاص صوفیۂ عالیہ کی خدمت سے وابستہ ہے علم و عمل اخلاص کے بغیر مقبول نہیں ہیں بے روح بدن کی مانند ہیں۔ اور دوسرے احوال جو کہ آپ نے دیکھے ہیں اور اپنی منزل کو آسمان کے اوپر پایا ہے اور آپ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ آپ کے حال پر توجہ رکھتے ہیں اور دوسرے وقت انھوں نے دستار آپ کو عنایت کی اور فرمایا کہ یہ خلعتِ ولایت ہے، واضح ہوا، سب عمدہ و روشن ہے اپنے کام میں مشغول رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی تلاوت میں بہت زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے"۔ کیوں لذت نہ ہو کہ صفتِ حقیقی بنفسِ نفیس جلوہ گر ہے اور صفت سے موصوف تک راستہ کھلا ہوا ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن   تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے عشق کے حلقہ میں اپنے آپ کو بارگاہِ رسالت پناہ میں محو پایا، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضور دیکھا چنانچہ میں کلمہ طیبہ کے ذکر کے وقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ کہتا تھا"۔

شاید کہ بے اختیار آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ہوگا اختیار سے اس قسم کا کلمہ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ مغلوب الحال ہو،
آپ نے لکھا تھا کہ آپ لطائفِ ستہ میں ذکر نہیں پلٹتے ہیں۔ میرے مخدوم! ذکر و توجہ و حضور اس وقت تک ہے
کہ ذاکر کا وجود درمیان میں ہے اور جب ذاکر صحرائے عدم کو کوچ کرتا ہے اور تمام منتسبات اصل کی طرف لوٹ
جاتے ہیں تو ذکر و حضور بھی اصل سے ملحق ہو جاتے ہیں اور حضور، حضورِ ذاتی میں چلا جاتا ہے اس وقت عارف
اپنے اندر نہ ذکر دیکھتا ہے اور نہ حضور، اس کے بعد اگر ذکر و حضور ہے تو خود بخود ہے اور اس مقام سے عارف کا
حصہ استہلاک و انعدام ہے اور انانیت و شرکِ خفی کا زائل ہونا ہے۔ ع
از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک ست　　[ذات تعالیٰ و تقدست سے حصہ استہلاک ہے] والسلام

۲۳۹ ص

مکتوب ۱۹۰

دوست محمد بیگ کے نام نصیحت اور بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدًا و مصلیًا، آپ کے دو خطوط نے پے در پے پہنچ کر مسرور کیا،
اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اور اصلاحِ باطن میں
مشغول ہیں کوشش کریں کہ ترقی کی راہ ہمیشہ کھلی رہے، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [2] [جس شخص کے دو
دن یکساں گذریں (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں ہے] زندگی کے سانس بہت عزیز و غنیمت ہیں کوشش کریں کہ
بیفائدہ امور میں نہ گذر جائیں اور اہم اشیاء میں صرف ہوں۔ چاہیے کہ مراقبہ و ذکرِ لسانی، تلاوت و نماز
اور حلقۂ ذکر سے خالی نہ رہیں اور ان میں سے جس کسی کا کہ وقت تقاضا کرے اور جو جمعیتِ قلب زیادہ بخشے
اُسی میں مشغول رہیں اور زبان سے کلمۂ طیبہ کے تکرار پر زیادہ راغب رہیں اور یہ جو ہمارے حضرتِ عالی
(مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے لکھا ہے کہ "مبتدی اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور
رکھے کہ فرائض و سننِ مؤکدہ کی ادائیگی کے علاوہ اور کسی چیز میں مشغول نہ ہو، نفلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے"
یہ درست ہے لیکن آپ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، یہ حکم مبتدیوں کے لئے خاص ہے آپ تو امورِ مذکورہ میں سے
وقت جس کا متقاضی ہو اور جو زیادہ جمعیت بخشے اور زیادہ کیف لائے اسی میں مشغول رہیں۔ اور آپ نے
دونوں خطوں میں نماز سے تعلق رکھنے والی جو چیزیں لکھی تھیں اُن کے مطالعہ نے بہت خوش کیا خصوصًا یہ
جو آپ نے لکھا ہے کہ "نماز پڑھنے میں جمعیت و لذت بہت حاصل ہوتی ہے اور نماز کے علاوہ کسی اور چیز میں
مشغول ہونا اچھا نہیں لگتا اور جو حرف کہ نماز میں اپنے مخرج سے نکلتا ہے وہ سرتوں کا اظہار کرتا ہے وہ

اس وقت میں اس حقیر کو گویا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے"! اس بات نے بہت ہی مسرور کیا اور باطنی لذتیں بخشیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہو جانا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

جو حالت کہ نماز ادا کرنے کی حالت میں پیش آتی ہے وہ تمام حالات پر فوقیت رکھتی ہے اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا پتہ دیتی ہے اور مقصد کے چہرے سے پردہ ہٹا دیتی ہے اور گوشِ ہوش آغوش میں لاتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۹۱

منہ ۲۴

شیخت مآب حافظ عبد الجلیل کے نام ان کے خط کے جواب اور بے مثل مطلوب کی طلب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدًا للہ العظیم ومصلیًا علیٰ رسولہ الکریم۔ گرامی نامہ کے صادر ہونے سے مشرف و شادماں ہوا، کیسی نعمت ہے کہ آزاد لوگ گرفتاروں کی یاد کریں اور ظاہری دوری کے باوجود (ہم) ناکارہ لوگوں کا خیال (آپ کے) خاطرِ شریف میں گذرے، بیشک پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور محبتِ ازلی ظہور و اظہار کا سبب ہوئی ہے اور ذاتی بے نیازی کے باوجود مخلوق کو اپنی بارگاہ میں دعوت دی ہے اور اس بارگاہِ قدس کی طرف رہنمائی کی ہے اور از راہِ کرم اس راہ کو کھولا، افسوس ہے کہ دعوت اور رہنمائی کے باوجود ہم اس بارگاہِ لایزال سے محروم اور دور ہوں اور نفس و خواہش کی قید میں رہیں ؎

در جہاں شاہدے و ما فارغ در قدح جرعۂ و ما ہشیار

بعد ازیں دستِ من و دامنِ دوست بعد ازیں گوشِ من و حلقۂ یار

[جہاں میں ایک معشوق (موجود) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں۔ اس کے بعد ہمارا ہاتھ دوست کا دامن پکڑلے گا اور ہمارے کان میں معشوق کی غلامی کا حلقہ پڑا ہوا ہوگا]۔

اس تمام دوری و جدائی کے باوجود (یہ فقیر) دوستوں کی یاد سے غافل اور محبت کے لوازم سے خالی نہیں ہے، یہ مسکین بھی دوستوں سے دعا اور غائبانہ توجہ کی درخواست کرتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۲

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے نماز میں لذت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا اور محبت و اخلاص کے بارے میں تحریر کیا تھا۔

حمد و صلوٰۃ وارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو گرامی نامہ از راہِ محبت بھیجا تھا موصول ہوا۔ آپ نے اپنے شوق و اضطراب کے بارے میں لکھا تھا، واضح ہوا، حق سبحانہٗ قادر ہے کہ احسن طریق پر ملاقات میسر فرمائے چونکہ آپ کی محبت درست ہے امید ہے کہ فیوض و برکات کے اخذ کرنے میں یہاں کے موجود دوستوں سے پیچھے نہیں رہیں گے، فقیر نے بھی آپ کے بارے میں ایک بشارت پائی ہے اور آپ کی معیت کو بعض موجود دوستوں کی معیت سے زیادہ دیکھا ہے، ہم امیدوار ہیں کہ اس کے مطابق اثرات مترتب ہوں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات اپنے اندر سابقہ کیفیت کے علاوہ ایک کیفیت پاتا ہوں زیادہ گمان یہ ہے کہ اوپر کے مقام سے کچھ حصہ ملا ہوگا" بیشک اوپر کے مقام سے کچھ حصہ حاصل ہوا ہے کہ کیفیتِ مذکورہ جس پر مترتب ہے لیکن (یہ) اسی نیچے کے مقام میں ہے بغیر اس کے کہ اوپر کے مقام میں دخول ہوا ہو شاید کہ "جو لذت و کیفیت کہ نماز میں حاصل ہوتی ہے الخ" اسی نئی کیفیت کا اثر ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رکوع و سجدہ کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہے" ہو سکتا ہے کہ یہ مبدأ تعین ہو کہ سالک جس کے ساتھ بقا پاتا ہے ؎ ص ۲۴۱

اعضائے وجودم ہمگی دوست گرفت　　　نامے ست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

[میرے وجود کے تمام اعضا دوست نے لے لئے، میرا صرف نام مجھ پر باقی ہے اور باقی سب وہی ہے]

سجدہ سے سر اٹھانا کس طرح اچھا لگے جبکہ سجدہ کمالِ قرب کا مقام ہے حدیث اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمِی اللّٰہِ تَعَالٰی فَلْیَسْجُدْ وَلْیَرْغَبْ [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس بندہ کو سجدہ کرنا چاہئے اور رغبت سے کرنا چاہئے] آپ نے سنی ہوگی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس گدا وجود جس وقت کہ تیری (خواجہ محمد معصومؒ کی) صورت تصور میں لاتا ہوں سب سے زیادہ لذت دیتی ہے اور عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اور اپنے اندر عجیب فیض و انوار ملاحظہ کرتا ہوں اور اخلاص اس حد تک ہے کہ اگر اہلِ زمانہ پر ظاہر ہو جائے تو نزدیک ہے کہ وہ اپنی ناقہمی کے باعث تکفیر کریں" میرے مخدوم! یہ سب حال کمال درجہ کی باطنی مناسبت و اتحاد کی خبر دیتا ہے امید ہے کہ اس کے مطابق معانی کو جذب کریں گے اور معیتِ کامل حاصل کریں گے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۳

سیادت پناہ میر محمد یعقوب کے نام ذکر و طاعات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فرزند نور چشم کے مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا، ذکر و فکر کے پابند اور حق سبحانہ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں سرگرم رہیں، جوانی کی قوت کو طاعات و عبادات میں صرف کریں، حدیث شریف شَابٌ[1] نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ [منجملہ ان کے ایک وہ جوان ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشو و نما پائی ہو] آپ نے سنی ہوگی۔ ہم آپ جیسے جوانوں پر رشک کرتے ہیں، ہمارے ایام جوانی ہوا و ہوس میں گذر گئے، اس وقت حسرت و ندامت نقدِ وقت ہے جوانی واپس نہیں آتی، لاحاصل کی تمنا حاصل ہے، وہی قصہ ہے کہ جو کسی شخص نے کہا تھا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ [کاش کہ جوانی لوٹ آتی] آپ ہجوم و سوادس سے پریشان نہ ہوں اپنے کام کے پابند رہیں اور استغفار کثرت سے کرتے رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۴

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مکان کو صاحبِ مکان کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا، خلیفہ وقت (بادشاہ) کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا مفصلاً معلوم ہوا حق سبحانہ تمام کاموں کا انجام بخیر کرے اور خلیفۂ وقت کو توفیق و استقامت بخشے اور ان اکابر کے برکات اور نسبت سے کامل حصہ عطا فرمائے اور مجلس کی رونق اور دوستوں کے احوال کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا تھا وہ (بھی) تفصیل کے ساتھ واضح ہوا اور خوشنودی و مسرت کا سبب ہوا، حق سبحانہ دوستوں کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے اور فیوض کے دروازے کھولے رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جہان آباد" میں جس جگہ میں نے قیام کیا وہ اس قدر بے فیض تھی کہ کیا لکھے، جب میں نے وہاں چند روز نشست و برخاست کی تو اس کے بعد وہ جگہ اس قدر انوار سے گھری ہوئی ظاہر ہوتی ہے کہ جانبِ فوق میں وہ عرش سے اوپر گذر گئی اور جانبِ تحت میں تحت الثریٰ سے بھی تجاوز کر گئی ہے گویا اس جگہ نے اس فقیر کے عروج و نزول کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لی ہے، یہ انکشاف

ص ۲۴۲

---

[1] یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں ایسے سات اشخاص کا ذکر ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

ظاہری محسوسات کی مانند ہے کہ (اس میں) شک کی گنجائش نہیں ہے"۔ بیشک ایسا ہوا ہو گا، وَ لِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ [بزرگوں کے پیالے سے زمین کے لئے (بھی) حصہ ہے] مکان کو صاحبِ مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال اور ہمسائیگی کا حق ہوتا ہے اور وہ (مکان) صاحبِ خانہ کے انوار و برکات کا امیدوار ہوتا ہے، یہیں سے بیت اللہ شریف کی بزرگی و عظمت کو قیاس کرنا اور اُس کے انوار و برکات کو سمجھنا چاہئے (اگرچہ) ما للتراب ورب الارباب [چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک]

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدس سرہٗ بھی اپنے رہائشی مکانوں کے انوار و برکات بیان فرمایا کرتے تھے اور ان مقامات کے عجائب و غرائب کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور جو اُن مکانات کے قرب و جوار میں تھے اُن کی برکات بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور سفروں میں جس منزل، بستی اور شہر میں وہ فروکش ہوتے تھے اُن شہروں اور بستیوں کے حقائق اُن پر ظاہر ہو جاتے تھے بعض لوگ ان حقائق کو مانتے ہیں اور بعض ان حقائق کے مُنکر ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۵

مخدوم زادۂ عالی جاہ شیخ محمد خلیل اللہ کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرزند نورِ چشم سے عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر طرح سے ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کی حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت اور حقیقی و معنوی ترقیٔ درجات کے لئے دعا کی گئی ہے۔ آپ نے جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا پہنچا اور بشارت والے جو احوال آپ نے لکھے تھے ان کے مطالعہ نے لطف اندوز کیا، حق سبحانہٗ پوشیدہ معانی کو تختِ ظہور پر لائے اور قوت سے فعل تک پہنچائے۔ خط لکھتے وقت میں نے آپ کو خلعت سے آراستہ تعینِ حُبّی کے دروازے پر پایا اور وصول معلوم ہوا داخلہ ابھی تک تشخیص میں نہیں آیا ہے اور حقیقتِ احمدی اگر نفسِ حقیقتِ کعبہ ہے جیسا کہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے تو وہ (آپ کو) حاصل ہے توجہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تعینِ حُبّی ہے تو وہ بھی حاصل ہو رہی ہے اور اگر کوئی دوسرا امر ہے تو توجہ کا محتاج ہے امیدوار رہیں۔۔۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "فقیر (خواجہ محمد معصوم رح) آپ کے حق میں کہتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے" مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتا ہے اور اتحادِ باطنی کا پتہ دینے والا ہے۔۔۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اگرچہ یہ حکم بارگاہِ قیوم مد کے

ص ۲۲۳

بارے میں حضرات کے حق میں بے ادبی ہے الخ" فقیر اس قسم کی عبارتوں سے جوکہ اس ناکارہ کے بارے میں لکھی جاتی ہیں راضی نہیں ہے، خیر جو ہوا سو ہوا آئندہ ایسا نہ لکھا کریں . . . . خط لکھنے کے بعد دوسری دفعہ جو توجہ واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ (آپ کو) اس حقیقت میں دخول میسر ہو گیا، وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَہٗ [اور اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے] اگر آپ کی ولایت، ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے تو یہ دخول و لحوق بطورِ اصالت ہے ورنہ بطورِ متابعت و فرع ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۶

مُلّا محمد ابن حافظ آبادی کے نام بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اوقات فرض نماز کے اندر خصوصاً امامت کی حالت میں ایک کیفیت رونما ہوتی ہے کہ گویا اس تعالیٰ شانہٗ کی عظمت کے خوف سے جسم پگھل جاتا ہے اور سجدے کے وقت میں جی نہیں چاہتا کہ سر سجدہ سے اُٹھایا جائے"۔ اس کے مطالعہ نے محظوظ و مسرور کیا، حق سبحانہٗ اس (نماز) کے کمالات سے اکمل حصہ عطا فرمائے اور اس کی حقیقت سے پردہ کھول دے۔ نماز مؤمن کی معراج ہے حالتِ معراجیہ کا نمونہ نماز میں ظاہر ہوتا ہے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس سجدہ کرنا چاہئے اور خوب رغبت سے کرنا چاہئے، اُس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس (نماز) کے آداب و شرائط کے ادا کرنے کی توفیق دی گئی اور اس نے اس کے ارکان اور اس کے طویل سجدوں اور اس کے قیام اور اس کی صورتوں سے اس کے حقائق کی طرف عروج سے کچھ حصہ حاصل کیا، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۹۷

حافظ ابو اسحٰق ننہ آئی کے نام خواب کی تعبیر اور فنائے قلب و نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ یہ جو حضرت اسحاق علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں آپ کو ٹرا گنا بھیجا ہے اور انھوں نے آپ کو مکہ (مکرمہ) طلب کیا ہے اس کے بعد آپ نے چند مرتبہ مکہ معظمہ کو خواب میں دیکھا

عمدہ و مبارک ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ باطنی نسبت کی خبر دینے والا ہے اور اس خواب کے بعد بکرہ مبارکہ کو دیکھنا اس معنی کی تائید کرتا ہے کیونکہ بکرہ (ذبیحۂ عظیمہ) کو اُن حضرت اور ان کے والد بزرگوار اور بھائی علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے۔ دو تین مرتبہ جو آپ نے خود کو برہنہ پایا ہے اور جب آپ نے لباس پہن لیا تب بھی برہنہ پایا، اس کی تعبیر فنا اور تعلقات کا منقطع ہو جاتا ہے اور فنائے قلب جو آپ محسوس کرتے ہیں اس دید کو تقویت دینے والی ہے اور کامل انقطاع فنائے نفس اور اس کے اوصاف و اخلاقِ ذمیمہ اور انانیت و خود سری اور احکامِ الٰہی جل شانہٗ سے سرتابی سے جو کہ اس کی سرشت میں ودیعت ہے باہر نکل جانے پر موقوف ہے، فنائے قلب میں اشیاء کے علمِ حصولی کا زائل ہونا ہے نفسِ حاضر اس مقام میں ابھی قائم ہے اور اس کا علمِ حضوری اپنی جگہ پر ہے، اس فنا میں اگرچہ علائقِ آفاق سے رہائی پا چکا ہے اور اپنے غیر کی گرفتاری سے منقطع ہو چکا ہے لیکن نفس کے فتنوں سے پوری طرح خلاصی نہیں پائی ہے اور اُس (نفس) کی انانیت سے کلی طور پر نجات نہیں پا سکا ہے، فنائے قلب میں علمِ حصولی کا زائل ہونا اور علائقِ آفاق سے نکل جانا کافی ہے اس لئے کہ اس کی بیماری ذاتی نہیں ہے عرضی ہے اور اس کا مرض اندرونی نہیں بیرونی ہے، بیرونی تعلقات کا زائل ہونا اس کے تزکیہ و تطہیر میں کافی ہوتا ہے اور آفاق کا نسیان اس کے حق میں فنا بخشنے والا ہے اور فنائے نفس میں علمِ حضوری جو کہ نفسِ حاضر سے عبارت ہے اس کا زوال ناگزیر ہے۔ آفاقی تعلقات کا فنا ہونا اس (فنائے نفس) میں کافی نہیں ہوتا اس کا مرض ذاتی ہے جبتک وہ درمیان میں ہے، بلائے جان ہے، ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس]

اس معاملہ کی تفصیل اور اس بات کی تحقیق کہ تکالیفِ شرعیہ و احکامِ بشریت کے باقی رہنے کے باوجود نفسِ حاضر کا زائل ہونا کس معنی میں ہے دوسرے مکتوبات میں مذکور ہے، ع

می باش و مباش مشکل این ست [رہ بھی اور نہ بھی رہ مشکل یہ ہے] والسلام

مکتوب ۱۹۸
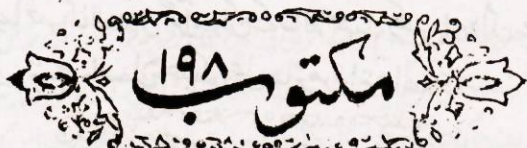
مرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام فنائے قلب کی علامت اور صفات کے بدل جانے کی حقیقت اور اس واقعہ کی تعریف میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھا تھا۔ ۲۴۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا۔

سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے طریقے پر قائم رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "شیخ محمد حسین کے ساتھ صحبت رکھتا اور توجہ لیتا ہوں ان چند روز میں انھوں نے ذکر سلطانی و فنائے قلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ (حاصل) ہو گئے ہیں"۔ میرے مخدوم! فنائے قلب کی علامت یہ ہے کہ ماسوائے حق جلّ وعلا کا خیال دل سے مطلق طور پر اس طرح چلا جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ (بھی) ماسوا کو یاد کرے تو اس کو ہرگز یاد نہ آئے، یہ حالت ولایت کے طریقوں میں پہلا قدم اور اوّلین کمال ہے جو کہ دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ یہ نعمت جو آپ کو اس تھوڑی سی مدت میں حاصل ہوئی ہے بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور ترقیات کے منتظر رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "دماغ میں کبھی کبھی حرکت پاتا ہوں، کیا فنائے نفس حاصل ہوئی ہے یا نہیں؟" میرے مخدوم! فنائے نفس ایک دوسرا امر ہے (جو کہ) دماغ کی حرکت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، علمِ حضوری کو جو کہ (اُس کی) ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے علمِ حصولی کی طرح راستہ میں چھوڑ دینا چاہیئے تاکہ فنائے نفس حاصل ہو جائے جیسا کہ علمِ حصولی کا زائل ہونا فنائے قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور آپ نے مراقبہ میں اپنے اوصاف کا بدل جانا جو لکھا تھا عمدہ ہے، گویا آپ ایک شان سے دوسری شان میں جاتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مشغولی (مراقبہ) میں دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت ضعیفہ ہے جو فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) کے سامنے ظاہر ہوئی اور کہا کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طینت (گندھی ہوئی مٹی) کا باقی ماندہ حصہ گردن سے اوپر حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) مرحوم کو عطا ہوا، کچھ اور جو اس میں سے باقی بچ رہا تھا فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ابرو سے اوپر اس کو عطا ہوا"۔ میرے مخدوم! حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی پیدائش کا نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ طینت سے ہونا حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے اسرار میں سے ایک عظیم سر ہے سجدۂ شکر بجا لائیں کہ اس قسم کے اسرار آپ کو حال میں دکھائے گئے ہیں، (یہ) مناسبتِ کامل کی خبر دیتا ہے اگرچہ دونوں جگہ میں محل پیدائش کے تعین میں فرق واقع ہوا ہے۔ دیگر یہ کہ شیخ عبد الخالق ہمارے بہت اچھے دوستوں میں سے ہیں اور صاحبِ کمالات ہیں اگر آپ اُن کے ساتھ صحبت رکھیں اور (اُن سے) توجہ لیں تو گنجائش رکھتا اور بہتر ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۹۹

۲۴۶

شیخ عبد الخالق بنگالی کے نام طالبین کے آنے سے ڈرتے رہنے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ

کی تدبیر سے غافل نہ رہنے اور بعض کمالاتِ محبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا "کہ ہم نے اس سے پہلے ایک خط جہان آباد سے بھیجا تھا" میرے مخدوم! معلوم نہیں کہ وہ خط ہمیں پہنچا بھی یا نہیں، اگر پہنچا ہوگا تو اس کا مضمون ذہن میں نہیں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سفر میں بہت سے لوگ خاص طور پر قبائل کے اکثر منکر افراد طریقۂ عالیہ میں داخل ہوئے ہیں"۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے، ان کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں اور حلقۂ ذکر ومراقبہ کو سرگرم رکھیں اور طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں اور تدبیر خداوندی جل شانہٗ وعز برہانہٗ سے بے خوف نہ ہوں اور ہمیشہ التجا، تضرع اور زاری کرتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ مقصدِ اعلیٰ میں خلل واقع ہو جائے اور مخلوق میں مشغول ہونا (قربِ) حق سبحانہٗ سے روک دے اور طالبین کی کثرت اس شخص کی خشکی (سُستی) کا سبب نہ ہو جائے، بہرحال دوستوں سے صحبت بھی رکھیں اور استغفار و تضرع کو بھی نہ چھوڑیں اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر]۔ دن رات میں ایک دو وقت خلوت کے لئے مخصوص کریں اور اس وقت میں بکثرت ذکر کرنے، گناہوں اور لغزشوں کو یاد کرنے اور توبہ و انابت کرنے کو غنیمت جانیں اور (ہم) دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ آپ نے میرزا محمد صادق و حسن بیگ کی محبت واخلاص کے بارے میں لکھا تھا بیشک فیوض وبرکات کا اخذ کرنا محبت کے مطابق ہے کہ وہ پوشیدہ معانی کو جذب کرتی اور محب کو محبوب کے رنگ میں رنگ دیتی ہے اور فنا وبقا جو کہ ولایت کے ارکان ہیں محبت کا ثمرہ ہیں اگر محبت نہ ہوتی تو ظہور و اظہار اور وجود وایجاد کا دروازہ کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف رہنمائی کون کرتا۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔
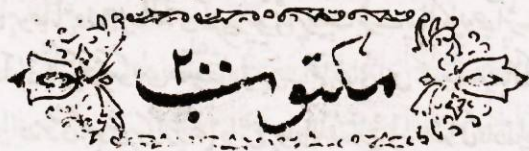
شیخ منصور جالندھری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ کا مکتوب شریف جو کہ سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اور اس کا اثر ظاہر ہونے کی بشارت اور نیز جس وقت کہ آپ نماز میں ایک جماعت کے امام تھے نماز ادا کرنے کے بعد جب آپ نے خاص اپنے لئے دعا کی تو قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہونے اور جب آپ نے مقتدیوں کی جماعت کو دعاؤں میں شریک کیا تو قبولیت کے آثار ظاہر ہونے اور دیگر کیفیات واحوال پر مشتمل تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا،

ص ۲۴۷

اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] آپ نے لکھا تھا کہ "حقیقۃ الحقائق کے ساتھ الحاق جو آپ نے پایا ہے آیا تعین حبی کے ساتھ (الحاق) ہے یا نہیں"۔ جو کچھ سر دست سمجھ میں آتا ہے (وہ یہ ہے کہ) تعینِ حُبّی کے ساتھ (الحاق) ہے اور اس کے موافق خلعت و زینت بھی مشہود ہوتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس تعین میں ایک طرح کی محبوبیت محسوس ہوتی ہے"۔ کیوں محسوس نہ ہو کہ (یہ) حبیب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے جو کہ محبوبوں کے سردار اور مرادوں کے رئیس ہیں، اگر محبوبیت اس تعین میں نہ ہوگی تو کہاں ہوگی۔ غرضیکہ جو شخص اس مقام کے وصول سے مشرف ہو جائے وہ اس معنی سے بہرہ مند ہے خواہ اصالتاً پہنچا ہو یا کسی دوسرے کے طفیل اور ضمنی طور پر پہنچا ہو علیٰ تفاوت الدرجات الفریقین [فریقین میں درجات کے تفاوت کے مطابق] اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حقائقِ اشیاء اور تمام امور کو بہتر جانتا ہے والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۰۱

سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کی بعض خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب شریف نے پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے اپنے احوال کے بارے میں یہ جو لکھا ہے کہ "وجود کے بوجھ سے جو کہ اس ناتوان ہستی پر پڑا ہے اس طرح کا ہو جاتا ہوں جیسا کہ کسی کمزور چیونٹی پر بہت بڑے پہاڑ کا بوجھ آپڑے، فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا [پھر جب تجلی فرمائی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف (پس) اس کو ڈھا کر برابر کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے] واضح ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اس کو اور زیادہ فرما] امید ہے کہ یہ بار بشریت کے آثار کو پوری طرح اٹھادے گا اور یار خوشگوار لائے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کا کلام مرتبۂ ذاتِ بحت سے ہے اور باقی تمام بزرگوں کا کلام مرتبۂ صفات یا ظلال صفات سے ہے"۔ میرے مخدوم! حضرت عالی (قدس سرہٗ) کی نسبت اصحابِ کرام کی نسبت ہے اور یہ نسبت ایک آخریت ہے جو کہ ولایت کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے، اس نسبتِ شریفہ کو دوسرے بزرگوں کی نسبت کے ساتھ کیا مناسبت ہے، ان نسبتوں نے انفس کی قید سے رہائی نہیں پائی ہے اور اس کے ماوراء نہیں پہنچی ہیں اور یہ نسبتِ عزیزہ آفاق و انفس کے ماوراء کی خبر دینے والی ہے اور جذبہ و سلوک سے ماوراء ہے، کہاں تک لکھے والسلام

۷ ۱۴۳

۲۴۸

صلاح آثار صوفی پاینده محمد کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوب شریف نے پہنچ کر مسرور کیا، حق سبحانہٗ ظاہری وباطنی جمعیت کے ساتھ رکھے اور شریعت وطریقت کے راستے پر استقامت عطا فرمائے، آپ نے لکھا تھا کہ میں ان دنوں اپنے آپ کو تعینِ حُبّی میں داخل پاتا ہوں بلکہ مرکز سے بھی حصہ معلوم ہوتا ہے اور تنہا سکوت میں اور دوستوں کے حلقہ میں جب مراقبہ میں ہوتا ہوں تو سب کو نورِ محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام احاطہ کر لیتا ہے۔ میرے مخدوم! یہ نسبتِ عالیہ عنقائے نادر کا حکم رکھتی ہے اور عقل وہوش اس کے تصور وخیال سے لرزتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس معنی کے حصول کو مبارک ومسعود فرمائے، اور جماعتِ کثیرہ کی ہدایت کا سبب بنائے اور احاطۂ نور سب کو صاحبِ نور تک پہنچائے اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے] جو واقعہ کہ آپ نے دشمن کی شکست کے بارے میں دیکھا ہے اور میرے فرزند کے خط میں لکھا ہے مطالعہ کیا اس بارے میں توجہ ودعا کو زیادہ سے زیادہ عمل میں لائیں کہ حق تعالیٰ مسلمانوں کو فتنوں سے اپنی حفاظت میں رکھے اور امن وامان میں لائے، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۲۰۳

میر سید اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ حقیقی دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اور دنیاوی مشاہدات سب ظلال سے وابستہ ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، نامہ نامی ومکتوب گرامی جو کہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے ورود سے مشرف ہوا۔ آپ نے ظاہری ناگزیر دوری کے رنج وغم کا اظہار کیا تھا، اس جانب سے بھی حدیثِ شوق پڑھیں اور اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ [مومن، مومن کا آئینہ ہے] کو ملحوظ رکھیں، کیا کیا جائے دنیا جدائی کا مقام ہے ملاقات کا مقام آخرت ہے، حق سبحانہٗ احسن وجوہ کے ساتھ وہاں یکجا کرے اور اس (ظاہری) جدائی کی تلافی فرمائے اور حق جل وعلا کی ملاقات بھی آخرت کے ساتھ موعود ہے، مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ

[جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو وہ جان لے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت (آخرت میں) یقیناً آنے والا ہے] اس لئے کہ موت آخرت کے مقدمات میں سے ہے، جن مشاہدات و معاملات سے دنیا میں تسلّی حاصل کی جاتی ہے وہ سراب کی مانند ہیں کہ پیاسا ان کو پانی سمجھتا ہے اور عالی ہمت شخص اُن پر فریفتہ نہیں ہوتا اور سراب سے سیراب نہیں ہوتا اور دنیاوی مشاہدات سب ظلال سے وابستہ ہیں اور خیال کی قید سے آزاد نہیں ہیں، جو کچھ دیکھا اور جانا گیا وہ سب کا سب غیر ہے، ہاں نماز چونکہ مومن کی معراج ہے اور کامل نمازی نماز کی ادائیگی کے دوران دنیا سے باہر ہو جاتا اور عالمِ آخرت سے جا ملتا ہے اس لئے اگر نماز کی ادائیگی کے وقت میں اس نعمت کا نمونہ جو کہ آخرت کے ساتھ موعود ہے رونما ہو تو گنجائش رکھتا ہے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہاں کھیتی میں جسقدر بھی اضافہ کیا جائے گا اس کا اجر اتنا ہی بھرپور اور اکمل ہو گا اور آخرت میں قرب و شہود کے مراتب اسی قدر زیادہ حاصل ہوں گے اور زراعت میں اضافہ یا کیفیت میں ہوتا ہے یا کمیّت (مقدار) میں اور جو کہ معتبر ہے وہ کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے کہ کمیت میں اضافہ تو عوام سے ظہور میں آتا ہے اور کیفیت میں اضافہ خواص کے ساتھ ہی مخصوص ہے اس لئے کہ اُن کے نفوس فنا و بقا کی نعمت کے ذریعے طمانیت سے جا ملتے اور امّارگی سے رہائی پا لیتے ہیں اور اس راہ سے طاعات و عبادات بھی ریا و دقائقِ شرک سے بعید اور اخلاص سے قریب اور قبولیت کے بہت ہی نزدیک ہو جاتی ہیں، طریقۂ عالیہ کا سلوک حقیقتِ اخلاص کے بلا تامل و بے تکلف حاصل کرنے کے لئے ہے جو کہ فنا و اطمینانِ نفس اور حقیقتِ بندگی کے حصول پر موقوف ہے کہ یہ سب امور دقائقِ شرک سے آزادی حاصل کرنے سے وابستہ ہیں تاکہ اسلامِ حقیقی رونما ہو اور حقیقتِ نماز اور دیگر تمام طاعات کی حقیقت جلوہ نما ہو نہ یہ کہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں۔ ع

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں [عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے]

بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا و بقا کا علم صحتِ نیت اور بندگی میں خلوص پر مبنی ہے اور اس کے ماسوا مغالطہ و زندقہ ہے، اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ وَجَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاھِیْ بِحُرْمَۃِ مَنْ [illegible] وَمَا طَغٰی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات العلی [اے اللہ! ہمیں اُس ذات کے طفیل جس کی آنکھ نے کجی نہیں کی اور نہ وہ آنکھ بہکی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات العلیٰ کے طفیل اشیاء کی حقیقتیں دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں اور ہم کو لہو و لعب کے کاموں میں مشغول ہونے سے بچا]

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۰۴

شیخ انور نور سرائی کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک ترقی عطا فرمائے، جو مکتوب کہ آپ نے بھیجا تھا وہ پہنچکر فرحت افزا ہوا، اور یہ جو (حال میں) کہا گیا ہے کہ آپ کو قطب العالم سے موسوم کردیا گیا ہے، کمالاتِ قطبیت کے حصول کی بشارت ہے نہ کہ منصب قطبیت کی، اور اسی طرح یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ ایک تخت پر کہ جس پر یہ نقیر (خواجہ محمد معصومؒ) ہے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا ہے اس کی تعبیر بھی پہلے حال کی تعبیر کی مانند ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ رخصت کے وقت آپ (خواجہ محمد معصومؒ) نے کہا تھا کہ تمہاری نسبت اعلیٰ ہے اور میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم زر وزیور کے ساتھ آراستہ ہو لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کونسی نسبت ہے جو کہ عالی ہے۔ میرے مخدوم! جو نسبت کہ آپ رکھتے ہیں اور وہ آپ کا نقدِ وقت ہے وہ علو سے موصوف ہے تعین کی ضرورت نہیں رکھتی۔ آپ نے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مشرف ہونے کے بارے میں لکھا تھا، عمدہ وواضح اور مبارک ہے۔ آپ نے مجلس کی رونق اور صحبت کی تاثیر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اللہ جل شانہٗ کا شکر بجالائیں اور طالبین کے احوال میں خوب اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات دیں لیکن حق جل وعلا کی تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں، فَلَا یَأْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کوئی بے فکر نہیں ہوتا بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو) والسلام

مکتوب ۲۰۵

مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ عبد الاحد کے نام ان امور کے بارے میں تحریر فرمایا جو کہ ولایتِ احمدی وتعینِ حُبّی سے تعلق رکھتے ہیں۔

الحمد للہ علیٰ نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل انبیائہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسائر اولیائہ. گرامی نامہ جو کہ فقرہ ہائے شوق وشعرہائے شور انگیز پر مشتمل تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے اعلیٰ کیفیات واحوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا (اس میں) تحریر تھا کہ "ولایتِ احمدی تک پہنچنے کے بعد جو کہ سراسر محبوبیت ہے عارف محبوبیت کے رنگ میں رنگ جانے والا ہوجاتا ہے اگرچہ

انعکاس کے طور پر ہوا اپنے آپ کو بھی اس رنگ کے ساتھ رنگا ہوا پاتا ہے اور نیز محبوبیت کے لباس کے ساتھ ملبوس پاتا ہے، اس نکتہ کا حل (تحریر) فرمائیں کہ لباس مذکور ولایتِ محمدی میں دخول کے باعث ظاہر ہوا ہے یا یہ جدا ہے اور جو حصہ کہ ولایتِ احمدی کی راہ سے معلوم ہوتا ہے وہ جدا ہے؟

اے سعادت آثار! اگر اس ولایت تک پہنچنے سے پہلے اس لباس کے ساتھ اپنے آپ کو ملبوس پاتے تھے تو جدا ہونے کا احتمال قوی ہوگا اور اگر وصول کے بعد یہ لباس ظاہر ہوا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا باعث یہی ولایت ہے اور جو کچھ ظاہری نظر میں آتا ہے وہ بھی یہی ہے کہ دونوں اسی ولایت سے پیدا ہوئے ہیں جو کہ سراسر محبوبیت ہے، جدا ہونا مفہوم نہیں ہوتا اور عموم و خصوص کی نسبت جو آپ نے تعینِ حُبّی اور ولایتِ احمدی میں ثابت کی ہے اس سے حقیقتِ احمدی کا تعینِ حُبّی پر تفوق معلوم ہوتا ہے اور یہ غور طلب ہے اس لئے کہ تعینِ حُبّی حقائقِ ممکنات کا منتہیٰ ہے اور ممکنات کے حقائق میں سے کوئی حقیقت اس کے اوپر نہیں ہے جیسا کہ حضرتِ عالی (مجددِ الفِ ثانی قدس سرہٗ) نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس تقدیر پر تعینِ حُبّی سے ترقی جائز بلکہ واقع ہے اور حالانکہ انھوں (حضرت مجددؒ) نے اس کو غیر واقع اور محال لکھا ہے کہ وہاں سے قدم اٹھانا اور قدم آگے رکھنا وجوب میں واقع ہونا اور امکان سے نکلنا ہے جو کہ عقلی و شرعی طور پر محال ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۰۶

حاجی محمد شریف خادم کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ رضا بقضا طلبِ دعا کے منافی ہے

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا خط جو کہ کسرِ نفسی کے الفاظ پر مشتمل تھا پہنچ کر فرحت افزا ہوا، اچھا واقع ہوا کہ اہلِ دنیا کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑا اور فقرائے طریقت کے طور پر لکھ کر گزر گیا اس کے بعد جو کچھ مقدر ہے ظاہر ہو جائے گا۔ آپ نے پوچھا تھا کہ حدیث اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْهِمَمِ [بیشک اللہ تعالیٰ بلند ہمتیوں کو پسند فرماتا ہے] اس بات کی مقتضی ہے کہ امورِ عالیہ کو طلب کیا جائے اور مقامِ رضا و عبودیت تقاضا کرتا ہے کہ انسان کچھ طلب نہ کرے کہ یہ (طلب کرنا) عبدیت و رضا کے منافی ہے۔ میرے مخدوم! یہ سوال مطلق دعا کے بارے میں ہوا، اس لئے کہ دعا اور طلب کرنا رضا و تسلیم کے منافی ایک امر ہے۔ جواب:- کوئی منافات نہیں ہے، یہ بات جائز ہے کہ (ایک شخص) موجود پر راضی ہو اور زیادہ کا طالب (بھی) ہو، زیادہ کا طلب کرنا موجود پر راضی نہ ہونا نہیں ہے، قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا [آپ کہیں کہ

اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما) اور وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی اور کو میسر نہ ہو) (ان دعاؤں میں طلب زیادتی ہے اور یہ رضا کے منافی نہیں ہے)۔ حق تعالیٰ جل وعلا کے دوست اس کی (بھیجی ہوئی) بلا پر راضی ہیں اس کے باوجود بلا کے رفع کی دعا بھی کرتے ہیں، أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (اے میرے رب) مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب رحم والوں سے زیادہ رحم والے ہیں) (اس دعا میں بھی دفع بلا کی درخواست ہے) اگر قضا پر راضی ہونا دعا کے منافی ہوتا تو دعا کا امر کیوں ہوتا (جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا) پس معلوم ہوا کہ رضا اور دعا کے درمیان منافات ثابت نہیں ہے، آپ نے بشارت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا (اس کا) جواب یہاں آنے پر موقوف رکھیں اور (فی الحال) قلم کو معذور سمجھیں، والدعاء۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۰۷

خواجہ ماہ پسر خواجہ عبد الرحمٰن نقشبندی کے نام قوم (صوفیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ (آپ پر) فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھ کر شریعت منورہ وسنت مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے قوم (صوفیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح طلب کی تھی، آپ جان لیں کہ جمع اس چیز سے عبارت ہے کہ مخلوق کو حق جل وعلا سے جدا نہ دیکھے اور سکر کی وجہ سے ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرے اور اس کو کفر طریقت کہتے ہیں اور اکثر شطحیات وسکریات جو کہ مشائخ سے صادر ہوتی ہیں وہ مقام جمع سے پیدا ہوتی ہیں، اس مقام میں (سالک) ذکر کو سکر کے غلبہ کے باعث لقلقہ و وسوسہ جانتا ہے اور نماز کو شرک سمجھتا ہے اور بُعد و دوئی دیکھتا ہے اور کلمہ أَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِي کا راگ الاپتا ہے۔ جمع الجمع کہ جس کو فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ مخلوق کو حق سبحانہ سے جدا دیکھے اور عدم فرق کی حالت کے بعد جو کہ مقام جمع میں تھی فرق کرنے لگے اور سکر کے بعد صحو حاصل ہو جائے اور کفر کے بعد اسلام رونما ہو جائے اور ذکر و نماز میں مشغول ہو جائے۔ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے اور سیر انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ سیر آفاقی بُعد در بُعد ہے اور سیر انفسی قرب در قرب ہے۔ یافت (پانا) اپنے اندر ہے اپنے سے باہر یافت نہیں ہے

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست با تو در زیر گلیم ست ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لے جا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

سیر الی اللہ، اسمائے الٰہی جل و علا میں سے اس اسم تک ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے، اس سیر میں دائرۂ امکان کا طے ہونا ہے یہانتک کہ اس اسم تک پہنچے جو مراتبِ وجوب سے ہے۔ سیر فی اللہ اُس اسم (مبدأ تعینِ سالک) میں اور اس اسم کے اصول کے ظلال میں ہے پس سیر فی اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کے اسما اور اس کی صفات میں سیر ہے، یہ ہر دو سیر (سیر الی اللہ و سیر فی اللہ) مراتبِ عروج میں کمال حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور یہاں دو سیریں بھی ہیں جو کہ نزول و تکمیل سے تعلق رکھتی ہیں

سیر عن اللہ باللہ و سیر فی الاشیا، تیسری سیر اثنائے نزول میں ہے اور چوتھی سیر نزول کا کمال ہے جو کہ دعوت کا مقام ہے۔ برزخ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ دو چیزوں کے درمیان واسطہ ہو کہ دونوں طرف کا رنگ رکھتا ہو۔ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جو کہ مقامِ وحدت ہے برزخِ کبریٰ کہتے ہیں کیونکہ یہ اطلاقِ ذات اور مرتبۂ واحدیت کے تقیدات کے درمیان جو کہ اعیانِ ثابتہ اور ممکنات کے حقائق ہیں واسطہ ہے اور یہ مرتبۂ وحدت اطلاق کا رنگ بھی رکھتا ہے اور تقید کا رنگ بھی، وہ ایسا مطلق ہے جو کہ اطلاق کی قید کے ساتھ مقید ہے اور ایسا مطلق ہے کہ جس کی ضد تقید ہے اور مرتبۂ فوق جو کہ مرتبۂ لاتعین ہے کا اطلاق ایسا اطلاق ہے جو کہ اطلاق کی قید اور تقید کی ضدیت کے بغیر ہے اور اعیانِ ثابتہ کو وجود و عدم کے درمیان برازخ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ وجود کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ علمِ الٰہی میں وجود رکھتے ہیں اور عدم کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں معدوم ہیں اور بزرگوں نے قبر کو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ کہا ہے اور وہ دونوں کے احکام رکھتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ [جو شخص مرگیا تو اس کی قیامت قائم ہوگئی] اور وہ (قبر) قیامت کے احکام یعنی عذاب و حساب و ثواب ہونا اور اعمال کا منقطع ہونا رکھتی ہے اور دنیا کے احکام یعنی جمعہ کی راتوں اور جمعہ کے دن اور ماہِ رمضان میں کفار سے عذاب کا منقطع ہونا بھی رکھتی ہے، ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا، یہ الفاظ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کی خاص اصطلاحات میں سے ہیں کہ یہ قوم (صوفیہ) کے کلام میں موجود نہیں ہیں۔ ولایتِ صغریٰ ولایتِ اولیا ہے جو کہ اسماء و صفات کے ظلال سے تعلق رکھتی ہے۔ ولایتِ کبریٰ ولایتِ انبیا علیہم السلام ہے جو کہ اصل سے متعلق ہے اور ولایتِ علیا ولایتِ ملاءِ اعلیٰ ہے جو کہ ان دونوں ولایتوں کے اوپر ہے اور کمالاتِ نبوت وہ کمالات ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور تینوں قسم کی ولایات کے کمالات کے

۲۵۳

اوپر ہیں اور تینوں قسم کی ولایات کے کمالات اور کمالاتِ نبوت کی تفصیل ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) کے مکتوباتِ شریف جلد اول کے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں (درج) ہے وہاں سے طلب فرمائیں۔ میرے مخدوم! ایک رسالہ ہے جو کہ اس فقیر نے بعض دوستوں کی التماس پر بعض ان کلمات کی شرح میں لکھا ہے جو کہ ہمارے طریقے میں مشہور و مروج ہیں اس کی نقل بھیجی گئی ہے آپ مطالعہ کریں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۲۰۸

شیخ خالد سلطان پوری کے نام رضا بقضا پر ترغیب دینے اور فقر کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔

مکتوبِ مرغوب پہنچا، آپ نے روزگار کی تنگی کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ سب واضح ہوا (اور) دلی فکرمندی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ عالمِ غیب سے کشادگی عطا کرے اور امداد فرمائے، فقیر نے اس بارے میں دعا کی ہے اور (آئندہ بھی) دعا سے غافل نہیں ہے۔ میرے مخدوم! رزق کا تنگ اور کشادہ کرنا سب اس تعالیٰ شانہٗ کا ہی فعل ہے کسی کو اس میں دخل نہیں ہے اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ [اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے] مقبول بندہ وہ ہے جو اُس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے فعل، ارادہ اور تقدیر سے راضی ہو اور ماتھے پر بل نہ لائے اور کشادہ پیشانی وخوش وخرم رہے، یہ فقر وفاقہ اور معیشت کی تنگی اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے کہ پیدائش سے مقصود یہی حضرات ہیں انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے، اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور صبر ورضا کا راستہ اختیار کرے تو امید ہے کہ کل قیامت کے روز بھی ان بزرگوں کے انوار و برکات میں شریک ہوگا اور اُن کے پس خوردہ میں سے حاصل کرے گا، دل تنگ اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں، جو زندگی کہ غفلت میں گذرے وہ (البتہ) بیزاری کے قابل ہے، دنیا میں عیش وتنعم کے لئے نہیں لایا گیا، عیش کا مقام آگے ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ [اے اللہ! بیشک عیش (درحقیقت) آخرت کا عیش ہے] دنیا میں طاعت وعبادت کے لئے لائے ہیں اور مطلوب حق جل وعلا کی معرفت ہے اگر ان مطلوبہ امور میں خلل ونقصان آجائے تو افسوس کا مقام ہے، دنیا ومافیہا اس قابل نہیں کہ اُس کے نہ ہونے پر اس فانی زندگی سے تنگ آجائیں اس لئے کہ اس (دنیا) کی تنگی آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔ والسلام اولاً وآخراً۔

حاشیہ: سمتو نمبر ۲۶۰ — ۳۹/۵۲ — ۲۵۴ مٹ

مکتوب ۲۰۹

ملا شاہ مراد قُلی پشاوری کے نام طالبین کے احوال میں مشغول ہونے پر رغبت دلانے اور تدبیرِ خداوندی جل شانہٗ سے ڈرانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً، مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے طالبین کے اجتماع، مجلس کی رونق، صحبت کی تاثیر اور بعض دوستوں کو فنائے قلب حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا اور خوش وقت کیا ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو یکدوکس یک دو نفس بہرِ خدا بنشیند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لئے بیٹھتے ہیں]

دوستوں کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات دیں، نسبت کے دوام کی نگہداشت پر رغبت دلائیں لیکن طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں اور تدبیرِ خداوندی جل شانہٗ سے بے خوف نہ ہوں ایسا نہ ہو کہ انسان کی خرابی اس ضمن میں چاہی گئی ہو۔ مختصر یہ کہ اس بارے میں ہمیشہ التجا و تضرع کرتے رہیں اور خود پسندی و غرور سے بے خوف نہ رہیں، رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۱۸/۱۰

[اے رب! ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان مہیا فرما] والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۱۰

مـــــ ۲۵۵ صوفی محمد حسین کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب نے پہنچکر مسرور کیا آپ نے جو روشن احوال لکھے ہیں یعنی سرورِ کائنات علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی زیارت کرنا اور آن (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سبز خلعت کا عنایت ہونا اور اسی طرح حضرات حسنین (رضی اللہ عنہما) میں سے ہر ایک سے دوسری دو خلعتوں کا عنایت ہونا اور اپنے آپ کو سرخ لباس والی خوبصورت عورتوں کی صورت میں دیکھنا اور اپنے تمام اعضا کے جوڑوں پر شاندار زیورات کا دیکھنا اور اسی اثنا میں ایک شیر کا آپ پر حملہ کرتے ہوئے ظاہر ہونا اس کے بعد اُس سے رہائی پانا اور دوگانہ شکر ادا کرنا اور اس وقت تمام

قرآن مجید کا پڑھنا سب واضح وظاہر ہوا ہر ایک عمدہ واعلیٰ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں جب راستہ میں جاتا ہوں ہر چیز جو کہ آسمان وزمین کے درمیان ہے فقیر کے ہمراہ جاتی ہے اس وقت جس چیز کو کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے ہمہ اوست کی آواز کان میں پہنچتی ہے اور بیہوش کر دیتی ہے"۔ بیشک اس راہِ غیب الغیب میں اس راستہ کا ہر ذرہ اِنِّیۤ اَنَا اللّٰہُ [بیشک میں اللہ ہوں] کی نغمہ سرائی کرتا ہے اور اس جنگل کا ہر دیو اپنے آپ کو پری کے ناز وانداز میں ظاہر کرتا ہے اور سالک کو اپنی پوجا کی طرف بلاتا ہے اور طالب کی رہزنی کرتا ہے، کوئی ایسا بلند ہمت شخص چاہئے جو کہ (حضرت) ابراہیم پیغمبر علیٰ نبینا وعلیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند اُن کی طرف توجہ نہ کرے اور اُن کے حُسنِ موہوم کا فریفتہ نہ ہو اور لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والے سے محبت نہیں کرتا] کہے اور اس ذات کی طرف دوڑے جو کہ طلب کے لائق ہے اور جس کی صفت لم یزل ولایزال (لازوال) ہے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ الآیہ [میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا] کا ترانہ گائے۔ اور جس قبرستان میں کہ آپ جاتے ہیں مردے آپ کا دامن پکڑ کر کچھ چیزیں طلب کرتے ہیں الخ عمدہ ہے، جو کچھ آپ سے ہو سکے طلب کے موافق ان کو پیش کر دیا کریں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صف میں پاتا ہوں اور رکوع وسجود سے جو کچھ ادا کیا جاتا ہے وہ حضرات فقیر کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور نماز کے بعد خلوت میں کچھ چیزیں فقیر سے کہتے ہیں اور کچھ یاد نہیں رہتا"۔ میرے مخدوم! (دنیا کی) پیدائش سے مقصود انبیاء علیہم السلام ہیں اور جو نعمت بھی ہے انہی کے لئے آئی ہے، اُمتیوں کی سعادت ہے کہ ان بزرگوں کے امور میں سے کسی امر میں شرکت پیدا کریں اور ان کی متابعت کے ذریعہ ان کے پس خوردہ سے کچھ چکھیں، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْ بَرَکَاتِھِمْ وَاجْعَلْنَا مِنْ مُتَابِعِیْ اٰثَارِھِمْ [اے اللہ! ہمیں ان کی برکات سے محروم نہ فرما اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں میں سے بنا] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۱۱

ص ۲۵۹

نصیر خان کے نام پند ونصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً۔ اللہ تعالیٰ اپنے الطاف وعنایات میں شامل فرما کر اپنی خوشنودیوں کے حاصل کرنے کے ساتھ ممتاز ومکرم رکھے، گرامی نامہ جو کہ آپ نے صوفی محمد حسین کے ہمراہ بھیجا تھا چونکہ دوستوں کی سلامتی کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت بخش ہوا، صوفی مذکور اس مشفق (آپ) سے بہت خوش وممنون آئے ہیں (آپ سے) جو خدمت بھی مشارٌ الیہ کے متعلق واقع ہوئی ہے

مناسب ہے فقرا، واہل اللہ کی خدمت برکات کا ثمرہ دینے والی اور دنیا وآخرت کے کاموں میں کشادگی پیدا کرنے والی ہے۔ میرے مخدوم! دنیاوی زندگی بہت تھوڑی ہے اور آخرت کا معاملہ دائمی اور ختم نہ ہونے والا ہے، عقلمند وہ شخص ہے جو کہ اس تھوڑی سی فرصت کو غنیمت جان کر آخرت کا زادِ راہ تیار کرے اور گنتی کے ان چند سانسوں کے ذریعہ ابدی ملک حاصل کرے اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودی حاصل کرے، اوقات کو کثرتِ ذکر اور فرائض وسنن کی ادائیگی کے ساتھ معمور رکھنا چاہیئے اور منہیاتِ شرعیہ یعنی محرمات ومکروہات سے بچنا چاہیے، انسان محکوم بندہ ہے اس کو اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو کچھ چاہے کرے، وہ ایک مالک کو اپنے اوپر رکھتا ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں رکھتا کہ اُس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر ونواہی کے مطابق زندگی بسر کرے ورنہ بندہ سرکش ہوگا اور قسم قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔

اے شفقت آثار! حقائق آگاہ عبدالخالق ہمارے بہت اچھے دوستوں میں سے ہیں اور کمالات واحوالِ عالیہ کے مالک ہیں اُن کی صحبت وخدمت کو غنیمت جانیں، کاموں کے بارے میں ان سے دعائیں اور امداد طلب کریں اور ختم خواجگان کرائیں، مشیخت پناہ اخوی اعزّی شیخ محمد صادق کو سلام پہنچائیں، انھوں نے آپ کی شفقتوں کو دیکھ کر وطن اور اس جگہ کے دوستوں کو فراموش کر دیا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

وَمَا فِیْهِ مِنْ عَیْبٍ غَیْرَ اَنَّ ضُیَیْفَهٗ ... یُلَامُ بِنِسْیَانِ الْاَحِبَّةِ وَالْوَطَنِ

[اور اس میں اس کے سوا اور کوئی عیب نہیں ہے کہ اس کے مہمان کو دوستوں اور وطن کو بھلا دینے کی ملامت کی جاتی ہے] والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۲۱۲

صلاح آثار صوفی پایندہ محمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بلند وروشن احوال پر مشتمل تھا اور فنائے نفس وفنائے قلب کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

م ۲۵۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ وطن پہنچ گئے اور اوقات کو دلجمعی کے ساتھ گذار رہے ہیں اور دوست احباب جمع ہوتے ہیں اور حلقۂ ذکر منعقد ہوتا ہے اور معاملہ ترقی میں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو ان دنوں میں تعینِ حُبّی میں داخل پاتا ہے الخ" مبارک ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ (اے اللہ ہم کو اشیاء کی حقیقتیں دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں)۔ آپ نے فقرا کی نسبت حافظ مقصود علی کی محبت واخلاص کے بارے میں لکھا تھا اور نیز لکھا تھا کہ فقیر کا خط امیر خاں کو پہنچا دیا اور روشن

یہ سب واضح ہوا، جزاہ اللہ سبحانہ خیر الجزاء [اللہ سبحانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے] امید ہے کہ معیت کے باعث محبت کے موافق فیضیاب ہوں گے اور پوشیدہ کیفیات کو اخذ کریں گے۔ آپ نے حشار الیہ کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ دل کی بے تعلقی حاصل ہوگئی ہے اور ماسوا کا خیال دل میں نہیں گذرتا، یہ حال بہت اعلیٰ ہے اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا اور ولایت کے طریقوں میں پہلا قدم ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ جبتک تو (مطلوب کو) نہ پائے رہائی نہیں پاتا، جب دل کو ماسوا سے پوری طرح انقطاع حاصل ہوجائے کہ اگر تکلف کے ساتھ وہ ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے' یہ یافت کی دلیل ہے، کوشش کریں کہ قدم آگے رکھیں' اس فنا میں اگرچہ ماسوا کا نسیان حاصل ہے اور حضورِ بے غیبت موجود ہے لیکن نفسِ حاضر ابھی تک اپنی جگہ پر ہے اور بھولنے والے کی انانیت قائم ہے' جان و دل سے کوشش کرنی چاہئے کہ یہ نفس حاضر زائل ہوجائے اور یہ کوہِ الوند کلمہ طیبہ کی کدال سے جڑ سے اکھڑ جائے اور انانیت اور جو عداوت کہ وہ اپنے مولا سے رکھتا ہے اس کی نفی ہوجائے' یہ حالت فنائے نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس راہ میں دوسرا قدم ہے' والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۱۳

خواجہ قاسم پٹنہ گی کے نام ان کے احوال کی شرح اور کمالات کے اصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بعد عدم کے عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہوجانے کے سرّ اور ایک لحوق کے دوسرے لحوق سے جدا ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ الہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، امابعد' آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پے درپے پہنچکر مسرت بخش و شوق افزا ہوئے، (دعا ہے کہ) سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت وطریقت کے راستہ پر قائم رہیں، پس بیشک استقامت کرامت سے افضل ہے اور یہ نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے۔ آپ نے شوق ملاقات کے بارے میں لکھا تھا اس جانب سے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور اشدّ شوق مبدأ اور اصل سے تصور کریں، چونکہ محبت کا رابطہ قوی ہے (اس لئے) حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مطابق باطنی معیت اس کے مطابق موجود ہے اور فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ اور یہ جو آپ نے اپنے احوال کے

۲۵۸

بارے میں لکھا ہے کہ: وجود کا حکم باقی رہا ہے اور نہ عدم کا اثر (باقی رہا ہے) اس نے خوش وقت کیا،
اس قسم کی فنا کہ وجود اپنے تابع کمالات کے ساتھ اپنی اصل سے ملحق ہو جائے اور عدم جو کہ ان کمالات کا
آئینہ تھا وہ بھی اپنی اصل کے ساتھ جو کہ عدمِ مطلق ہے لاحق ہو جائے فنا کی اقسام میں سب سے اعلیٰ ہے کہ
عارف سے نہ عین باقی رہتا ہے نہ اثر لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی) جو عدم کہ دوسرے
اعدام سے جدا ہو گیا تھا وہ اس کے آئینہ میں کمالات کے انعکاس کی وجہ سے تھا اور جب کمالات نے
اپنی اصل کی طرف رجوع کیا تو عدم کو دوسرے اعدام سے جدا کرنے والی چیز نہ رہی پس عدم نے بھی عدمِ مطلق
کی طرف رجوع کر لیا۔ اگر کہا جائے کہ اس صورت میں کمالات کے اصل کے ساتھ لحوق اور عدم کے عدمِ مطلق
کے ساتھ لحوق کے درمیان تلازم ہونا چاہیے اور حالانکہ عدم کا لحوق کمالات کے لحوق کے بعد ہے جو کہ
بعدیتِ زمانی ہے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کمالات کا لحوق ہو جاتا ہے اور لحوقِ عدم نہیں ہوتا اس کے
الگ الگ ہونے کا راز کیا ہے؟ (جواب) ہم کہتے ہیں کہ کمالات کے اصل کے ساتھ لحوق کے بعد کمالات کو عدم
کے آئینے کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور فنا متحقق ہو جاتی ہے اس کے بعد وقت گذرنے پر یہ تعلق بھی جاتا رہتا
ہے پس جبتک کہ آئینہ کے ساتھ تعلق باقی ہے عدم کے عدمِ مطلق کے ساتھ لاحق ہونے کا مانع ہے
اس لئے کہ عدم کا مابہ الامتیاز باقی ہے اگرچہ مجمل طور پر ہے اور تعلق کے زوال کے بعد مانع بالکل زائل
ہو جاتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر کمالات کا لحوق اُس اسم کے ظل کے ساتھ ہے جو کہ سالک کا
مبدأ تعین ہے تو اصالت و ظلیت کا تعلق ثابت ہے جو کہ عدم کے لحوق کا مانع ہے اور جب سالک
ترقی کرے اور اسم کے ظل سے اسم کی اصل کے ساتھ ملحق ہو جائے تو مذکورہ تعلق نہیں رہتا کیونکہ اس کا
عینِ ثابتہ وہی ظل ہے نہ کہ اصل، اس وقت عدم بھی عدمِ مطلق کی طرف چلا جاتا ہے اور فنائے کامل
حاصل ہو جاتی ہے اَطْفِ الْمِصْبَاحَ فَقَدْ طَلَعَ الصَّبَاحُ (چراغ بجھا دو کہ صبح طلوع ہو چکی ہے) والسلام۔

مکتوب ۲۱۴

خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بعض کیفیات اور قصور کی دید پر مشتمل
تھا اور بشارت کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے کسرِ نفسی
اور دیدِ قصور کے جو مقدمات لکھے تھے واضح ہوئے، یہ دیدِ قصور ایک بہت بڑی نعمت ہے باطن کے

منور ہونے کا ذریعہ اور طاعات کے قبول ہونے کا وسیلہ ہے، حق سبحانہٗ اس دید کے ثمرات عطا فرمائے اور اس کسرِ نفسی کو اکسیر بنائے اور جب یہ دید غالب آجاتی ہے تو عارف اپنے دائیں جانب کے کاتب کو معطل و بیکار پاتا ہے وہ کوئی نیکی نہیں پاتا کہ جس کو کاغذ پر لکھے اور بائیں جانب کے کاتب کو ہمیشہ کام میں مشغول دیکھتا ہے یہ دید نورِ قدم کے ظہور کے باعث ہے اور لایزال (تعالیٰ شانہٗ) کے کمال وجمال کے مشاہدہ سے ہے کہ اس کے بالمقابل تمام نقص و شر نظر میں آجاتا ہے إِذَا تَجَلَّى اللّٰهُ لِشَيْءٍ خَضَعَ لَهٗ [جب اللہ سبحانہٗ کسی چیز کے لئے تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے لئے جھک جاتی ہے] اس دید کے ثمرات میں سے ہے۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "یہ نسبت تمام لطائفِ امر و خلق کو احاطہ کر لیتی ہے کہ سالک کا کوئی نام و نشان اور عین و اثر باقی نہیں رہتا اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذاتِ بحت اور کمالاتِ ذاتیہ کے علاوہ کوئی اور امر مفہوم و معلوم نہیں ہوتا" بیشک جب تک اپنے ذاتی شر و نقص پر آگاہی نہ پائے اور صفاتِ کمال اس (تعالیٰ شانہٗ) سے نہ دیکھے لایزال (تعالیٰ شانہٗ) کا کمال وجمال پردہ نہیں کھولتا اور اس کی ذات و کمالاتِ ذاتیہ کی طرف راہ نہیں پاتا ھذا [یہ بات یہاں ختم ہوئی] میرے مخدوم! ان سطور کے لکھنے وقت آپ عجیب زینت و خلعت کے ساتھ نظر آئے، معلوم ہوا کہ آپ کو مقامِ خلت سے کچھ حصہ (حاصل) ہے اور یہ زیب و زینت اسی (کی وجہ) سے ہے شاید کہ آپ کی ولایت ولایتِ ابراہیمی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہے والغیب عند اللہ تعالیٰ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ، واللہ اعلم۔

مکتوب ۲۱۵

میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا۔

ع از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر ست [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

اس گروہ والوں کے سیر و سلوک کے بارے میں سب سے زیادہ کامل عبارت یہ آیہ کریمہ ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ [جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] (پ ۱۴ ع ۱۶ / ۹۶) طالب صادق جب تک منتسبات سے خالی نہ ہوجائے اور وجود اور تمام کمالات کو جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کا پرتو ہیں اصل کے حوالہ نہ کردے اور اس بارگاہِ قدس کے سپرد نہ کرے انوارِ لایزال کیساتھ بقا نہیں پاتا۔

گر بر سرِ کوئے عشقِ من کشتہ شوی   شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچہ کے سرے پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

کوئی ایسا شاہباز ہونا چاہیے جو کہ اس آیتِ کریمہ کے اسرار کے سمندروں میں غوطہ زنی کرے اور اُن زو کلمۂ مَن کی عمومیت سے جو کہ اس آیتِ کریمہ میں ہیں بہرہ ور ہو جائے۔ دیگر یہ کہ آپ نے اپنی بیماری کے بارے میں لکھا تھا تشویشِ خاطر کا باعث ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ (وہ بیماری) صحت میں تبدیل ہو گئی، جو باقی رہ گئی ہے امید ہے کہ وہ بھی دور ہو جائیگی حق جل وعلا کا شکر بجا لائیں۔ دیگر یہ کہ آپ شیخ محمد حسین کی صحبت میں اکابر کے طریقے سے آشنا ہوئے اور بہت سے فوائد حاصل کئے اور ترقیات کیں اب آپ مختار ہیں اگر شیخ عبد الخالق کی صحبت میں جو کہ صاحبِ کمالات ہیں بیٹھیں اور توجہات لیں تو اچھا اور مناسب ہے۔ سر چشمہ ایک ہی ہے، طاعات و اذکار کے معمولات میں سرگرم رہیں اور چند روزہ زندگی کو غنیمت جانیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور (ہم) دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۱۶

مخدوم زادۂ عالی جاہ شیخ خلیل اللہ کے نام گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمدِ ذوالجلال کے لائق ہیں امید ہے کہ آں فرزندِ عزیز (آپ) بھی عافیت سے ہوں گے طریقۂ سنت پر قائم ہوں گے اور قرب کے درجات میں ہمیشہ ترقی کرتے رہیں گے، مشتاقین انتظار کے زیر بار ہیں مہربانی کر کے ان کو (اس بار) سبکدوش کریں اور چند روزہ عمر کو گوشہ گمنامی اور مزارِ اعلیٰ کی ہمسائگی میں صرف کریں اور اس بقعہ کی برکات و انوار کے بہرہ مند ہوں اور نور کا اقتباس کریں تاکہ ہمہ تن نور ہو جائیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا [اے اللہ! مجھ کو نور بنادے] نور ہی ہے جو کہ اظہار و ظہور کا سبب ہے خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ [میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور مومنین میرے نور سے پیدا کئے گئے ہیں] نور کی بزرگی کو آیۂ کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے] اور حدیثِ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ [وہ (اللہ تعالیٰ) ایک نور ہے گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں] سے معلوم کریں، بقاباللہ کے معاملہ کو جو کہ حدیث شریف مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو اس کا خونبہا میں خود ہوتا ہوں] سے مستفاد ہے، آیۂ کریمہ فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا [پس میں اس کو زندہ کرتا ہوں اور اس کے لئے ایک نور بنا دیتا ہوں] میں بیان فرمایا ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۷

سیادت پناہ سید محمد شریف کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد تحریر ہے کہ سیادت پناہ سید محمد شریف نے چند سوالوں کا جواب اس فقیر سے طلب کیا تھا اپنی سمجھ کے مطابق ان کے جواب میں لکھا جاتا ہے اللہ سبحانہ سے عصمت و توفیق کی دعا کی جاتی ہے۔ ۲۶۱

—— سوال اول: بدن جمادات کی صفت رکھتا ہے اور روح لطائف میں سے ہے یہ دونوں الگ الگ ہونے کی صورت میں کسی حالت کی کوئی خبر نہیں رکھتے تھے، متصل ہونے کی حالت میں جو لذت و الم حاصل کرتے ہیں تو یہ کس طرح ہے؟ جواب، اکثر (دو چیزوں کے) یکجا ہونے کی حالت میں وہ امور ظاہر ہوتے ہیں جو (ان کی) انفرادی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے —— سوال دوم: موت کے بعد جب بدن اور روح کو مفارقت و انقطاع حاصل ہو گیا تو ثوابِ قبر و عذابِ قبر جو کہ برحق ہے کس طرح ہوگا؟ جواب، قبر میں روح کو بدن کے ساتھ ایک تعلق و اتصال عطا کیا جاتا ہے جو کہ ثواب و عذاب کے ادراک کا سبب ہوتا ہے (وہ تعلق و اتصال) اسقدر نہیں ہوتا کہ حس و حرکت کا سبب بن سکے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خواب میں آدمی لذت اور الم حاصل کرتا ہے اور اس کے ظاہر پر لذت و الم کا کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا —— سوال سوم: سلوک کی ترقیات کی کوئی انتہا ہے یا نہیں؟ جواب اگر سالک کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں واقع ہوئی ہو تو اس کے حق میں مراتبِ وصول کی انتہا نہیں ہے اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منازل ابدالآباد تک طے نہیں ہوتیں، اور اگر اسماء و صفات کے مراتب کا طے کرنا اجمالاً ہو تو وصول کی منازل ختم ہو جاتی ہیں جیسا کہ اس کی تحقیق حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات میں موجود ہے —— سوال چہارم: حال اور علم کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور ان دونوں میں کونسا بہتر ہے؟ جواب، حال علم سے اشرف ہے علم حال کی تمہید ہے، علم خواص و عوام کے لئے ہے اور حال اہلِ وجد و کمال کی خصوصیت ہے اگر علم کے مقتضا پر عمل نہ ہو تو وہ عالم پر حجت ہے اور اگر علم حال کے ساتھ تبدیل ہو جائے تو حجت ہونے سے نکل جاتا ہے (یعنی حجت نہیں ہوتا هكذا سمعت عن سيدى و مرشدى رضى الله تعالى عنہ [میں نے اپنے آقا و مرشد (مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اسی طرح سنا ہے] —— سوال پنجم: اہلِ کمال کے نزدیک گمراہی کیا ہے اور گمراہ کس کو کہتے ہیں؟ شریعت میں گمراہ وہ شخص ہے کہ شرع شریف کے خلاف چلے، لیکن گمراہِ طریقت کس کو کہتے ہیں؟ جواب گمراہِ طریقت وہ شخص ہے جو کہ شریعت کے خلاف عمل کرے

اور باطریقت کے خلاف چلے اور پیر کی اطاعت سے باہر ہو جائے ۔۔ سوال ششم: تمام کمالات کے حاصل ہونے اور انسان کے کامل ہو جانے کے بعد اس کی توجہ کس جہت میں ہوتی ہے اور وہ کونسی جانب متوجہ ہوتا ہے؟ جواب: حصولِ کمالات کے بعد جو کہ عروج سے تعلق رکھتے ہیں کُلّی طور پر حق جلّ وعلا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر کمالاتِ عروج طے کر کے نزول کی طرف رُخ کر لیتا ہے اور ناقصوں کی تکمیل کے لئے اس کو دوبارہ دنیا میں واپس کر دیا جاتا ہے تو اگر وہ کمالاتِ ولایت کو طے کر کے نزول کرتا ہے تو ظاہر سے وہ مخلوق کی طرف اور باطن سے حق جلّ وعلا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر وہ کمالاتِ نبوت کی تکمیل کر کے نزول میں آیا ہے تو وہ ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پوری طرح دعوت کی طرف رُخ رکھتا ہے ۔۔ سوال ہفتم: مسئلہ تجددِ امثال جو کہ فصوص (الحکم)[1] میں بیان کیا گیا ہے توجہ فرما کر اس کی حقیقت سے پوری طرح مطلع فرمائیں۔ جواب: تجدد امثال کہ بعض صوفیہ جس کے قائل ہیں ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے، یہ معاملہ اگر ہے تو سالک کے شہود میں ہے اور بس، نہ کہ حقیقت میں کیونکہ اگر یہ معاملہ حقیقی ہو تو لازم آتا ہے کہ گناہ کوئی ایک شخص کرے اور عذاب کسی دوسرے شخص کو دیا جائے اور یہ انصاف کے تقاضے سے بعید ہے اور اس دید کا باعث جو کہ بعض سالکوں کو پیش آتی ہے (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے) مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے وہاں سے طلب کریں ۔۔

سوال ہشتم: اس ضعیف کو یاد آیا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے "گوش بند و ہوش بند و چشم بند" (کان کو بند کر، ہوش کو بند کر اور آنکھ کو بند کر) پس جس شخص نے ان تینوں کو بند کر لیا تو پھر وہ کس چیز میں مشغول ہو اور پھر اس شغل سے جو نتیجہ کہ حاصل ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ جواب: یہی بند کرنا ذکر و شغل ہے، بزرگوں نے کہا ہے دل کو دشمن سے باز رکھ، دوست کو طلب کرنے کی حاجت نہیں اس کا نتیجہ ذکر کا نتیجہ ہے اس کے بعد طالب کی حالت کے موافق جو کچھ پیر اس کی رہنمائی کرے اس میں مشغول رہے ۔۔ سوال نہم: یہ ہے کہ نفسِ ولایت کیا ہے اور صفتِ ولایت کونسی ہے؟ جواب: نفسِ ولایت فنا و بقا اور ٹوٹنا و جُڑنا ہے اور صفتِ ولایت دار الغرور (دنیا) سے دُوری اور دار القرار (آخرت) کی تیاری کرنا ہے، والسلام

مکتوب ۲۱۸

محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے احوال کی تعریف اور کمالاتِ محبت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام

[1] فصوص الحکم حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔

وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام اما بعد، مکتوب شریف نے پہنچکر بہت زیادہ فرحت بخشی آپ عافیت وجمعیت کے ساتھ رہیں اور شریعت عالیہ وسنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں، آپ نے اپنی کیفیات واحوال کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے بہت اعلیٰ ہے، یہ مشکل ہے کہ عقلِ محدود اللہ جل شانہٗ کی تائید کے بغیر ان دقائق تک پہنچ سکے اور کوئی دوسری ہی آنکھ چاہیے جو کہ ان معانی کا ادراک کرے، اللہ جل شانہٗ کا نور ہی ہے جو ان اسرار کو سمجھ سکتا ہے جس کی طرف حدیث شریف یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ [اللہ کے نور سے دیکھتا ہے] لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاہُ [بادشاہ کے عطیات اس کی سواریاں ہی اٹھاتی ہیں] آپ نے لکھا تھا کہ" ان دنوں میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیمات کی بارگاہ سے ایک خاص نسبت اپنے حق میں فائز دیکھتا ہوں اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا مددگار سمجھتا ہوں" اور نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عنایات والطاف جو آپ پاتے ہیں اور مراتبِ عروج ومنازلِ نزول میں آپ کو جن چیزوں کا ادراک ہوتا ہے اور کبھی سکر کا اور کبھی صحو کا غلبہ ہوتا ہے یہ تمام باتیں واضح ہوئیں اور خوش وقت کیا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] ۔ محبت کا تعلق اور باطنی رابطہ جسقدر زیادہ قوی ہوگا (سالک) فیوض وبرکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا اور درجاتِ عالیہ پر ترقیات کرے گا، کام کا مدار محبت پر ہے خاص طور پر ہمارے طریقہ میں کہ ہماری نسبت انعکاسی وانصباغی ہے، مرید محبت کے تعلق سے جو کہ وہ پیر کے ساتھ رکھتا ہے تھوڑے ہی دنوں بعد اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور محبت کی کشش کے ذریعہ اس کے باطن سے پوشیدہ معانی اخذ کرتا ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیّت کچھ بھی حصہ نہیں چھوڑتی کہ مُحبّ صادق کے نہ نصیب ہو، جسقدر محبت زیادہ ہوگی اسی قدر معیت زیادہ ہوگی اور جسقدر معیت زیادہ ہوگی صفات کا جذب کرنا اسی قدر زیادہ ہوگا، خاص طور پر وہ محبت جو صحبت کے ساتھ جمع ہو کیونکہ صحبتِ پیر بھی اس راستہ کے ارکان وشرائط میں سے ہے اور چونکہ یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اور حضرت موصوف محبت وفدائیت میں بیمثال تھے اس لئے ان کو قرآن مجید میں معیت کے ساتھ یاد کیا وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ [اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں] فرمایا اسی لئے وہ (حدیث شریف) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا وہ سب میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا ۔ اور اُن دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن میں کا تیسرا اللہ ہے، کا مورد بنے اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ [دو میں کا دوسرا] کے شرف سے سرفراز ہوگئے، اس طریقہ کار کا مدار بھی محبت پر ہے اور یہ محبت اُن کے معاملہ کو سب سے آگے لے گئی ۔

ترمذی مکتوب ۲۶۳

مکتوب ۲۱۹

ملا فصیح الدین کے نام حال کی تعبیر اور حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کے قول کی توجیہ میں تحریر فرمایا کہ انھوں نے فرمایا ہے مغرب سے مشرق تک اولیاء اللہ میں سے ان کے سوا کوئی ولی حنفی مذہب نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ علیٰ آلائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل انبیائہ و علیٰ آلہ وعلیٰ اصحابہ وسائر احبابہ اما بعد، آپ کے مکتوب مرغوب نے پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے شوق و تشنگی کا اظہار کیا تھا، وقت پر موقوف ہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] امید ہے کہ آتشِ شوق مشتعل ہوگی اور محبت کا شعلہ بلند ہوگا تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلائے اور مطلب اعلیٰ تک پہنچائے، اوقات کو اہم امور کے ساتھ معمور رکھیں اور حق جل وعلا کی رضامندی میں دل وجان کے ساتھ کوشش کریں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الْمَوْتُ بِحَذَافِیْرِہٖ [ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی]۔ یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ آپ کا چھوٹا بھائی رحلت کر گیا ہے، ہو سکتا ہے کہ چھوٹا بھائی آپ کے شیطانِ ہمزاد سے عبارت ہو اور اس کا چھوٹا ہونا اس اعتبار سے ہو کہ وہ وجود و ولادت میں آپ کے تابع ہے اور اس کی موت اس کے آپ پر فتح نہ پانے اور اس کے اپنی مراد یعنی گمراہ کرنے اور بہکانے کو نہ پہنچنے سے عبارت ہے اور سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اور دیگر اعزہ کا اس کی نمازِ جنازہ کی طرف متوجہ ہونا اس کے کامل طور پر مرجانے اور اس کے مکمل طور پر نقصان اٹھانے کی طرف اشارہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ہم نے اس چیز پر چار تکبیریں پڑھ لیں یعنی ہم نے اس کو رخصت کر دیا اور اس سے چھٹکارا پالیا۔ ع

چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست [جو کچھ بھی ہے ہم نے ان پر بالکل چار تکبیریں پڑھ لیں]

اور یہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا گویا اس لعین (شیطانِ ہمزاد) کے شر سے آپ کے پوری طرح رہائی پانے اور اس کے مکر سے آپ کے سلامت رہنے پر آپ کو بشارت ومبارکباد دینے کے لئے ہوا ہے، اور نیز ہو سکتا ہے کہ چھوٹے بھائی سے مراد قلب ہو اور اس کا چھوٹا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ (صوفیہ) قلب کو عالمِ اصغر کہتے ہیں اور انھوں نے انسان کو عالمِ صغیر کہا ہے جو کچھ عالمِ کبیر (کائنات) میں ہے وہ عالمِ صغیر میں موجود ہے جو کہ انسان ہے اور جو کچھ کہ عالمِ صغیر میں ہے وہ عالمِ اصغر میں

ثابت ہے جو کہ انسان کا قلب ہے اور اس کا رحلت کرنا اس کی فنا ہے جس کا اس کو حدیث شریف مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا [تم اپنے مرنے سے پہلے مرجاؤ] میں حکم دیا گیا ہے اور اس کی نمازِ جنازہ اس کی فنا کو کامل کرنے اور اس بعد درجات حاصل ہونے کے ذریعے اس کے حق میں شفاعت سے عبارت ہے اور نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جو آپ جامع مسجد میں مسلمانوں کی جماعت میں آئے گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لعین (ہمزاد شیطان) کے شر سے چھٹکارا پانے کے بعد یا (قلب کی) فنا حاصل ہونے کے بعد آپ نے اس بات کی قابلیت پیدا کرلی ہے کہ صالحین بندوں میں جو کہ اسلامِ حقیقی سے مشرف ہیں اور وصال کی جنت میں کہ مسجد سے کنایہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے داخل ہوگئے ہیں آیتِ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي [پس تو میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا] میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ میرے مخدوم! سرورِ کائنات وفخرِ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو خواب وحال میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی شکل میں دیکھا جائے جس شکل میں کہ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں (بلکہ) جس شکل میں بھی دیکھا جائے امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تمثل سے محفوظ ہوں گے لیکن جاننا چاہئے کہ احوال اور خواب مبشرات ہیں اور استعداد کی خبر دینے والے ہیں حصول پر دلالت نہیں کرتے، دل وجان سے کوشش کرنی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک آپہنچے۔ اور یہ جو حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اولیاء اللہ میں سے ان کے سوا کوئی ولی حنفی مذہب (یعنی دینِ حنیف پر) نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ عبارت کے معنی یہ ہوں کہ آج رجال الغیب میں سے ان کے سوا کوئی ولی نہیں ہے اس لئے کہ (آپ کا) مخاطب رجال الغیب کا طالب تھا آپ نے اس طلب کے موافق اس کے ساتھ بات کی، والغیب عند اللہ عزّ وجلّ [اور غیب کا جاننے والا اللہ عزوجل ہے] والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۲۲۰
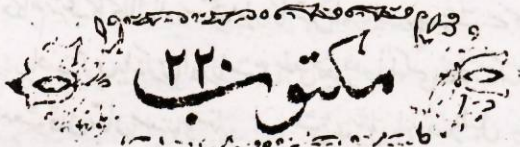
مخدوم زادۂ عالی درجات صاحبِ تکمیل وارشاد، صاحبِ وقار وتمکین شیخ سیف الدین محمد کے نام عروج ونزول کے احکام اور سیرِ مُریدی ومُرادی کے دقائق کے بیان اور بادشاہِ دین پناہ سلمہ ربہٗ کے کچھ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فرزند ارجمند کا مکتوب شریف

پہنچکر مسرت افزا ہوا، آپ نے کیفیات و احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اور اثنائے راہ میں مزارات متبرکہ سے جو شفقتیں اور مہربانیاں آپ نے مشاہدہ کیں خاص طور پر ہمارے حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ کے مزارِ متبرک سے معائنہ کیں اور لکھی ہیں وہ سب واضح ہوئیں اور مسرتیں میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس فقیر کی نسبت نزول کی طرف زیادہ مائل ہے" ہاں آپ کا نزول مکمل ظاہر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ہدایت اور فیض کا پہنچنا اس کا اثر ہے اور عروج کے وقت چونکہ رُخ حق جل وعلا کی طرف ہے (اور) مخلوق سے بیگانگی و بے مناسبتی ہے اس لئے طالبین کے ساتھ بیٹھنا اور توجہ دینا ناگوار اور ناپسندیدہ ہے یہ بات اولیائے عزلت اور غیر مرجوعین میں زیادہ ہے اور مرجوعین و اہلِ عشرت اولیاء (یعنی جو لوگوں میں ملے جلے رہتے ہیں) میں جو کبھی عروج واقع ہوتا ہے بہت کم ہے کیونکہ غیر مرجوع کو مخلوق کے ساتھ کامل بے مناسبتی ہے اور مرجوع کو جو عروج واقع ہوتا ہے وہ اسقدر نہیں ہے اس لئے کہ اس کا مسکن و مقام مراتبِ نزول میں ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "ان دنوں خاص عروج واقع ہوا اور اپنی راہِ وصول کو نہایت بلندی اور زیب و زینت میں پایا اور اس کی خوبصورتی و تازگی بیان سے باہر ہے اور یہ مسلک مراد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مریدوں کا قدم اس مقام تک نہیں پہنچا"۔ اس کا مطالعہ باطنی لذتوں کا باعث ہوا، بیشک محبوبوں کو محبت کے حلقوں کے ذریعہ اجتبا (جذب) کی راہ سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اور مریدین انابت (سلوک) کی راہ سے خود اپنے پاؤں پر چلتے ہیں، خود چلنے اور لے جایا جانے میں بہت فرق ہے، اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ [اللہ تعالیٰ چُن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اس کو جو اس کی طرف رجوع کرے] انابت کی راہ میں چونکہ خود چل کر جاتا ہے (اس لئے) ریاضت و مشقت بہت زیادہ ہے اور اجتبا کی راہ میں چونکہ لے جایا جانے کے طور پر ہوتا ہے (اس لئے) ریاضت و مشقت اسقدر درکار نہیں ہوتی اس کی ریاضت احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ منورہ کا اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے بچنا ہے، مُرادوں کو لیجاتے ہیں خواہ وہ ریاضت کریں یا نہ کریں اور راستہ میں نہیں چھوڑا جاتا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

۲۶۶ / ۲۲ / ۱۳

عشقِ معشوقاں نہاں ست و ستیر — عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند — عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

[معشوقوں کا عشق پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق دو سو ڈھول اور نفیریوں کے ساتھ ہے لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان (کی طرح کمزور و ٹیڑھا) کر دیتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش و فربہ کرتا ہے]

ہاں جو مرید کہ کسی مراد کی صحبت میں داخل ہو جائے اور فنا فی الشیخ (کا مقام) حاصل کر لے اور صحبت کے شرائط حتی الامکان بجالائے تو اس کی سیر بھی مُرادوں کی سیر کے مانند ہو گی اور وہ اپنے شیخ کی طرح

مشقت و ریاضت کا محتاج نہیں ہوگا وہی محبتِ شیخ اس کی رہبر ہوگی اور وہ اس کے کمالات سے متصف ہو جائیگا

ع خاص کند بندہ مصلحتِ عام را [اللہ تعالیٰ عام مصلحت کیلئے کسی بندہ کو خاص کر لیتا ہے]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) آپ کی صحبت سے آپ کے کمالات کو پہنچ گئے اور اولیائے امت سے سبقت لے گئے۔

آپ نے بادشاہِ دین پناہ سلمہ ربہ کے احوال کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا یعنی لطائف میں ذکر کا سرایت کرنا، سلطان الاذکار و رابطہ کا حاصل ہونا، وساوس کا کم ہونا، حق بات کو قبول کرنا، بعض خلافِ شرع امور کا دور ہونا اور لوازمِ طلب کا ظاہر ہونا، سب واضح ہوا، اللہ جل شانہٗ کا شکر بجالایا، بادشاہوں کے طبقہ میں اس قسم کے امور نادر عنقا کا حکم رکھتے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ بَعْدَ مَا اُمِیْتَتْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہو زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے] اَللّٰھُمَّ زِدْہُ تَوْفِیْقًا وَّطَلَبًا وَّشَوْقًا وَّتَرَقِّیًا فِیْ مَرَاتِبِ قُرْبِكَ [اے اللہ! اُن کو مزید توفیق و طلب و شوق اور اپنے مراتبِ قرب میں ترقی عطا فرما] یہ درویش دعا و توجہ سے جو کہ فقیر کا معمول ہے فارغ نہیں ہے اور اُن (بادشاہ) کی ظاہری و باطنی بھلائی کا طالب ہے، ان کے باطن کو اکابر کی نسبت سے معمور پاتا ہے اور امیدوار ہے کہ وہ عنقریب فنائے قلب سے مشرف ہو جائیں گے جو کہ ولایت کے درجات میں سے پہلا درجہ ہے اور اس معنی کو ان کے حق میں قریب الحصول پاتا ہے۔ ع

باکریماں کارہا دشوار نیست [اہلِ سخا پر کوئی کام مشکل نہیں ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۲۱

سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیر) سلمہ ربہ کے نام محبتوں اور باطنی رابطوں کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جب نایافت کے باعث دل رونا ہو تو وہ دریافت کے باعث بنتی ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم سب سے پہلے جس کو مقدم کیا جائے وہ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے پھر نبی کریمؐ اور ان کی آل پر درود و سلام ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! قیامت کب آئیگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر (اس سوال سے) افسوس ہے تونے اُس (قیامت) کے لئے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نے اس کے لئے اور تو کوئی چیز تیار نہیں کی لیکن میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہوں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نے فرمایا تو (قیامت میں) اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) کو اسلام لانے کے بعد اس سے زیادہ خوش نہیں پایا جتنا کہ وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس ارشاد سے خوش ہوئے۔ متفق علیہ۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو پس اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو اس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ تم کو اللہ عزوجل کی طرف پہنچا دے ــــ امابعد، کمترین دعاگویان محمد معصوم تمام مخلوق کے پشت و پناہ اور تمام جہانوں پر اللہ کا سایہ حضرت امیر المومنین (اورنگ زیب عالمگیر) اللہ تعالیٰ اُن کی دلیل کو روشن بنائے اُن کی بارگاہِ پُر نور کے بار یاب حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوبِ عالی شان جو کہ کمال عنایت و مہربانی کے ساتھ قلمِ عنبریں رقم سے لکھا گیا تھا خواجہ محمد شریف بخاری نے عزیز ترین زمانہ میں پہنچایا اور بے سروسامان فقراء کو عنایاتِ عالیہ سے نوازا۔ آپ کا مکتوب گرامی ہمیں موصول ہوا وہ ایسا مکتوب ہے کہ جس کی عبارتوں کے چہروں میں جنتِ نعیم کی تروتازگی ہے اس (مکتوب) کے مضمون سے اس (طریقت کے) راستہ کا شوق و طلب ظاہر تھا اس لئے مقصد تک پہنچنے کی امید حاصل ہوئی کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جب دل نایافت کے باعث روتا ہے تو روح یافت کے باعث ہنستی ہے، دل کا رونا جو کہ شوق و طلب کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے بزرگوں نے اس کو روح کی یافت پر دلیل قرار دیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف آپس میں ہمسایہ و ہمنشین ہونے کا حکم رکھتے ہیں ان میں سے بعض بعض سے زیادہ لطیف ہیں اور جو لطیفہ کہ زیادہ لطیف ہے وہ عالمِ غیب سے زیادہ نزدیک ہے اور حضرت وہّاب عزّ شانہٗ سے فیض اخذ کرنے میں سبقت رکھتا ہے اور جب ان لطائف میں سے کسی لطیفہ پر کوئی انعامِ الٰہی وارد ہوتا ہے تو دوسرا لطیفہ جو کہ اس کے قریب ہے اس سے واقف ہو کر اس نعمت پر رشک و غبطہ کرتا ہے اور اس کی طلب میں کوشش کرتا ہے اور گریہ و شوق اس کو لاحق ہو جاتا ہے، اگر ان لطائف میں سے کسی لطیفہ پر بھی کوئی غیبی کیفیت ظاہر نہیں ہوتی تو تمام لطائف غافل رہتے ہیں اور طلب کی راہ بند ہو جاتی ہے پس دل کا رونا روح کی یافت پر دلیل ہے اس لئے کہ قلب و روح کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمسائیگی اور اتصال کی نسبت ہے اور ایک کی یافت سے دوسرا واقف ہے اور اس نعمت کے نہ پانے کے باعث روتا اور اس کی طلب میں دوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ) آپ کی نظرِ قبولیت میں منظور ہو گیا ہے اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہو گیا ہے اور نیکی کا امر کرنا اور برائی سے روکنا جو کہ فقیر زادہ کی عادت ہے اس پر آپ نے شکر و رضامندی کا اظہار کیا ہے، اس انعام (اظہار شکر) پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لا

اور یہ امر دعا گوئی میں اضافہ کا باعث ہوا کیسی عجیب نعمت ہے کہ بادشاہت کی اس شان وشوکت اور سلطنت کے اس رعب کے باوجود حق بات قبولیت کے کان میں پڑے اور ایک نامراد کا قول مؤثر ثابت ہو فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (پس میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجئے جو بات کو سنتے ہیں پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل ودانش والے ہیں) وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین وبارک وسلم۔

۳۹/۱۸

مکتوب ۲۲۲

ملا شرف الدین سلطانپوری کے نام سالک کے کسی مقام میں رک جانے کے سِر اور اس کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر طرح حمدِ ذوالجلال کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری وباطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے آپ نے لکھا تھا کہ "خط لکھتے وقت اپنے حال کی طرف متوجہ ہوا تو ایک مقام نمودار ہوا ہر چند چاہا کہ (اس میں) داخل ہو جائے لیکن میسر نہیں ہوا" میرے مخدوم! چونکہ (وہ مقام) نمودار ہوا ہے اور آپ میں داخل ہونے کی خواہش پیدا ہوئی ہے امید ہے کہ آپ داخل ہو جائیں گے اور اس سے کچھ حصہ حاصل کرلیں گے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ آپ نے حلقۂ احباب کی رونق اور ان کی ترقیات کے بارے میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لایا اَللّٰهُمَّ زِدْ (اے اللہ! اور زیادہ فرما)

شعر
آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو ... یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لئے بیٹھتے ہیں]

آپ نے ایک عزیز کے رک جانے کے بارے میں لکھا تھا کہ جس کی توجہ کے واسطے سے لوگوں میں عظیم تاثیرات ظاہر ہوتی تھیں۔ میرے مخدوم! رک جانے کا سبب یا لغزش کا صادر ہونا اور گناہ کا ارتکاب ہے اس کا علاج توبہ وانابت اور پیر کی توجہ ہے، یا (اس کا سبب) طلب وشوق کا جاتا رہنا ہے اس کا علاج بھی پیر کی توجہات ہیں ان کی برکت سے شوق وطلب بھی میسر ہو جاتا ہے اور ترقیات بھی حاصل ہو جاتی ہیں، یا (اس کا سبب) نور کی طرف استعداد کی مناسبت کا نہ ہونا ہے اس کا علاج بھی پیر کے ساتھ صحبت اور کامل محبت کا ہونا ہے

تاکہ فوق سے کچھ حصہ پائے (نیز) پیر کی توجہ مہربانی کا ہونا ہے تاکہ اس کی برکت سے اپنی استعداد سے اوپر جائے اور محبت کی کشش سے پیر کے پوشیدہ معانی حاصل کرے، یہ سیرِ قسری (کشاں کشاں لیجانا) ہے نہ کہ طبعی، یا (اس کا سبب) اعتقاد میں خلل (واقع) ہونا ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے وہی عقیدہ کی کمزوری جو کہ ایک طاقتور ناسور ہے اس کی سدِّراہ ہے جبتک کامل اعتقاد اور فنا فی الشیخ حاصل نہ کرے (اس وقت تک) ترقی صورت پذیر نہیں ہوتی اور وہ شخص دائمی رکاوٹ میں گرفتار رہتا ہے، فقیر نے اس تحریر کے وقت اس عزیز کی رہائی کے بارے میں توجہ کی اس کی رہائی معلوم ہوئی امید ہے کہ پھر رکاوٹ میں گرفتار نہیں ہوگا (والسلام اولاً و آخراً)

۲۶۹

مکتوب ۲۲۳

مشیخت مآب محمد یوسف گردیزی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور حلقۂ ذکر اور طالبین کے ساتھ صحبت رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، گرامی نامہ جو آپ نے ملا عبداللطیف کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ اس فقیر نے میاں جیو کلاں[1] قدس سرہ کو اٹھا کر آپ کے سر پر رکھ دیا ہے آپ اُن حضرت موصوف کو اپنے سر پر اٹھا کر لیجاتے ہیں اور آپ کو ایک عجیب کیفیت و حالت پیش آئی ہے اور ایک ایسی لذت حاصل ہوئی ہے جو تحریر میں نہیں آسکتی۔ میرے مخدوم! بظاہر فیوض و برکات اُن حضرت (موصوف) سے آپ کو پہنچ رہے ہیں اور ایک نسبت آرہی ہے لیکن جس شخص نے اُن کو اٹھا کر آپ کے سر پر رکھا ہے حقیقت میں وہ نسبت اس شخص کی ہے پس سمجھ لیجئے کہ بیشک یہ بات بہت زیادہ نفع دینے والی ہے، اور دوسرا حال جس میں آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (نقشبند بخاری قدس سرہٗ) اور فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) نے آپ کو تلوار اور ڈھال دی ہے اور آپ اس ڈھال پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہیں، تلوار اور ڈھال دشمن سے حفاظت اور اس کے شر سے پناہ ہے اور تکیہ لگانا اس پر اعتماد کرنا ہے، اور بہت سے ہاتھی علم و نقارہ، نفیری و شہنائی کے ساتھ آپ کے آگے آگے جاتے ہیں اور بہت سے لوگ جمع ہیں اور سب آپ کے منتظر ہیں، آپ کی بلندیٔ شان و سرداری اور آپکے مرجعِ خلائق ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن خواب استعداد کی خبر دینے والا ہوتا ہے، حق سبحانہٗ قوت سے فعل میں لائے اور گوش سے آغوش تک پہنچائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] حلقہ

---

[1] غالباً میاں جیو کلاں سے حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃؒ مراد ہیں۔ واللہ اعلم

ذکر کو قائم رکھیں اور اہلِ طریقہ کو مشغول رکھیں، سُستی وکوتاہی دشمنوں کو نصیب ہو، اہلِ ذکر و طالبانِ صادق کے ساتھ صحبت رکھیں، اُن کے غیر کے ساتھ بلا ضرورت مشغول نہ ہوں ؎

باعاشقاں نشیں وہمہ عاشقی گزیں — باہر کہ نیست عاشق بااو مشو قریں

[عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور کامل عاشقی اختیار کر، جو شخص کہ عاشق نہیں ہے اس کے قریب مت جا]

قربِ الٰہی بخشنے والے اعمال میں مشغول ہوں اور ترقیات کے طالب رہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں ہے] اور ہم دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ السلام والاکرام

مکتوب ۲۲۴

۲۷۰

محب علی ملتانی کے نام اُن کے عمدہ احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ (آپ کو) کمال و اکمال کے مراتب تک ترقیات عطا فرمائے، آپ نے جو مکتوب از راہِ محبت بھیجا تھا اور (اس میں) بلند احوال تحریر کئے تھے اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، فناؤں و بقاؤں کے اپنے اپنے مختلف احکام کے ساتھ پے در پے آنے اور وارد ہونے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ تَعَالٰی [اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلق ہو جاؤ] کے معنی کے کامل طور پر ظاہر ہونے کے بارے میں جو آپ نے لکھا واضح ہوا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اس کو اور زیادہ فرما]۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس کے بعد ایک کیفیت ظاہر ہوئی کہ اپنی ماہیت کو خشوع والی نماز کے ارکان کی ماہیت پایا اور مذکورہ ارکان اور خشوع کو اپنی ماہیت کے ارکان محسوس کیا یہ دید اور یہ یافت بہت ہی غالب ہے۔" اس کے مطالعہ نے بہت ہی مسرور کیا، امید ہے کہ یہ فنا و بقا جو کہ نماز کے ارکان کے ساتھ حاصل ہوئی ہے اس کی حقیقت تک وصول کا وسیلہ ہو جائے اور صورت کے ساتھ متصف ہونا حقیقت کی ہم آغوشی تک پہنچا دے، نماز ایک دلربا معشوق ہے (جو) عالمِ غیب الغیب میں ایک ایسی حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقائق سے اوپر ہے، حدیث شریف (قدسی) قِفْ یَا مُحَمَّدُ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فَاِنَّ اللہَ یُصَلِّیْ [اے محمد! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ٹھہر جا پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے] اس حقیقت کی طرف ایک اشارہ ہے ؎

چکد مشک تراز دستم گر آں گیسو بچنگ افتد — دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے پنجے میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے، اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام والاکرام

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم ولد شیخ میر کے نام ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے شوقِ ملاقات کے بارے میں لکھا تھا، اس جانب سے بھی دوستوں کو مشتاق جانیں اور حدیث شریف وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا مِنْھُمْ [اور میں ان کی طرف البتہ ان سے زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی ایسا پاتا ہوں کہ ایک نور سینہ میں بہت روشن ہے اور کبھی اس نور کو اپنے تمام اعضا میں پاتا ہوں ایسا متصور ہوتا ہے کہ گویا تمام وجود نور محض ہے الخ"۔ بیشک ہر فیض و نور جو کہ عالمِ غیب سے انسان پر وارد ہوتا ہے پہلے سینہ پر آتا ہے جو کہ علم و دانش کا محل ہے اور لطائفِ عالمِ امر کا مقام ہے جو کہ عالمِ قدس کے زیادہ قریب ہیں اگرچہ کمالاتِ نبوت حاصل ہونے کے بعد قرب کی نعمت عالمِ خلق کا حصہ ہوتی ہے اور عالمِ امر اس کے تابع ہوتا ہے لیکن یہ قُرب کمال حاصل کرنے کے بعد ہے اور عالمِ امر کا قرب پیدائشی اور فطری ہے اور بقدرِ سینہ وارد ہونے کے بعد تمام اعضا تک پہنچ جاتا ہے اور تمام وجود کو نور بنا دیتا ہے اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ مضغۂ قلبیہ عالمِ خلق سے ہے اور اس کا مقام سینہ ہے پس سینہ عالمِ امر کے ساتھ مخصوص نہیں ہوا۔ جب یہ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "نور جب سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ (سینہ) کھل جاتا ہے پس کہا گیا کہ یا رسول اللہؐ کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ تو آنحضرت علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دار الغرور (دنیا) سے دُوری اور دار القرار (آخرت) کی تیاری کرنا ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نور پہلے سینہ پر وارد ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے اعمال و افعال و اقوال و نیات کے نقص کی دید اور اپنے آپ کو خراب و ابتر پانا تحریر کیا تھا، عمدہ ہے یہ نقص کی دید اعمال کی قیمت کو بڑھاتی ہے اور قبولیت کے نزدیک کرتی ہے کیا کیا جا سکتا ہے ممکن بیچارہ کا حصہ قصور و نقص ہے اور وہ ابتر و خراب تر ہے، عدم سے کیا چیز ہو سکے گی، کمالات سب کے سب اہلِ کمال کی طرف لوٹتے ہیں كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ [ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے] اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ [اے اللہ! ہمیں اشیاء کے حقائق دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک شخص سخت

۲۷۱

بیمار تھا علاج معالجے کارگر نہیں ہوتے تھے ایک روز اس کی جانب توجہ کی گئی اور اپنے آپ کو درمیان میں سے ہٹا کر اس بیمار کی طرف متوجہ ہوا، توجہ کے بعد اس مریض میں کچھ تخفیف پائی گئی اور اس کی بیماری کا کچھ حصہ میں نے اپنے اندر پایا پھر توجہ اس جانب کی گئی تو بیماری فقیر سے بھی جاتی رہی" واضح ہوا، آپ کے اعتقاد کے موافق آپ کو دکھایا گیا ہے، أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ [میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں] آپ نے فرزندی ابوالقاسم کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے والسلام والاکرام

سیادت پناہ میر محمد اسحاق ولد شیخ میر کے نام بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ والشکر والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد وآلہ والتحیۃ، مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا اللہ تعالیٰ عافیت واستقامت کے ساتھ رکھے اور مراتبِ قرب میں ترقیات عطا فرمائے، جو بشارت کہ رخصت کے وقت میں نے آپ سے بیان کی تھی وہ اب بھی ملاحظہ ہوتی ہے (یہ فقیر) وہ معنیٰ آپ میں مطالعہ کرتا ہے اور آپ کو اُن انوار و اسرار کا مورد پاتا ہے بلکہ پہلے سے زیادہ محسوس کرتا ہے اور اس مقام میں ترقی معلوم ہوتی ہے لیکن اوپر کے مقام میں دخول واضح نہیں ہوتا اور فقیر اس بارے میں بے توجہ نہیں ہے امیدوار رہیں۔ آپ کے سوالات کے جوابات کو میاں حضرت نے فقیر کے مشورہ سے لکھا ہے آپ مطالعہ کریں گے اور فقیر کا ضعف دور نہیں ہوا اور بہت سے خطوط لکھنے تھے اس بنا پر خود نہیں لکھ سکتا تھا، گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور اوقات کو اہم کاموں میں صرف کریں اور موت و قیامت کی یاد سے غافل نہ رہیں جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْهِ [ہلا دینے والی چیز (صور اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائے گی موت پوری طرح آگئی] دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

۲۷۲

مکتوب ۲۲۷

سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیر) مدظلہ العالی کے نام ان معارف کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ فنا سے تعلق رکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَوَّرَ قُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ بِذِکْرِهٖ وَاَنْطَقَ اَلْسِنَتَهُمْ بِشُکْرِهٖ وَ

عَمَّرَ جَوَارِحَهُمْ بِخِدْمَتِهٖ وَسَقَاهُمْ بِمَحَبَّتِهٖ شَرَابَ مَعْرِفَتِهٖ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى صَلٰوةً وَّسَلَامًا دَائِمَيْنِ اَبَدًا [سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے عارفوں کے قلوب کو اپنے ذکر کے ساتھ منور کیا اور ان کی زبانوں کو اپنے شکر کے ساتھ گویا کیا، اور ان کے اعضا کو اپنی خدمت کے ساتھ آباد کیا اور ان کو اپنی محبت کے ساتھ اپنی معرفت کی شراب سے سیراب کیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمدؐ اس کے بندہ و رسول ہیں اُن پر اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ و سلام ہو] اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے] اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ لبید (شاعر کا نام) نے کیا اچھا کہا ہے: ع

۲۸/۸۸

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ [آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے]

حق جل وعلا کے ماسوا ہر چیز فانی اور لاشئی محض ہے ایک باطل ہے جو حق نما ہے اور ایک عدم ہے جو وجود جیسا ہے اس (ماسوائے حق) کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و نقص کا ٹھکانا ہے، اس (ماسوا) میں صفات کمال کا وجود اور اس کے توابع مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کا پرتو ہیں پس خیر و کمال سب کا سب اس بارگاہِ قدس کی طرف لوٹنے والا ہے اور شر و نقص تمام کا تمام ممکن کی طرف رجوع کرنے والا ہے، آیۂ کریمہ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ [جو بھی بھلائی تجھے پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھے پہنچتی ہے وہ تیری ذات سے ہے] اس معنی کی مؤید ہے۔ ممکن نے کمال نادانی کے باعث اپنی ذات کو فراموش کر دیا ہے اور اپنے ذاتی شر و نقص سے آنکھ بند کر کے اپنے عاریتی کمالات کو خیر و کمال خیال کیا ہے اور بھلائی کا مبدأ جانا ہے اور طویل بنیاد اس بے بنیاد خیال پر رکھی ہے اور اسی وجہ سے اپنے مولا جل شانہٗ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور نفسِ امارہ کی رعونت و انانیت یہیں سے پیدا ہوئی ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ اصل جو کہ کمال و جمال سے آراستہ ہے پردہ میں ہے اور نظر سے پوشیدہ ہے، اور ظل نے جو کہ نقص و شرارت کا منبع ہے تہمت کے ساتھ اپنے آپ کو اصل کے عنوان سے ظاہر کیا ہے اور ناظرین پر جلوہ گر ہوا ہے ؎

۴/۷۹

۲۷۳

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز | بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

[پری نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے]

اور جب سالک (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی سے اپنی عدمیتِ ذاتی پر اطلاع پاتا ہے اور اپنی صفاتِ کمال کو اُس (حق تعالیٰ) کے کمالات کا پرتو یقین کرتا ہے اور ان کمالات کو پوری طرح اصل کے حوالہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالاتِ (ربّانی) کا آئینہ تھا محض خالی پاتا ہے اور عدم صرف دیکھتا ہے تو فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت سے رہائی پا لیتا ہے اور نفسِ امارہ بتدریج مطمئنہ بن جاتا ہے اُس وقت نعمت اُس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے، مولانا روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

چوں بدانستی کہ ظلِّ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

اس کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوبِ عالی شان نے سعید ترین زمانہ میں پرتوِ نزول ڈال کر (ہم) بے سروسامان فقراء کو قسم قسم کی مسرت و شرف سے نوازا ؎

از آمدنش چو گل شگفتم دامن دامن بہار رُفتم

[میں اُس کے آنے سے پھول کی مانند کھِل گیا، میں نے اپنے سارے دامن میں بہار کو سمیٹ لیا]

اور اُس (مکتوبِ گرامی) کی رنگین و دلکش نظم کی فصاحت اور اس کے معانی و نکات کی بلاغت کا کیا بیان کیا جائے ؎

فَفِیْ کُلِّ لَفْظٍ مِّنْہُ رَوْضٌ مِّنَ الْمُنٰی وَفِیْ کُلِّ سَطْرٍ مِّنْہُ عِقْدٌ مِّنَ الدُّرَرِ

[پس اس کے ہر ہر لفظ میں آرزوؤں کا ایک باغ مضمر ہے، اور اس کی ہر ایک سطر میں موتیوں کا ایک ہار پوشیدہ ہے]

باطنی سبق کی کیفیت کو فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ) کے خط میں پہلے لکھ چکا ہوں نظرِ عالی سے گذرا ہوگا۔ آپ نے اس شکستہ سے غائبانہ توجہ کی مدد طلب فرمائی ہے، اگرچہ قدیمی دعاگوئی کے باعث پہلے بھی (یہ فقیر) اکثر آنجناب کے لئے دعا و توجہ میں مشغول رہا ہے (لیکن اس وقت بھی جبکہ اس قسم کی مہربانیاں اور خصوصیات پیش آئی ہیں اس سلسلۂ عالیہ کے مقررہ طریقہ کے مطابق باطن کی ترقی اور اس کی کیفیت کی زیادتی اور ظاہری استقامت و نصرت میں خود پوری توجہ کے ساتھ پابند ہے اور کسی طرح بھی کوتاہی پر راضی نہیں ہے۔ آپ نے جہانداری (حکومت) کے بارِ گراں بار اور حسنِ خاتمہ کے بارے میں کچھ اظہار کیا تھا، چونکہ اس (اللہ) تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے کرم سے اس بارے میں خوف عنایت فرمایا ہے (اس لئے)، بہت سی امیدیں حاصل ہوئیں، یہ خوف دشوار کاموں کو آسان کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لَا یَجْتَمِعُ خَوْفَانِ خَوْفُ الدُّنْیَا وَخَوْفُ الْاٰخِرَۃِ [دو خوف یعنی خوفِ دنیا اور خوفِ آخرت کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے] — فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ) کی ادائیگیِ خدمات اور لوازمِ خیر خواہی چونکہ آپ کی نظرِ عالی میں منظور ہو گئی ہیں (اس لئے یہ بات) اس کے لئے سعادت کا موجب

اور امتیاز کا باعث ہوتی ہے، اور حق بات یہ ہے کہ فقیرزادہ جو کہ ظاہری و باطنی کمالات کا حامل ہے اور گوشہ نشینی کا اور میل جول نہ رکھنے کا عادی ہے چند آدمیوں سے بھی میل جول کا شوق نہیں رکھتا لیکن محض خیر خواہی نے اس کو اس بات پر (یعنی آپ کے پاس آنے پر) آمادہ کیا ہے۔ آپ نے برادر دینی کے بارے میں کہ وہ بھی ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہے کرم فرمایا تھا، پہلے بھی مشارٌ الیہ کے ساتھ صحبت کا حق ادا ہوتا تھا اب بھی حکمِ عالی کے بموجب زیادہ سے زیادہ کوشش کرے گا، حقیقی مربی وہ (اللہ) جل شانہٗ ہے وہ خود ہی طلب کا درد بھی دیتا ہے اور خود ہی اپنی طلب میں دوڑاتا ہے اور خود ہی راہِ وصل کھولتا ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

(خدا کرے) سلطنت کا سورج اور عدل و انصاف کا ستارہ (ہمیشہ) چمکتا رہے۔

مکتوب ۲۲۸

دوست محمد بیگ کے نام نماز کے فضائل اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو لذت فرض نماز کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے اصل ہے۔

(دعا ہے کہ) ترقیات کے دروازے کھلے رہیں آپ کے دو خطوط نے پے در پے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے نماز میں دلجمعی، ذکر اور دوستوں کے حلقہ میں سرگرمی کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا بہت بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجا لائیں اور اس کی جمعیت کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں۔ میرے مخدوم! جو لذت کہ نماز میں خاص طور پر فرض نماز میں پیش آتی ہے نسبت کے حاصل ہونے کا پتہ دینے والی اور کام کے انجام پانے کی خبر دینے والی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جو نوافل فرائض کی تکمیل کی نیت سے ادا کئے جاتے ہیں وہی لذت بخشتے ہیں اس کے بعد ہر چند چاہتا ہوں یہ نیتِ نوافل میں حاصل نہیں ہوتی اور اگر تکلف کے ساتھ نیت کو حاضر کرتا ہوں تو بے لذتی کے ساتھ انجام پاتی ہے"۔ آپ جان لیں کہ کام کا مدار فرائض پر ہے اگرچہ نوافل میں وہ نیت میسر نہیں ہوتی کوئی فکر نہ کریں اور نسبتِ فرائض اور ان کی لذت کی تکمیل میں کوشش کریں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۲۹

خواجۂ کلاں خواجہ مزاری نقشبندی پسر خواجہ عوض مزاری بخاری کے نام اس بارے میں کہ ظل جو کچھ رکھتا ہے اصل سے رکھتا ہے لیکن کمال نادانی کے باعث اس نے اپنی اصل کو فراموش کر دیا ہے اور ان کے حال کی شرح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ انعم لاً علی والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ وحبیبہ المصطفیٰ وعلیٰ الصواصحابہ البررۃ التقیٰ، اما بعد آنجناب کی جانب سے دو گرامی ناموں نے اس درویشِ دلریش کے پاس پہنچکر مشرف کیا، (دعا ہے کہ) سلامتی وعافیت کے ساتھ رہیں اور شریعتِ عالیہ وسنّتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

ولایت کا حاصل ہونا اس اسم تک جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے وصول سے وابستہ ہے اور اس اسم میں فنا ہونا ہے، اور سالک اس اسم کا ظل ہے اور ظل خیر وکمال اور حسن وجمال سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب اصل کا پرتو ہے اپنے اندر خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتا لیکن ظل نے کمال نادانی کے باعث اپنی اصل کو فراموش کر دیا ہے اور خود کے ساتھ گرفتار ہو گیا ہے اور کمال وجمال جو کہ اصل سے ہیں اپنے آپ سے جان کر خود کو کامل اور نیکیوں کا مبدأ تصور کیا ہے اور غرور وانانیت پیدا کر کے اس راہ سے اپنے مولا کے ساتھ ہمسری وشرکت تلاش کی ہے ؎

پری نہفتہ رُخ ودیو در کرشمہ وناز بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

(پری نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ وناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے]

اور جب عنایتِ الٰہی، پیشقدمی کرتی ہے اور اصل کا کمال وجمال ظاہر ہو جاتا ہے اور ان انعکاسی کمالات کو پوری طرح اصل کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنی ذاتی عدمیت پر دانا وبینا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو فانی و لاشئے پاتا ہے اس وقت سر رشتۂ سعادت ہاتھ آتا ہے اور نفسِ امارہ کی قرارت سے نجات کی امید پاتا ہے، مولانائے روم قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مردی وگر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

اللہ تعالیٰ ہم جیسے ناکاروں کو آپ شاہبازوں کے طفیل جو کہ بزرگوں کے جانشین ہیں اور روضۂ مقدسہ کی ہمسائگی سے سعادتمند ہیں ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان عطا فرمائے اور اس چشمہ سے کوئی گھونٹ مرحمت فرمائے اور (یہ فقیر) اس مقام کے انوار وبرکات سے ہمیشہ چشم براہ ہے اور اس جگہ کے فیوض واسرار کا امیدوار ہے، ؎

دریں دیار بداں زندہ ام کہ گہ گاہے نسیم عاطفتے زاں دیار مے آید

[میں اس دیار میں اس لئے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی مہربانی کی نسیم اُس دیار سے آجاتی ہے]

جو طویل حال آپ نے لکھا ہے عمدہ ہے اور باطنی مناسبتوں کی خبر دینے والا ہے اور مقطعاتِ قرآنی کے سوال کا خیال دل میں گذرنا بھی اس کی خبر دینے والا ہے اور حلوائے ترکا دو پارہ کے ساتھ ایک طشت میں جمع ہونا گویا آپ کی خاص نسبت کی طرف اشارہ ہے جو کہ خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوات والبرکات کے انوار سے ماخوذ ہے اور خواجہ ہاشم علیہ الرحمہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں انھوں نے کہا ہے ؎

بشیرینی نمک زیبا نیاید چہ اعجازت کایں لب می نماید

[(باوجودیکہ) شیرینی کے ساتھ نمک اچھا نہیں لگتا (مگر) یہ کیا معجزہ ہے جو یہ لب دکھاتا ہے]

اور آپ کو جو یہ نعمت دی گئی ہے ایک نادر بشارت ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے بزرگوں نے احوال اور خوابوں پر زیادہ اعتبار نہیں رکھا ہے، معتبر وہی ہے جو کہ بیداری میں ظاہر ہو، خواب (البتہ) استعداد کی خبر دینے والا ہوتا ہے دل و جان سے کوشش کرنی چاہیے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے، والسلام اولاً و آخراً۔ ۲۷۶

مکتوب ۲۳۰
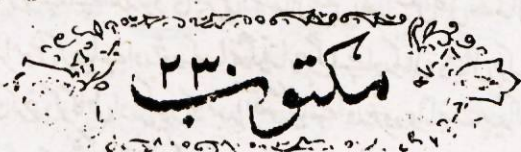
حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال اور خوابوں کی تعبیر اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ علیٰ نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل انبیائہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسائر احبابہٖ اما بعد، آپ کے گرامی نامے پے در پے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، آپ نے اپنے خوابوں، احوال، کیفیات اور اپنے دوستوں کے احوال اور شوق و آرزومندی کے اظہار اور کسر نفس کی تمہیدات اور قصور کی دید اور دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑنے اور رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانے وغیرہ کے بارے میں فقہی روایتوں کے استفسار کے متعلق جو کچھ لکھا تھا سب واضح ہوا اور مسرت پر مسرت بخشی۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "ایک روز دل میں خیال آیا کہ مخلوق کی اس تمام گفتگو اور دوستوں کی سست روی کے باوجود تیرا کیا حال ہوگا، الہام (غیبی آواز) کان میں پہنچا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ الیٰ آخر الآیۃ [پس ان کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے]" ۲/۱۳۷ (اس حال نے) بہت مسرور کیا اور امیدوار بنایا، یہ کلمہ مبارکہ خیرات و برکات کا جامع اور درجات و قربات کی خوشخبری دینے والا ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ تخت پر بیٹھے ہیں اور آپ کیلئے بادشاہی کی تجویز کی گئی ہے اور اس معنی پر اتفاق کیا گیا ہے اور سب لوگوں نے آپ کی طرف رخ کر لیا ہے اور تعظیم کرتے ہیں اور مبارکباد دیتے ہیں اور آپ تعجب کرتے ہیں کہ یہ معاملہ کس طرح سچا ہو سکتا ہے حالانکہ میرا معاملہ ان دنوں میں ناامیدی

تک پہنچ گیا ہے اور میں اپنے آپ کو لاشئے محض پاتا ہوں"۔ میرے مخدوم! کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے، یہ ناامیدی اور یہ لاشئے ہونا باطنی سلطنت کے لئے مفید ہے جسقدر زیادہ معدوم و لاشئے ہوگا کمالات اور غلامی سے آزادی اور اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا کہ جن میں سے ملکیت بھی ہے (یہ امور) اسی قدر زیادہ ہوں گے اور جس قدر زیادہ مایوس ہوگا ظلال سے اسی قدر زیادہ آزاد ہوگا، اور بادشاہ کی بیٹی کا جو آپ سے عقد کیا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کا مبدأ تعین ہو اُس کے ساتھ عقد کرنا اُس کے ساتھ متحقق ہونا اور اس کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہونا ہے اور چونکہ وہ مبدأ تعین شانِ کلی جو کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مبدأ تعین ہے کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے کیونکہ آپ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدم پر ہیں اس لئے اس (آپ کے مبدأ تعین) کو دختر (بیٹی) ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ یہ جزئی اس کلی سے ظاہر اور پیدا ہوئی ہے اور وہ شانِ کلی جزئیات پر بلا واسطہ اور بواسطہ خود بادشاہ کا حکم رکھتی ہے۔ دوسرے حال میں یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "تم خود برہنہ ہو گئے ہو اور مجھ کو بھی برہنہ کر کے آغوش میں لے لیا ہے اور اپنے بدن اور چہرے کو مجھ پر مل رہے ہو اور اکٹھے خواب کے لباس میں سو کر ہم آپس میں پوشیدہ راز کہتے ہیں الخ"۔ بہت خوب ہے اور مناسبتِ تامّہ کی خبر دینے والا ہے اور پوشیدہ اسرار سے حصہ پانے کا پتہ دینے والا ہے۔ جو حال کہ آپ کے بھائی نے دیکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آغوش میں کھینچ لیا ہے اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہٖ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک جانب اور فقیر دوسری جانب ہے اور فقیر زادے اور فقیر کے تمام دوست سب ہمراہ ہیں الخ" (اُس حال نے مسرور کیا، امید ہے کہ وہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات سے کامل حصہ پائے گا، مشارٌ الیہ کے احوال کے مطالعے نے بھی مسرت بخشی، اور اسی طرح ملا فتح اللہ کے احوال جو کہ آپ نے لکھے تھے نیک و اعلیٰ ہیں اور دوسرے دوستوں کے احوال بھی خوب ہیں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ روز بروز ترقیات عطا فرمائے۔ میرے مخدوم! یہ جو ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانا دشوار ہے اور سب کا کلمۂ اثبات جو کہ وہ نفی و اثبات کے ضمن میں کہتے ہیں اُن کی ذات کی طرف عود کرتا ہے اور اس بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہوتا وہ یعنی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتے ہیں اور اُن کا اِلَّا اللہُ بھی اُنہی کی طرف لوٹتا ہے نہ کہ اس بارگاہ عالی کی طرف، اور انھوں نے اپنے آپ کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور نیز جو کچھ اس فقیر پر حرم مکہ معظمہ میں ظاہر ہوا فقیر نے لکھا تھا اور نیز اظہار کیا تھا کہ "جس وقت سے کہ یہ عجیب معارف دیکھے ہیں خوف و رجا کے درمیان ہے اور ترساں و لرزاں ہے، نہیں جانتا کہ کونسے گروہ سے ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ ڈر اور لرزہ برحق ہے یہ ایک ایسا درد ہے جو لاعلاج ہے اور ایک

ایسی بیماری ہے جو دوا قبول نہیں کرتی ؎

لَقَدْ عَضَّتْ حَیَّۃُ الْھَوٰی کَبِدِیْ فَلَا طَبِیْبَ لَھَا وَلَا رَاقٍ

[محبت کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس اس (سانپ کے کاٹے) کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے]

ہمہ صبحِ وصل جویاں من وشامِ ناامیدی کہ سیاہ بختِ ہجرم شبِ من سحر ندارد

[تمام لوگ وصل کی صبح کو ڈھونڈتے ہیں (لیکن) میں ہوں اور شامِ ناامیدی، کیونکہ میں ہجر کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں (اس لئے) میری رات صبح نہیں رکھتی] ۔ ایک ایسا شاہباز ہونا چاہئے جو کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند تمام ماسوا سے منہ موڑ کر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کا ترانہ گاتا ہوا شرک کے دقائق سے رہائی پالے اور بیزار ہو جائے اور توجہ کا قبلہ احدیتِ ذات تعالیٰ کو بنا کر زبانِ دُرافشاں پر (یہ) لائے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ [میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں] ۔ اکثر لوگ اس معنی کے کامل طور پر حاصل ہونے کے مدعی ہیں لیکن جو شخص کہ اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچ جائے اور شرک کے دقائق سے رہائی حاصل کر لے نادر عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ دیگر آپ اپنے آنے کے بارے میں دوبارہ لکھتے ہیں، میرے مخدوم! اس جگہ کو خالی چھوڑنا معقول نظر نہیں آتا بہر حال اگر شوق غالب آجائے تو سات (دن) تک استخارہ کریں، قلب کے قبول کر لینے کے بعد اس جانب متوجہ ہوں، استخارہ کے بعد مُلّا فتح اللہ کو اپنی جگہ پر مقرر کریں، والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

میرزا لطیف بخاری کے نام اس بارے میں کہ سلطانِ ذکر اختراعات میں سے نہیں ہے بزرگوں سے ہوتا آیا ہے اور کسرِ نفسی کے مقدمات اور قصور کی دید کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ بدر الدجیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ نجوم الہدیٰ، آپ کے گرامی نامے پے در پے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوئے، اللہ تعالیٰ (آپ کو) سلامت رکھے اور شریعتِ عالیہ وسنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رکھے اور ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] ۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بزرگوں کی زیارت کے وقت صبح طلوع ہونے کی جانب (مشرق) سے کوئی چیز آکر

احاطہ کر لیتی ہے اور کیفیت حضوری حاصل ہو جاتی ہے لیکن (یہ فقیر) نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے"۔ میرے مخدوم! یہ اس نسبت کے انوار و برکات ہیں جو کہ بزرگوں سے آپ کو پہنچ رہی ہے شکر بجالائیں اور قبول کریں اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ [کیا اور بھی ہے] کا ترانہ گاتے رہیں۔ جو دو رو دار حال کہ آپ نے دیکھا اور لکھا ہے کہ ایک چہار بلغ ہے سجا ہوا الخ اور خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے خود کو فیض میں غرق پایا، عمدہ درویش ہے حق سبحانہٗ حال سے وقوع میں لائے اور گوش سے آغوش تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) کے حقائق و معارف کا ذکر ہو رہا تھا سلطانِ ذکر کے بارے میں بات چلی تو صدرِ مجلس نے سوال کیا کہ ابتک اس نام کے ساتھ کوئی ذکر سنا نہیں گیا ہے اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گذرا، کیا یہ بات اولیائے سابقین کی ہے یا اُن کی کوئی حالت ہے"۔ میرے مخدوم سلطانِ ذکر ہمارے طریقے میں مشہور و معروف اور عام ہے اور ہم اس کو اپنے پیروں سے سنتے آئے ہیں ہماری اختراع نہیں ہے جو کچھ بھی ہے بزرگوں کی طرف سے ہے، (قطبِ عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ) جو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہما کے قریبی زمانے میں ہندوستان کے اکابر مشائخ میں سے گذرے ہیں، آخر عمر میں اُن پر استغراق و بیخودی غالب آگئی تھی چنانچہ اکثر اوقات استغراق میں رہتے تھے نماز کے اوقات میں اُن کو بلند آواز سے بیدار کیا جاتا تھا، لوگوں نے اُن سے اس کا راز دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے دل کو ذکر سے بہت گھوٹا ہے اس لئے سلطانِ ذکر ہر وقت غالب رہتا ہے اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیتا ہے — آپ نے لکھا تھا کہ "اگر آپ کے دوستوں اور خلفا میں سے دس آدمی اس ملک (علاقہ بخارا) میں رہیں تو گنجائش ہے اس لئے کہ اس علاقے کی وسعت بہت ہے طالبانِ حق کی خبر گیری آپ کے سپرد کی گئی ہے (اس لئے) ضروری ہے کہ آپ رُبعِ مسکون کی خبر گیری کریں"۔ میرے مخدوم! یہ مسکین اپنے آپ کو کسی شمار میں نہیں لاتا اور فانی و لاشئی سمجھتا ہے اور اسی بنا پر کسی امر میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اپنے آپ کو مولائے حقیقی جلّت عظمتہٗ کا شریک نہیں بنا سکتا ؎

۲۷۹ ف

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے وز ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا] مُربّی حقیقی وہی تعالیٰ شانہٗ ہے رُبعِ مسکون اور اس کے علاوہ (باقی تمام کائنات بھی) سب اُس عزّ برہانہٗ کے زیرِ تصرف ہیں۔ ع

ازما و شما بہانہ بر ساختہ اند {ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے}

اللہ تعالیٰ جس شخص کو چاہتا ہے کہ اپنے کسی دوست سے فیضیاب کر دے اور درجۂ کمال تک پہنچا دے

تو اس شخص کو اس (بزرگ) کی صحبت میں پہنچا دیتا ہے یا اس (بزرگ) کو اس شخص (طالب) کے پاس پہنچا دیتا ہے، ہاں اگر وہ کسی چیز کے لئے مامور ہو جائے تو دوسری بات ہے اس وقت امر کی موافقت ناگزیر ہے۔ مختصر یہ کہ ہم جیسے ناکارہ فرقت زدوں کو جدائی کا غم اور گناہ کا ماتم کرنا اور شریعت کی مراعات کے ساتھ گوشہ نامرادی اختیار کرنا سب چیزوں سے زیادہ ضروری و لازمی ہے، مخلوق کے اہم امور کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے سپرد کر کے کمرِ ہمت کو اس تعالیٰ شانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں چست باندھ لینا چاہیے، وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۞ [اور اپنے رب کے نام کو یاد کرو اور اس کی طرف پوری طرح سے یکسو ہو جا] اس ضمن میں جو شخص کہ مناسبت رکھتا ہوگا وہ فیض حاصل کرلے گا ورنہ نہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

پ ۲۹ ع ۱

مکتوب ۲۳۲
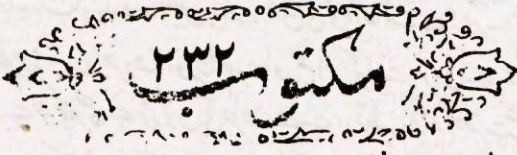
مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ سیف الملۃ والدین کے تحریر کردہ احوال کی شرح (کے ضمن) میں بعض اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ مرغوب نے جو کہ کیفیاتِ عالیہ و احوالِ منورہ پر مشتمل تھا خوش وقت کیا اور دل کی خوشی اور جان کی راحت کا سبب ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نسبتِ محبوبیت اور اس کے متعلقہ اسرار کے باوجود تکمیل و ارشاد کی جانب روز بروز ترقی پر ہے"، روز بروز ترقی پر کیوں نہ ہو کہ محبوبوں میں سب سے افضل سرورِ دین و دنیا علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات ہیں اور ارشاد و تکمیل کا پہلو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سب سے زیادہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعض اوقات مباح امور میں مشغولیت کے ساتھ نزول واقع ہوتا ہے اور جب تک ان امور کے ساتھ سہارا نہ پکڑے تکمیل کا معاملہ خراب ہو جاتا ہے، بیشک اجازات اور مباحات کا ارتکاب بشریت کی جانب کو جو کہ تکمیل کی معاون ہے تقویت دیتا ہے اور عزیمت و مستحب کا ارتکاب مَلَکیت کی جانب کی پرورش کرتا ہے، جو کہ ارشاد سے تعلق نہیں رکھتی وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ [۱] اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے اولیائے غیر مرجوعین مَلَکی جانب کی تکمیل میں کوشش کرتے ہیں اور بشریت و دعوت کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں رکھتے اور اولیائے مرجوعین دونوں جانب کی تکمیل کرتے ہیں اور انھوں نے مَلَکیت کو بشریت کے ساتھ جمع کیا ہے یہ اکابر حق جل و علا کی مراد کے ساتھ قائم ہیں

پ ۲۸ ع ۵ · پ ۲ ع ۱ ۱۴۸

شعر
لِاَنِّیْ فِی الْوِصَالِ عُبَيْدُ نَفْسِیْ　　وَفِی الْهِجْرَانِ مَوْلٰی لِلْمَوَالِیْ

[اس لئے کہ میں وصل میں اپنے نفس کا ادنیٰ غلام ہوں اور ہجر میں غلاموں کا غلام ہوں]

ہجرے کہ بود مرادِ محبوب از وصل ہزار بار خوشتر

[جو ہجر کہ محبوب کا منشا ہو وہ وصل سے ہزار گُنا اچھا ہے]

حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جس طرح اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ عزیمت پر نوازا جائے اسی طرح وہ اس کو پسند کرتا ہے کہ رخصت پر بھی نوازا جائے۔ جاننا چاہئے کہ جس مباح کام کے ساتھ اچھی نیت ملی ہوئی ہو وہ مستحبات میں داخل ہو جاتا ہے اور رخصت عزیمت ہو جاتی ہے نَوْمُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ [علما کا سونا عبادت ہے] آپ نے سُنا ہوگا، خاص طور پر وہ مباح کام جو اُس تعالیٰ شانہٗ کے امر سے واقع ہوتا ہے وہ فرائض و واجبات میں داخل ہو جاتا ہے چنانچہ یہ معنی تفصیل کے ساتھ حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) کے مکتوباتِ جلد ثانی سے واضح اور ظاہر ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مجالسِ سلطانی میں ایسے عجیب و غریب اسرار جلوہ گر ہوتے ہیں جن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، ان محفلوں میں داخل ہوتے ہی خاص عروج و نزول کے ساتھ ممتاز کر دیا جاتا ہے"۔ بیشک اہلِ کمال ہر بقعہ سے اس بقعہ کے مناسب فیوض و اسرار اخذ کرتے ہیں اور ہر زمین سے اُس زمین کے مناسب کمال حاصل کرتے ہیں، کسی زمین کو معاملاتِ فنا کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اور کسی زمین کو کمالاتِ بقا کے ساتھ موافقت ہوتی ہے کوئی قطعہ ایسا ہے جو عروج سے مناسبت رکھتا ہے اور کوئی قطعہ نزول سے، حرمِ مکہ کے کمالات و معاملات جدا ہیں اور حرمِ مدینہ کے فیوض و معاملات جُدا۔

ع ہر خوش پسرے را حرکات دگر ست [ہر اچھے بیٹے کی حرکتیں دوسری ہیں۔]

آپ نے بندگانِ حضرت (بادشاہ) کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ (وہ احوال اُن کے) لطیفۂ اخفیٰ کی وسعت اور اُس کے ساتھ اُن کی مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتے ہیں اس کے مطالعہ سے بہت خوشی ہوئی لطیفۂ اخفیٰ سب سے اعلیٰ لطیفہ ہے اور اس کی ولایت سب ولایتوں کے اوپر ہے، اس لطیفہ کو سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات و البرکات کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، فقیر بھی اُن کی قدرے مناسبت لطیفۂ اخفیٰ کے ساتھ پاتا ہے والغیب عند اللہ سبحانہٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے]
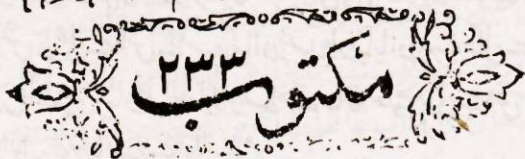
ملا شاہ مراد پشاوری کے نام فیضیابِ طالبین پر توجہات قائم رکھنے کی ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (آپ کا) مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ عافیت سے رہیں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور ظل سے ^۲۸۱^

اصل کی طرف آئیں اور اسم سے مسمیٰ کی طرف مائل ہوں اور اپنے کام میں سرگرم رہیں اور باطن کی تعمیر میں دل وجان سے کوشش کریں تاکہ ترقی کا راستہ کھل جائے۔ اور آپ نے اپنے دوستوں کی محنت کے بارے میں لکھا تھا، اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور توجہات ان کے حال پر مبذول کریں اور ان کی ترقیات میں کوشش کریں ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو یک دو کس یکدو نفس بہر خدا بنشینند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لئے بیٹھتے ہیں]

لیکن اپنے کمال (کے حصول) میں بہت زیادہ کوشش کریں اور گوشہ نشینی کی طرف زیادہ راغب رہیں کیونکہ دوسروں کی تکمیل اپنے کمال کی فرع ہے، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۲۳۴

خواجہ محمد وفا حصاری کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف لوٹانے اور حال کی تعبیر کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہوا، آپ نے پریشانیوں اور حوادثِ روزگار کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا میرے مخدوم! سب امور کو منجانب اللہ سمجھنا چاہئے اور کام کی کشادگی کو بھی اُسی سبحانہٗ کی طرف سے تلاش کرنا چاہئے وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ج [اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اس تکلیف کو دُور کرنے والا نہیں ہے] ۔ آپ نے سابقہ خط میں دو حال لکھے تھے، ایک حال میں ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور دوسرے میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کو (دیکھا تھا) بہت روشن واعلیٰ ہے اس نے مسرور کیا اور امیدوار بنایا، دوسرے حال سے آپ کی مناسبت حضرت روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ معلوم ہوتی ہے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو ان کے برکات وانوار سے بہرہ مند کرے، والسلام

میرے مخدوم! آپ نے اپنے خط میں فقیر کے نام کو حق جل وعلا کے نام کے اوپر لکھا ہے یہ بات اچھی واقع نہیں ہوئی ہے آپ توبہ کریں آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ بظاہر آپ سے سہواً واقع ہوا ہوگا بہر حال توبہ وانابت ضروری ہے۔ (آپ کے لئے) ترقیات کے دروازے کھلے رہیں۔

مکتوب ۲۳۵

۲۸۲

ملا قاسم پسر صوفی مغربی کے نام ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا

آپ نے جو خط ازراہِ محبت ارسال کیا تھا اُس نے پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے عناصرِ اربعہ خاص طور پر عنصرِ خاک کے تصفیہ کے بارے میں لکھا تھا اس کے مطالعہ نے بہت محظوظ کیا، (یہ) ایک بہت ہی عجیب حالت ہے اور اسی طرح جو حالت نماز میں پیش آتی ہے عمدہ ہے اور حالتِ معراجیہ کا اثر ہے جو کہ خاص خاص بندوں کو پیش آتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ (یہ فقیر) شروع میں حق جل وعلا کی محبت کو اس قدر مشاہدہ کرتا تھا کہ بیان سے باہر تھا اب اپنے اندر نہ اُس (جل شانہٗ) کی محبت کو مشاہدہ کرتا ہے اور نہ عدمِ محبت کو، بیشک محبت اور عدمِ محبت نسبتوں اور اعتبارات میں سے ہے جبتک معاملہ صفات و اعتبارات میں ہے محبت کی گنجائش ہے اور جب معاملہ صفات و اعتبارات سے اوپر چلا جاتا ہے تو محبت اور اس کا عدم ساقط ہو جاتا ہے اور تمام نسبتوں کی مانند محبت بھی راہ میں رہجاتی ہے، والسلام

مکتوب ۲۳۶

میر عثمان کولابی کے نام اُن کے اس سوال کے حل میں تحریر فرمایا کہ ابتدا میں ظاہر (بھی) باطن کی مانند مشغول ہے اس کے بعد رفتہ رفتہ پہلے والی سرگرمی ظاہر میں نہیں رہتی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ شریف جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا (دعا ہے کہ آپ سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت و طریقت کے راستہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے جب میں سکوت (مراقبہ) میں بیٹھتا تھا تمام لطائف میں عجیب کیفیت و جمعیت حاصل ہوتی تھی اکثر جذبات ہو جاتے تھے جو کہ بیخود کر دیتے تھے اور رات اور دن ظاہر کام میں مشغول رہتا تھا اور اب جبکہ نسبتیں بے کیف ہو گئی ہیں اور دل کو دنیا و آخرت سے کمال درجہ کی بے تعلقی پیدا ہو چکی ہے تو ظاہر کام میں بے پروائی کرتا ہے اور سستی دکھاتا ہے (اس کا) سبب کیا ہے؟" آپ جان لیں کہ ابتدا میں ظاہر و باطن آپس میں ملے ہوئے ہیں اور باطن کے

انوار و برکات سے ظاہر سیراب اور بہرہ مند ہے اس بنا پر ظاہر بھی باطن کی طرح حضوری کے ساتھ ہے اور سرگرم ہے، جب باطن ظاہر سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور اس کا تعلق اس سے منقطع ہو جاتا ہے اور معاملہ ابتدا سے توسط میں آجاتا ہے تو باطن کی حضوری و آگاہی ظاہر میں بہت کم سرایت کرتی ہے اس لئے ظاہر اگر بے پروائی دکھائے اور سستی ظاہر کرے تو گنجائش رکھتا ہے کیونکہ اس کی حرارت و سرگرمی عارضی تھی نہ کہ ذاتی۔ آپ نے لکھا تھا کہ فی الحال جب میں سکوت میں بیٹھتا ہوں تو اپنے آپ کو گم پاتا ہوں اور بعض تجلیات و انوار حاصل ہوتے ہیں، عمدہ ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں ع

گم شدن در گم شدن دینِ منست [گم شدگی میں گم شدگی میرا دین ہے]

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: اَشْتَهِیْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا [میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی بھی نہ لوٹوں] امید ہے کہ یہ گم شدگی اور عدمیت احاطہ کر لے اور مراقبہ اور غیر مراقبہ یکساں ہو جائے۔ والسلام

مکتوب ۲۳۷

امان بیگ کے نام اس بارے میں کہ ظاہری پریشانیوں کی وجہ سے اس بارگاہِ مقدس سے محجوب نہیں ہونا چاہئے اور اس حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے دیکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے کمینی دنیا کی پریشانیوں اور قرضوں کی کثرت اور اہلِ خانہ کی بدسلوکی کے بارے میں شکایت بیان کی تھی ان سب کو حق تعالیٰ و تقدس کی جانب سے سمجھنا چاہئے اور ان امور کے پیش آنے کے باعث اس سبحانہٗ سے محجوب نہیں رہنا چاہئے بلکہ اس تعلق کے ذریعے ظاہری پریشانیوں کو باطنی جمعیت کا سبب بنانا چاہئے۔

شعر در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم معشوق کا غم بن جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہمارا شیشہ (صراحی) اس کو پختہ کر دیتا ہے]

ایک راستہ چلنے والے (سالک) نے ایک راستہ جاننے والے (مرشد) سے دریافت کیا کہ میں وساوس کے ہجوم سے پریشان ہوں انھوں نے کہا کہ (آیہ کریمہ) اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ [یاد رکھو کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے] کے بموجب جبکہ معلوم ہے کہ محبوب احاطہ کئے ہوئے اور شامل ہے تو وسوسہ کو وصل کے اسباب میں سے شمار کرنا چاہئے نہ کہ جدائی کے اسباب میں سے، اور ہمیشہ مشاہدہ کے دروازے کھلے رکھنے چاہئیں اور غفلت کے سوراخ بند کر دینے چاہئیں، اور یہ جواب اگرچہ توحید و اتحاد کے قاعدہ پر ہے لیکن ظلیت و اصالت کا

تعلق کہیں نہیں گیا ہے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے، اور یہ جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کے سامنے شطرنج کی بساط پھیلا کر رکھی گئی ہے اور فقیر آپ سے کہتا ہے کہ تمام لوگ جو حاضر ہیں ہمارے ساتھ شطرنج کھیل چکے ہیں اب تمہاری باری ہے آؤ ہمارے ساتھ کھیلو اور تم نے کھیلنا شروع کر دیا کہ تمہاری آنکھ کھل گئی: میرے مخدوم! بساطِ شطرنج اور اس سے کھیلنا گویا حق جلّ وعلا کی راہ میں وجود بشریت کی بازی لگا دینے سے عبارت ہے یعنی دوسرے لوگ تو اپنی جان کی بازی لگا چکے ہیں اب تمہاری باری ہے اور یہ بازی لگانے سے مراد بشری تعلقات سے آزاد ہونا اور اس کی صفات سے فنا حاصل ہونا ہے ؎

پارسا مارا مقامر گفت واللہ راست گفت — او ببرد ہر دو جہاں را من بیک جو باختم

[پارسا نے مجھ کو جوئے باز کہا بخدا اس نے ٹھیک کہا اس نے دیکھا میں نے دو جہان کی ایک جو کے ساتھ بازی لگا دی]
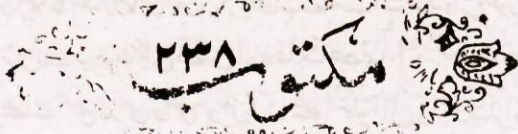
شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے فقیر کی بیماری ایک ہی حالت پر ہے بظاہر افاقہ نہیں ہے، غرضیکہ لوگ اس بیماری میں اٹھا کر باہر لیجاتے ہیں اور جمعہ کی نماز میں بھی حاضر کر دیتے ہیں اس کو افاقہ کہا جائے گا یا نہیں ؎

لَيْتَكَ تَحْلُوْا وَالْحَيٰوةُ مَرِيْرَةٌ — لَيْتَكَ تَرْضٰى وَالْاَنَامُ غِضَابٌ

لَيْتَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ عَامِرٌ — وَبَيْنِيْ وَبَيْنَ الْعَالَمِيْنَ خَرَابٌ

[کاش کہ تو شیریں ہو جائے اور اگرچہ زندگی تلخ ہو، کاش کہ تو راضی ہو جائے اور اگرچہ مخلوق ناراض ہو، کاش کہ میرے اور تیرے درمیان کی چیز آباد ہو اور میرے اور جہانوں کے درمیان کی چیز ویران ہو]۔

آپ کے گرامی ناموں نے پے در پے پہنچ کر محظوظ کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی کبھی مقامِ رضا کی دوسری قسم یعنی اس طرف کی رضا بلا خواہش پرتو ڈالتی ہے۔" اور فقیر نے بھی اس کیفیت کے زیادہ ہونے میں کچھ امداد (توجہ) کی ہے حق سبحانہٗ کامل طور پر نصیب فرمائے۔ جاننا چاہئے کہ یہ رضا دوسری رضا پر مقدم ہے جو کہ بندہ کی رضا ہے اس لئے کہ تقدم اس طرف سے ہے پس اس صورت میں اگر رضا کی اس قسم کو

قسمِ اول لکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جو ستارہ کہ آپ کی پیشانی پر ظاہر ہوتا ہے چونکہ پیشانی تجلی ذاتی کے ظہور کا مقام ہے (اس لئے) ہوسکتا ہے کہ ایمان کا نور پیشانی میں ستارہ کی شکل میں متمثل ہوا ہو اور چونکہ سینہ علوم و اسرار کا مقام ہے پس دو ستارے جو سینے کے دائیں اور بائیں جانب مشاہدہ ہوئے ہیں ان سے سینہ کے علوم و اسرار کے انوار کے احاطہ کرنے کی طرف اشارہ ہو۔ آپ نے ماہِ مبارک رمضان و عشرۂ اعتکاف و ختمِ قرآنِ مجید کی راتوں کی برکات مشاہدہ کرنے اور اپنے آپ اور قرب و جوار کے لوگوں کے لئے اور کبھی امام اور تمام صفِ اول کے لئے انوار اور خلعتیں مشاہدہ کرنے اور بارگاہِ قدس کی اپنے بارے میں خوشنودی معلوم کرنے اور اس شخص (آپ) سے ماہِ مبارک کی رضامندی اور سابقہ گناہوں کی مغفرت معلوم کرنے اور متشابہات و مقطعات کے اسرار سے مناسبت حاصل کرنے اور (ماہِ رمضان کی آخری) رات کو حسرت کے ساتھ رخصت کرنے کے بارے میں جو آپ نے لکھا تھا وہ سب واضح ہوا اور اس نے مسرور کیا اور ماہِ شوال میں جو عظیم مکاشفہ رونما ہوا اور بار بار یہ خطاب بے جہت آپ نے سنا کہ واضح طور پر آپ سے خطاب ہے نہ یہ کہ یہ کلام ہونٹوں سے ہوا ہو وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا [اور تجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے] اس کیفیت کے پڑھنے سے ایسی لذتیں حاصل ہوئیں کہ کیا لکھے اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ [اے آلِ داؤد شکرانے کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گذار ہیں] اپنے دوستوں کے احوال اور ان میں سے بعض کی ترقیات اور مجلس کی رونق کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے واضح ہوا اللّٰھم زد (اے اللہ اور زیادہ عطا فرما) ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ در و
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک دو آدمی ایک دو گھڑی خدا کے لئے بیٹھتے ہیں] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۳۹

شیخ محمد مظہر بزرگ ... کے نام ان کے خط کے جواب اور روضہ منورہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسرار و انوار کے بیان اور حضرت موصوف کے دوستوں کے مختصر احوال و مقامات کے ذکر اور اپنے مخصوص حال پر اطلاع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ نے پہنچکر خوش وقت کیا اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ (اپنے) وطنِ مالوف پہنچ گئے اور اوقات جمعیت کے ساتھ

گذر رہے ہیں اور دوست محنت کر رہے ہیں ... کی واردات و کیفیات ... ہیں اور بعض دقیق مسائل کہ ایک مدت سے آپ اُن کے حل کی خواہش رکھتے تھے اس سفر میں حل ہو گئے لیکن آپ نے اُن کی تفصیل نہیں لکھی اور واردات و کیفیات کی تشریح ... بہرحال آپ ہمیشہ ترقیات میں رہیں اور ظاہری و باطنی جمعیت واستقامت ... مستفید ہو جائیں۔

آپ نے ملاقات ... (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے) روضۂ منورہ کی زیارت کے شوق کا ... کیا ہے فقیر کو بھی مشتاق جانیں ... روضۂ منورہ کے انوار ... ہمیشہ مستفیض و منور ہیں ... دل ریش اس بقعۂ مبارکہ کے برکات و فیوض کو کیا بیان کرے کہ ہم جیسے کم فہموں کے فہم ...

ع ای از خیال ما بروں در تو خیال ... [اے ... خیال سے باہر ...]

ولایت کا بیج ہے جو کہ ہندوستان کی سرزمین میں سرسبز ہو گیا ہے، اور زمزم و کوثر کے پانی سے پرورش پایا ہوا ہے اس لئے ہند اور ولایت کے لئے (باعث) رشک ہو گیا ہے اور اس کے ثمرات و نتائج حرمین شریفین کے ثمرات نتائج بن گئے ہیں اور اس کے مجاورین و زائرین ان برکات سے بہرہ مند ہیں اور ان ثمرات کے حاجتمند ہیں

ع هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا [نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں]

ایک مدت ہو گئی ہے کہ فقیر جسمانی کمزوری میں مبتلا ہے اور اہم کام سے عاجز ہو گیا ہے اس کے باوجود اہلِ طلب کو اطراف و جوانب سے مور و ملخ کی مانند (کثیر تعداد میں) یہاں لایا جا رہا ہے بقدر طاقت ان کے احوال میں مشغول ہوتا ہے اور مریدوں میں عظیم اثرات پیدا ہو رہے ہیں اور اُن کے شوق کا شعلہ اور آگ بھڑک رہی اور بلند ہو رہی ہے اور تعلقات سے رہائی اور ماسوا سے آزادی پہلے ہی قدم میں حاصل کر لیتے ہیں ہستی و دنیاوی گرفتاری ... وصل کے حصول ... جدائی و دوری کا ... (شاعر نے) کہا ہے

ے ہجرے کہ بود مرادِ محبوب ازوصل ہزار بار خوشتر

[جو ہجر کہ محبوب کا منشا ہو وہ وصل سے ہزار درجہ اچھا ہے]

یہ ہجر مجمع کثیرے کے وصل کا سبب ہے اور یہ دُوری دوسروں کے قرب و حضوری کا باعث ہے اور یہ ہستی و دنیاوی گرفتاری بہت سی مخلوق کے شوق اور آزادی کا وسیلہ ہے فَهِمَ مَنْ فَهِمَ [سمجھا جس نے سمجھا] والسلام اولاً و آخراً۔

محمد مبارک بیگ بدخشی گرز بردار کے نام حافظ محمد صادق کابلی کے احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت مطلوب ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ حقائق و معارف آگاہ برادر عزیز محمد صادق اس جانب کے (ہمارے) خاص الخاص اصحاب و مخلص ترین احباب میں سے ہیں اور ولادتِ معنوی کے ذریعہ سے ہمارے فرزندوں میں داخل ہے آپ کی درخواست پر اُن کو اس علاقہ کی طرف روانہ کیا گیا ہے امید ہے کہ رفقاء و احباب آں موصوف کی صحبت سے مستفید و مستفیض ہوں گے، والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الهدی۔

مکتوب ۲۴۱

حافظ محمد صادق کابلی کے نام اُن کے خط کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ لوگوں کی مقررہ تعداد کو بیعت کرنے کی محدود اجازت خلافت میں داخل نہیں ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، اللہ تعالٰی ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے مسرور و شاداں ہوا آپ نے اوقات کو قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ معمور رکھنے کے بارے میں لکھا تھا، اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] آپ نے کلمہ طیبہ کے تکرار کے بارے میں نہیں لکھا اس سے بھی بے بہرہ نہ رہیں اور دوستوں کے ساتھ بھی صحبت رکھیں اور توجہات کو اُن سے دریغ نہ کریں اور (یہاں) آنے میں جلدی نہ کریں اور جہاں بھی ہوں دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ آپ نے اہلِ سپاہ کی اجازت کے بارے میں لکھا تھا کہ لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے اُن لوگوں کے جواب میں کہا ہے بات وہی ہے ہمارے بزرگ جن بندیوں کی صحبت میں (لوگوں کی) ہدایت دیکھتے ہیں انھوں نے اُن کو اس قسم کی اجازت جو معدود اشخاص کے ساتھ مقید ہو دی ہے کیونکہ اس طریقۂ عالیہ میں ایک دوسرے کے ساتھ فنا کی شرط کے ساتھ صحبت رکھنا گوشہ نشینی سے بہتر ہے، چند لوگوں کا ایک جگہ مشغول ہو کر بیٹھنا تنہا مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کیونکہ اکٹھا بیٹھنے میں ایک دوسرے کا فیض آپس میں ایک دوسرے پر منعکس ہوتا ہے اور یہ خلافت میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ اُس (خلافت) کے لئے شرائط ہیں اور اس قسم کی اجازت بھی شریعت پر استقامت اور مشائخ (پیروں) کی محبت پر پختگی کے ساتھ مشروط ہے، والسلام

ص ۲۸۷

مکتوب ۲۴۲

مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ سیف الدین سلمہ اللہ و ابقاہُ کے نام سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیر) سلمہ ربہٗ کے احوال کی شرح میں مع ان کے مناسب بعض معارف کے بیان کے تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے بادشاہِ دین پناہ (اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ) کے احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا طبقۂ سلاطین میں اس قسم کے امور کا ظاہر ہونا عجائبِ زمانہ میں سے ہے اَللّٰهُمَّ زِدْ (اے اللہ اور زیادہ فرما) سالک جب اپنی صفات کو حق جل شانہٗ کی صفات کا پرتو پاتا ہے تو (یہ) تجلیِ صفات ہوتی ہے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ ان صفات کو اصل کے ساتھ ملحق پائے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا بالکل خالی پائے اور عدم محض دیکھے، اس وقت نہ کوئی ذکر رہتا ہے نہ کوئی توجہ اور نہ ہی کوئی حضور رہتا ہے کیونکہ کمالات کے اصل کے ساتھ لاحق ہو جانے کے بعد یہ امور بھی اس بارگاہ مقدس کی طرف لوٹ جاتے ہیں اس کے بعد اگر ذکر ہے تو خود بخود ہے اور اگر توجہ و حضور ہے تو وہ بھی خود بخود ہے، عاشق اس وقت صحرائے عدم کی طرف کوچ کر چکا ہوتا ہے اور تمام تعلقات سے خالی ہو چکا ہوتا ہے اس حالت کو فنائے نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

معشوق اگرچہ گشت ہم خانۂ ما ویران تر از اول ست ویرانۂ ما

[اگرچہ معشوق ہمارا ہمخانہ ہوگیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "انھوں (بادشاہ) نے اپنے مبدأ تعین کو صفتِ علم پایا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس صفتِ مبارکہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت پائی جاتی ہے" (یہ فقیر) اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا قریب تھا کہ رقص کرنے لگے۔ حق سبحانہٗ اس صفتِ عالیہ کی برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔ والسلام

مکتوب ۲۴۳

نیز مخدوم زادہ با استحقاق شیخ سیف الدین سلمہ اللہ و ابقاہُ کے نام تحریر فرمایا۔

اس فرزند گرامی (آپ) کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت افزا ہوا، محب الفقرا کامگار خاں کے خط کا جواب جو کہ ضروری فوائد و نصائح پر مشتمل ہے لکھ کر بھیجا گیا ہے، حق تعالیٰ تاثیر بخشے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند ... جوانان سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

[اے محبوب نصیحت سن لے کیونکہ سعادت مند جوان عقلمند بوڑھے کی نصیحت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں] والسلام

مکتوب ۲۴۴

بحقائق دستگاہ ... کلمہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ کے بعض اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر باطنی قوی جذبات کے ساتھ مکرم و ممتاز رکھے۔ اُس مشفق (آپ) کی مکتوب کی توفیق و حسنِ ترتیب اور فقرائے بارگاہِ الٰہی کی خدمت و رعایت بے اختیار اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ان امور کی زیادتی کے لئے دعائے غائبانہ میں مشغول رہے اور آپ کے ظاہری و باطنی درجات کی ترقی کے لئے غائبانہ توجہ کیا جائے۔ ع

از ہر چہ میرود سخنِ دوست خوشتر است ‏ [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

اہل اللہ کے سیر و سلوک میں سب سے ... عبارت یہ آیت کریمہ ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ[1]

[جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] طالب صادق جب تک تعلقات سے منقطع نہ ہو جائے اور وجود اور باقی تمام کمالات کو جو کہ اس تعالیٰ شانہ کے کمالات کا پرتو ہیں ... نہ کر دے اور اس بارگاہِ قدس کے سپرد نہ کر دے انوارِ لایزال کے ساتھ بقا نہیں پاتا ؎

گر بر سرِ کوئے عشقِ ما کشتہ شوی ‏ شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچہ کے سرے پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

ایک ایسا شاہباز چاہیے جو اس آیۂ کریمہ کے اسرار کے سمندروں میں غوطہ خوری کرے اور دو کلمہ ما کے عموم سے جو کہ اس آیتِ کریمہ میں واقع ہیں بہرہ ور ہو جائے۔ اے مشفق ... شیخ محمد باقر جو کہ ہمارے فرزند کی جگہ ہے اور ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہے اس نے آپ کی شفقتوں کی شکرگزاری کو دوبارہ لکھا ہے (یہ) فقراء کی مسرت کا سبب ہوا اور مزید دعا گوئی کا باعث ہوا۔ درویشانِ بارگاہِ الٰہی کی خدمت و رعایت ترقی دارین کا وسیلہ اور مشکلات کے حل ... (کی جاتی ہے) دونوں جہان کی نعمت کامل طور پر حاصل ہو۔

مکتوب ۲۴۵

مخدوم زادہ عالی قدر صاحبِ کمالاتِ اصلیہ واصلِ اسرارو مواہبِ عالیہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے نام اُن مخدوم زادہ کے بعض احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ انھوں نے زبانِ قلم سے آنجناب (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کی خدمت میں عرض کئے تھے مع ان اسرارِ عالیہ کے حصول کی بشارت کے تحریر فرمایا

۲۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ۔ جو آپ نے تجلیاتِ عالیہ در مواجیدِ منورہ اور شمولِ عنایات وانعامات اپنے بارے میں محسوس کئے ہیں اور اسرارِ خلت کے ساتھ سرفرازی حاصل کرنے اور القابِ عالیہ کے ساتھ ملقب ہونے اور عجیب و غریب کرشمہ و ناز کے مشاہدہ کرنے اور نزولِ بے کیف کا الہام کئے جانے، اس کے بعد اس نزول کا احساس ہوتے اور ایسے امور جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کسی کان نے سنا ہو اُن کے پیش آنے کے بارے میں لکھا تھا وہ سب واضح ہوا اور باطنی لذات کا باعث ہوا، ان اسرار کے بلند مرتبہ ہونے کا کیا بیان کرے کہ ادراکِ عقل و تصویرِ خیال کے احاطہ سے باہر ہیں ۔ مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] فقیر آپ کے بارے میں ان چیزوں کے نزدیک ہونا معلوم کرتا ہے وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی [اور غیب (کا علم) اللہ تعالیٰ کے پاس ہے] جو کچھ آپ نے لکھا ہے مختصر طور پر لکھا ہے، بظاہر تفصیل کو زبانی کہنے پر موقوف رکھا ہے، بیشک اس قسم کے امور لکھنے میں درست نہیں آتے بلکہ بیان کرنے میں بھی نہیں آتے، وہی قصہ ہے جو کہ آپ نے لکھا ہے وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ [اور میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں کھلتی] دیگر یہ کہ فقیر آپ کے مرض کے بارے میں دعا و توجہ سے غافل نہیں ہے اور حق تعالیٰ سے چاہتا بلکہ دیکھتا ہے ۔ والسلام

مکتوب ۲۴۶

نیز زادہ لطف پر منقسم مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے بعض اسرار کی تصدیق میں تحریر فرمایا جن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے جو کہ انھوں نے زبانِ قلم سے عرض کئے تھے ۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ، یہ فقیر کیا لکھے کہ آپ کا رقعہ شریفہ جو کہ عجیب و غریب الہامات اور نادر القاب اور اعلیٰ خطابات اور روشن تعظیمات و تکریمات کہ جن کے ساتھ آپ ممتاز

[illegible] بہت زیادہ مسرور و محظوظ ہوا اور [illegible]
محبت حق کا [illegible] متحقق ہونے کے بارے میں جو کچھ مختصر طور پر لکھا تھا [illegible]
اس [illegible] دروازے کھلنے [illegible]
کرنے [illegible] ایسے امور ہیں کہ عقل و فکر کی آنکھ ان کے ادراک میں
خیرہ اور عاجز ہے انوارِ الٰہی [illegible] لامتناہی کے بغیر ان کا پتہ نہیں لگایا جا سکتا اور فقیر [illegible] تصدیق کی
ضرورت نہیں رکھتے اس کے باوجود تصدیق در تصدیق ہے۔ جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے اور اس کی تعبیر طلب
کی ہے وہ تعبیر کا محتاج نہیں ہے باطنی مناسبت کے کمال کی خبر دیتا ہے جو اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ اتحاد پیدا
کرلیا ہے اور معاملت میں شرکت پیدا ہوگئی ہے اور ناکس کا عکس خواب [illegible] کفایت نہیں کی [illegible] اس معنی کا الہام فرمائے
والسلام

٢٤٧

نیز مخدوم زادہ برگزیدہ صاحب مقاماتِ عالیہ حضرت خواجہ نقشبند سلمہ اللہ ابقاہ کے نام حصولِ
صحت کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ آپ پر ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں، جو حال کہ آپ نے
اپنی باطنی ترقیات کے بارے میں دیکھا ہے مبارک ہو ہم اس کے سننے کے مشتاق ہیں، فقیر دعا و توجہ سے غافل
نہیں ہے اور آپ کی باطنی ترقی اور ظاہری استقامت کے لئے دعا کرتا ہے اور بعض اوقات میں آپ کی صحت و
شفایابی مشاہدہ ہوتی ہے اور اس معنی پر اطمینان حاصل ہوتا ہے والغیب عند اللہ سبحانہ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہ
ہی کے پاس ہے] اپنی خاطر جمع رکھیں اور صحت کو یقینی تصور کریں اَلْعَافِیَۃُ بِالْعَافِیَۃِ [انجام کار عافیت ہے]

٢٤٨

راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ شیخ عبد الاحد کے نام بعض امور و معاملات سے مناسبت حاصل
ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ رقعہ شریفہ پہنچا، اس کے دلکش مضامین دلنشین ہوئے اور اس کے
رنگین اشعار نے مسرور و خوشوقت کیا، اس تحریر کے دوران صاحب کے مقام سے آپ کی کچھ مناسبت محسوس کی

ملتان سے کچھ حصہ پایا معلوم کیا اور اس عجیب و غریب مقام کے بعض لوازم آپ کے اندر مشاہدہ کئے اور یہ مقطعات قرآنی کے ساتھ کچھ مناسبت مفہوم ہوتی ہے اگرچہ نہیں جانتا کہ یہ مناسبت کس ذریعہ سے ہوگی اس سے کہ مقطعات معاملات سے کنایہ ہیں جس شخص کو معاملہ حاصل ہے مناسبت و نصیب جو کچھ کہا جائے اس کے حق میں صادق ہے ورنہ مناسبت کس طرح ہوگی اس میں حیران ہوں اور سننے میں نہیں آیا کہ معاملات کس چیز سے عبارت ہیں تاکہ اس کا اثبات و نفی کی جائے اور طالبین کو کسی امر کی تلقین کے اشتراط و عدم اشتراط کے بارے میں کوئی حکم نہیں کر سکتا نہ اپنے بارے میں اور نہ کسی دوسرے کے بارے میں، یقین کے ساتھ نہیں جانتا کہ اس فقیر کا اس امر میں مشغول ہونا پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ، اور اُس عز شانہ کی ملک میں یہ تصرف اور مخلوق کے پیچھے وقت کا صرف کرنا جو کہ سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے کیسا ہے، اس وجہ سے جگر کباب و دیدہ پُر آب ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں اپنے آپ کو خواص میں سے نہیں جانتا کیونکہ خواص کو قرب عظیم ہوتا ہے الخ" یہ فقیر آپ کو خواص میں سے شمار کرتا ہے اور آپ کے قرب کو زیادہ سے زیادہ سمجھتا ہے آگے آپ جو کچھ چاہیں لکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۴۹

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ مکتوب شریف موصول ہو کر فرحت افزا ہوا، جو کیفیت کہ عشا کی نماز میں رونما ہوئی تھی یعنی اس جانب سے خواہش کا مشاہدہ اور اپنے اندر اس کے آثار کا ظہور اور نیز وتر کی نماز میں سینہ سے متعدد بار اس آواز کا سننا کہ "ہم تجھے چاہتے ہیں" (یہ باتیں واضح ہوئیں) اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اس پر اور اللہ سبحانہ کی تمام نعمتوں پر اس کا شکر ہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۵۰

حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام اُن کے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو اُن کے اور اُن کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب جو روشن احوال اور احباب کی

پسندیدہ کیفیات پر مشتمل تھا موصول ہو کر مسرت بخش ہوا حق سبحانہ ہمیشہ ترقیات عطا فرماتے ہوئے سابقین کے کمالات سے بہرہ ور فرمائے اور یارانِ طریقت بھی ترقی کرتے رہیں۔ ان کی طرف توجہات سے دریغ نہ کریں اور انھیں اپنے کمالات کے آئینے سمجھیں اور ان کی ترقیوں پر شکر بجالائیں۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "میں ماہِ رمضان میں مسجد میں معتکف تھا میں نے حال میں دیکھا کہ گویا جمعہ کی شب ہے اور ایک نور چمکا ہے جو دن سے بھی زیادہ روشن ہو گیا، اور میں (اُس کو) شب قدر سمجھ رہا ہوں" ... عمدہ اور مبارک ہے، اور شبِ قدر شبِ وصال سے تعبیر کی جاتی ہے' اس کی برکات اس سے زیادہ کیا ہوں گی کہ آپ اس شب میں سرورِ دین و دنیا (صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مشرف ہوئے ہیں اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی شہادت دی ہے۔ اور یہ جو آپ نے خود کو رسالت کے عنوان سے دیکھا اور انبیاء علیہم السلام کے شمار میں پایا ہے یہ حال رسالت و نبوت کے کمالات کی بشارت دینے والا ہے نہ کہ منصب رسالت و نبوت کی کیونکہ وہ تو ختم ہو چکا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۵۱
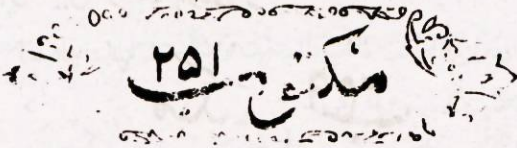
ان مکتوبات شریفہ کے جامع فقیر حقیر حاجی محمد عاشور بخاری احمدی معصومی نقشبندی کے نام توجہ کے طریقہ اور نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ عزیز محمد عاشور سلام عافیت انجام پڑھیں۔ آپ نے جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا اُس نے موصول ہو کر خوشوقت کیا۔ آپ نے احباب کے اجتماع کے بارے میں لکھا تھا حق سبحانہ دوستوں کو جمعیت کے ساتھ رکھے اور (اُن پر) ترقی کی راہ کشادہ فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ تونے توجہ کا طریقہ مجھ سے بیان نہیں کیا۔ میرے مخدوم! توجہ ایک واضح امر ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں، جس طرح آپ اپنے دل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اسی طرح طالب کے دل کی جانب توجہ کرنی چاہیئے، احباب کے حلقہ میں بیٹھیں، خود کو درمیان میں نہ دیکھیں اور بزرگوں کے باطن کی طرف متوجہ رہیں، اوقات کو آباد رکھنے اور بشریت کے وجود کی نفی کرنے میں دل و جان سے کوشش کریں اور دوستوں کو دعا میں یاد کرتے رہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۵۲

شیخ عمر حضرمی کے نام بشارت کے طور پر نصیحت و دعا کے بارے میں تحریر فرمایا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ عزوجل آپ کو اپنے آپ سے اور ان تمام چیزوں سے فنا کردے (توجہ ہٹا دے) جو آپ کی طرف منسوب ہیں اور اپنے ساتھ اور اپنے اسماء و صفات کے کمالات کے ساتھ باقی رکھے، اور یہ عظیم دولت صرف سنت کے اتباع، بدعت سے اجتناب، شیخ کی محبت، پختگی اور فنا فی الشیخ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ سبحانہ سید البشر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے طفیل جو کجی سے بری ہیں آپ کو یہ معانی (انعامات) ذوق و شوق اور ایمان و احتساب کے ساتھ پورے طور پر عطا فرمائے

مکتوب ۲۵۳

مخدوم زادہ عالی درجہ جامع کمالات صوری و معنوی بہترین خلف محمد اشرف کے نام مفید بعض نصائح کے بارے میں اور منصب محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں بشارت عالیہ کے بارے میں تحریر فرمایا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند ارشد نور چشمی کے محبت اسلوب مکتوب مرغوب پہنچ کر خوش وقت کیا اور اس کا مضمون واضح ہوا، اپنے احوال لکھتے رہیں اور اوقات کو طاعات اور مراقبات کے وظائف سے آباد رکھیں اور دال (دلالت کرنے والا) حقیقی مدلول جس پر دلالت کی جائے اور ظلال سے اصل کی طرف متوجہ ہوں اور علم سے حیرت کی طرف اور گفتگو سے خاموشی کی طرف اور پوست سے مغز کی طرف اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی میں چلی گئی ہے]

اگرچہ مطلوب حقیقی جس طرح لفظ و معنی سے ماوراء اور پوست و مغز کے باہر ہے اسی طرح اصل بھی اس دولت (مطلوب حقیقی) سے ظل ہے

اصل و فرع از سرائے روز بہی ہر دو ماندند و جیب و کیسہ تہی

[اصل و فرع بارگاہ قدس سے دونوں عاجز رہ گئے اور (ان کی) جیب و تھیلی خالی ہے]

لیکن جب کوئی شخص اس بلند نسبت والوں سے فی الجملہ محبت اور عقیدت درست کر لیتا ہے امید ہے کہ

اس کے اندازہ کے مطابق اس کے لئے اس معنی کے جمال کا نقاب کھول دیں گے اور اس سرچشمہ سے کوئی گھونٹ عطا فرمائیں گے۔ آپ نے جو یہ لکھا تھا کہ "خود کو محمدی المشرب پاتا ہوں" یہ مبارک ہے، اے سعادت آثار فقیر بھی اس معنی کو آپ کے اندر محسوس کرتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ [بیشک آپ کا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے]

مکتوب ۲۵۴

راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ عارف بالله شیخ صبغۃ الله کے نام طالبین کی تربیت کی ترغیب دینے اور برادرانِ طریقت کی رضامندی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے توفیق آثار فرزند! خدا کرے آپ کی بزرگی واستقامت کو دوام حاصل ہو اور دل جمعی کے ساتھ رہیں۔ الله سبحانہ کی حمد ہے کہ برادرم محمد حنیف آپ سے بہت خوش ہیں اور برادرانِ طریقت کی رضامندی الله سبحانہ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے، حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ [جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے الله تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا] یقین ہے کہ آئندہ بھی انھیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ دیگر یہ کہ چونکہ اہلِ طلب مستورات کی ایک جماعت بھی آپ سے وابستہ ہے اس لئے بہر حال اپنے آپ کو دلجمعی کے ساتھ رکھتے ہوئے اس جماعت کے لئے بھی دلجمعی کا سبب بنیں اور احوال لکھتے رہیں۔ الله سبحانہ توفیق مرحمت فرمانے والا ہے۔ ۲۹۴

مکتوب ۲۵۵

(مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے)

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین [تمام تعریفیں الله تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور حضرت محمد پر صلوٰۃ وسلام ہو جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ کے تمام آل اور اصحاب پر بھی]۔ آپ کی ظاہری اور باطنی ترقیوں اور صوری ومعنوی بلندیوں کے بارے میں بخششوں کے عطا کرنے والے (الله) جل برہانہ کی بارگاہ سے دعا کی جاتی رہتی ہے۔ (خدا کرے) آپ کے جدِ امجد (رسول اکرم) علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات کے طفیل (یہ دعا) قبول ہو۔

از ہر چہ میرود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے سب سے بہتر ہے]

آدمی جبتک اس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا میں گرفتار ہے اور اس کے سینہ کی وسعت ماسوا کے نقوش سے منقش ہے باطن کے مرض میں مبتلا ہے اور اس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے قُرب سے دور اور محروم ہے، اس قلیل فرصت میں اس مرض کے ازالہ کی فکر کرنا اہم ترین کام ہے اور اس تھوڑی سی مہلت میں اس معنوی بیماری کے دفع کرنے کی تدبیر کرنا عظیم ترین مقصد ہے، بزرگوں نے اس مرض کے ازالہ کو ذکر کثیر کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور ماسوا کی آلودگی سے باطن کی طہارت کو اس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کی یاد پر موقوف رکھا ہے (قرآن مجید میں ہے) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا [اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو]۔ ذکرِ کثیر اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد غفلت نہ ہو جو اس راہ میں مہلک زہر اور باطن کے مرض کو بڑھانے والی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی توجہ کرنے والا اپنی ساری عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے پھر ایک لمحہ کے لئے اس سے روگردانی کرے تو جو چیز اس سے کھوئی گئی وہ اس سے زیادہ ہوگی جو اس نے پائی اور اس ذکر کا کمال یہ ہے کہ مذکور کے سوا جو کچھ بھی ہے وسعتِ سینہ سے رخصت ہو جائے اور رحلت کر جائے اور تمام خواہشات سے پاک و صاف ہو جائے، نہ دنیا کی خوشی سے خوش ہو نہ اس کے غم سے غمگین، یہانتک کہ اگر بہ تکلف بھی ماسوی کا خیال کرے تو اس نسیان کے باعث جو باطن کو ماسوی سے حاصل ہو چکا ہے وہ میسر نہ ہو، اور اس طرح کے نسیان کے بغیر اُس (اللہ) سبحانہٗ کی یاد، ماسوی کی یاد کے ساتھ ہی ہوتی ہے اور جس چیز میں بھی غیر کی شرکت ہے وہ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس کے شایانِ شان نہیں ہے۔ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ [آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دینِ خالص ہے] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ [اور اپنے پرور کو یاد کر جب بھول جائے]۔ یعنی (جب) اللہ تعالیٰ کے ماسوا کو (بھول جائے)۔ اس حالت کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس راہ میں (یہ) پہلا قدم ہے، اس جگہ سیر الی اللہ ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد سیر فی اللہ اور اس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے اسمائی اور صفاتی کمالات میں سیر کا آغاز ہوتا ہے، اس سیر کو "سیرِ معشوق در عاشق" (عاشق میں معشوق کی سیر) بھی کہتے ہیں کیونکہ اس مقام میں عاشق سیر سے سیراب ہو چکا ہوتا ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور است
کاں پذیرائے صورت از نور است

[(عارف) آئینہ کی طرح سفر سے دُور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کیونکہ وہ (آئینہ خود اپنے) نور کی وجہ سے صورت کو قبول کرتا ہے]۔

۳۳ پ ۲۲ ۴۱، ۴۲ — ۲ پ ۲۳ ۳۹ — ۲۴ پ ۱۵ ۱۸ — ص ۲۹۵

اور اس بنا پر کہ کمال عالمِ آخرت سے وابستہ ہے۔ اس عالمِ فانی کے معاملات اس عالمِ آخرت کے معاملات کے ساتھ ایک موئے سے زیادہ نسبت نہیں رکھتے وہ محیط سمندر کے بالمقابل شبنم کا حکم رکھتے ہیں اس لئے عالی ہمت اشخاص کی نظر عالمِ آخرت پر ہوتی ہے اور وہ اس عالمِ فانی کے کمالات سے فریب زدہ اور سیراب نہیں ہوتے۔ اسی لئے (حدیث شریف میں) آں سرورِ انس وجان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حال کی خبر دی گئی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائم الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حزن دائم اور فکر پیہم میں رہتے تھے]۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان تمام کمالات کے باوجود جو آپ کو حاصل تھے (دنیا سے) خوش نہ تھے اور آپ اس دنیا سے منہ موڑ کر اللہم الرفیق الاعلیٰ [اے اللہ! جو برتر ساتھی ہے] کہتے ہوئے آخرت کی طرف رحلت فرما گئے۔ اور ظاہر ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں یہ حزن دور ہو جائے گا کیونکہ وہ مقام حزن کا مقام نہیں، حزن کا مقام دنیا ہے۔ آیۂ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [اور یقیناً آپ کا پروردگار آپ کو عنقریب (سب کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے] سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ جس معاملہ کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اس کی ابتدا موت سے ہوتی ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے]۔ آیتِ کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت یقیناً آنے والی ہے] اس معنی کی طرف ایک اشارہ ہے اور اس معاملہ کا ایک رمز ہے۔ اگر کسی شخص کو نماز میں جو کہ مومن کی معراج ہے اور دنیا سے ٹوٹنے اور آخرت کے ساتھ مل جانے کا ذریعہ ہے یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور خدائے بزرگ و برتر کے درمیان جو حجاب حائل ہے وہ نماز کی حالت میں اُٹھ جاتا ہے۔ اور (حدیث شریف) ارحنی یا بلال [اے بلال! (نماز کے لئے اذان دے کر) مجھے راحت دو] اور قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ [میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے] میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

مختصر یہ کہ رضا اور خوشی کا مقام آخرت ہے اور درد و محرومی کا مقام دنیا ہے اس مقام (دنیا) کا بہترین سامان درد و اندوہ ہے اور اس دسترخوان کی سب سے اچھی نعمت سوز و گداز ہے یہاں کا آرام بے آرامی میں اور (یہاں کا) ساز سوز میں ہے، یہاں وصل طلب کرنا کوزہ میں دریا کو تلاش کرنا اور آفتاب کو پانی کے طشت میں دیکھنا ہے۔ اُس دنیا (آخرت) کے لئے اس دنیا کی حیثیت کھیتی سے زیادہ نہیں ہے کھیتی جسقدر زیادہ کی جائیگی پھلوں کی توقع اسی قدر بے اندازہ ہوگی۔ یہ دنیا دارِ عمل ہے دارِ اجر آگے ہے، عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا لاحاصل ہے مگر یہ کہ اللہ سبحانہ کسی شخص کی دنیا کو

آخرت کے ضمن میں کر دے تو جائز ہے کہ اس پر اس اجر کا ترشح ہو جائے جو اس کے لئے اس دنیا میں تیار کیا گیا ہے (۲۹۶)
اور اس کے آخرت کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کی شان میں فرمایا ہے وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور ہم نے (۲۹/۲۷)
اس کا اجر اسے دنیا میں دیدیا تھا اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہے) ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کار شب نیست   زبخت مقبلاں ایں ہم عجب نیست

(اگرچہ رات کا کام اس وقت ممکن نہیں (لیکن) اقبال مندوں کے نصیبے سے یہ بھی عجیب نہیں ہے) ——
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے (۶۲/۴)
چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

اے فقراء پناہ! برادر عزیز معارف آگاہ محمد ہاشم جو اس زمانہ کے غنیمت لوگوں میں سے ہیں اور بچپن ہی سے اللہ والوں کی خدمت اور تربیت میں بڑے ہوئے ہیں اور جن کے اوقات طاعات میں صرف ہوئے ہیں اور جو اسباب معیشت کی قلت اور اہل کنبہ کی کثرت کی وجہ سے مسلسل پریشان روزگار رہتے ہیں، چونکہ اس قسم کے لوگوں کے ان احوال سے آپ کو مطلع کرنا جو فقراء کے مربی اور مہربان ہیں ضروریات میں سے تھا۔ اس لئے جرأت کر کے (یہ فقیر) گستاخی کر رہا ہے کہ اگر سرکار سے اس کے متعلقین کی اتنی امداد ہو جائے کہ جس سے ان کی ضروری گذر اوقات کا انتظام ہو سکے تو یہ دنیا اور آخرت کی ترقیات کا موجب ہے یہ کتنی اچھی نعمت ہے کہ کوئی درویش روٹی آپ کی کھائے اور اس سے حاصل شدہ قوت کو خداوند جل سلطانہٗ کی طاعات و عبادات میں صرف کرے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ ادارۂ مجددیہ کی جانب سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے اب صاحبِ مکتوبات معصومیہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی سوانح حیات موسوم بہ

انوارِ معصومیہ

مؤلفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

عنقریب ادارۂ ہذا سے شائع ہونے والی ہے جس کے پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرتِ موصوف کسقدر بلند پایہ عظیم المرتبت شخصیت کے حامل اور انسانِ کامل تھے اور آپ نے تبلیغِ دین و ترویجِ شریعت کے لئے کسقدر کوششیں فرمائیں اور بہت سے حقائق و معارف کی توضیح و تشریح فرمائی۔ آپ ہی نے امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے تجدیدی کارناموں کو زندہ و باقی رکھنے کا فریضہ انجام دیا اور آپ ہی تعلیماتِ مجددی کے اصل شارح ہیں اور آپ کے زمانے سے عہدِ حاضر تک کے علمائے حق بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں۔ نیز کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ" اگر حضرت مجددؒ کے اسلاف و اجداد کے حالات پیش کرتی ہے تو زیرِ نظر کتاب حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی اولاد در اولاد کے حالات سامنے لاتی ہے، اس طرح دراصل یہ کتاب "حضرت مجدد الفِ ثانیؒ" کے تذکرہ کا ہی تکملہ ہے۔ کتاب ہذا کی خصوصیات کا کچھ اندازہ درجِ ذیل فہرست سے ہو سکتا ہے:۔

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی حیاتِ مبارکہ۔ سفرنامۂ حج (یعنی یواقیت الحرمین کا اردو ترجمہ) اوراد و معمولات نیز اذکارِ معصومیہ کا اردو ترجمہ، کشف و کرامات، بعض احباب کے خواب اور ان کی تعبیر، احباب کے مکاشفات اور ان کے جوابات بعض اہم سوالات اور ان کے جوابات، تعلیمات۔ اولاد امجاد۔ خواجہ محمد نقشبند ثانیؒ۔ خواجہ محمد سیف الدینؒ۔ خواجہ محمد زبیرؒ۔ خلفائے عظام، شاہانِ مغلیہ پر ایک نظر۔ مکتوب الیہم۔ شجرہ۔ نیز مجددی حضرات کے شاہانِ مغلیہ کے ساتھ روابط، ہندوستان کے بعض فرقوں کے حالات اور بہت سے تاریخی واقعات کا بھی ضمناً تذکرہ آ گیا ہے۔ یہ کتاب روضۃ القیومیہ رکن دوم، سوم، چہارم اور بہت سی متعلقہ کتب سے استفادہ پر مبنی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جائیگی۔

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کی اہم مطبوعات